حضرت سلمان علیہ الرضوان

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

پے ۵۰ پیسے

بسلسلہ مطبوعاتِ پاکستان حسینی مشن
راولپنڈی

حیاتِ سلمان علیہ الرضوان

مشہور صحابیٔ رسولؐ حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ
کے مختصر حالاتِ زندگی

مؤلفہ

مفکرِ وحید پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری
سابق پرنسپل محمدیہ کالج سرگودھا

تعداد ایک ہزار ———— قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

www.khwajalateefansari.com

نذرِ عقیدت

اس خلوص و مؤدّت

کی

نذر جو حضرت سلمان علیہ الرضوان

کو

سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام سے تھی

________ محمد لطیف انصاری

www.khwajadateefansari.com

پیش لفظ

اس دفعہ پاکستان حسینی مشن راولپنڈی مشہور صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ہم مفکرِ وحید جناب مولانا خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری مدظلہ کے بے حد ممنون و شکر گذار ہیں، جنہوں نے ضعف و نقاہت اور خرابیٔ صحت کے باوجود ایسی بہترین کتاب ہمیں لکھ کر دی۔ خداوندِ عالم بہ طفیل ائمہ معصومین علیہم السّلام جناب خواجہ صاحب کو صحتِ جسمانی اور طولِ عمر عطا فرمائے تاکہ وہ اسی طرح زیادہ سے زیادہ عرصے تک خدمتِ دین کرتے رہیں۔ آمین!

اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں بیشتر اخراجات جناب سیّد محمد حسین صاحب بخاری مرحوم ولد مولوی سیّد یاقر علی

www.kitabmart.in

صاحب بٹالوی مرحوم و مغفور کے فرزندِ ارجمند نے اپنے والدِ ماجد کے ایصالِ ثواب کی خاطر برداشت کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ ائمہ اطہار علیہم السلام میں جگہ دے اور ان کے فرزند کو طولِ عمر عطا فرمائے اور اعمالِ صالحہ کی مزید توفیق بخشے۔

خادمِ ملّت
تحسین جعفری
ناظمِ شعبۂ نشر و اشاعت پاکستان حسینی مشن
ایم ۱۰۸۱۔ گلی نمبر ۶۔ محلہ حسینؑ آباد (امرپورہ)
راولپنڈی

یکم ستمبر ۱۹۶۸ء مطابق ۷ جمادی الآخر ۱۳۸۸ھ
موافق ۱۷ بھادوں ۲۰۲۵ بکرمی
(بروز یکشنبہ)

www.kitabmart.in

باسمہ

مقدّمہ

صحابی کی تعریف

عُرفِ عام میں ہر اُس شخص کو، جو صحبتِ سرکارِ رسالت محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مشرّف ہوا ہو، صحابی کہتے ہیں۔ اِس لفظ کی جمع اصحاب یا صحابہ ہے، مگر اصطلاح کے طور پر مختلف حضرات نے صحابی کی مختلف عناوین سے تعریف کی ہے۔

(۱) والصّحابی علٰی ما ھُو المختار عند جمھُور اھل الحدیث کل مُسلم رای رسُول اللہ (مجمع البحرین)

ترجمہ:- تمام اہلِ حدیث نے جو صحابی کی تعریف کی ہے، وہ یہ ہے کہ "ہر اُس مسلمان کو، جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا ہے، صحابی کہتے ہیں۔

(۲) والصّحابی کل مُسلم رای رسُول اللہ

قیل وروی عنہ (مجمع البحرین)

ترجمہ:- ہر اُس مسلمان کو، جس نے رسولؐ اللہ کو دیکھا ہو اور ان سے روایت کی ہو، صحابی کہتے ہیں۔

(۳) والصّحابی وقیل راٰہ الرّسول وکان اھل الروایۃ عند وفاتہٖ

ترجمہ:- ہر اُس مسلمان کو، جس نے رسولؐ اللہ کو دیکھا ہو اور ان سے ان کی وفات کے وقت روایت کی ہو، صحابی کہتے ہیں۔

(۴) صحابی اظہر اقوال کی بنا پر اسے کہتے ہیں جو حالتِ ایمان میں رسولؐ اللہ سے مشرف بملاقات ہوا ہو اور مسلمان ہی فوت ہوا ہو۔ (مجالس المومنین ص۶۶)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں رسولؐ اللہ کے بعد عہدِ رسولؐ یا بعد عہدِ رسولؐ ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو، بس وہی صحابی کہلائے گا۔ یعنی جس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو گا وہ صحابیت کی دنیوی اور اُخروی

مراعات سے محروم ہو گا۔

(۵) وَالصّحابی من ادرک زمن النبیؐ ومات علی الایمان۔

ترجمہ:۔ صحابی اس مسلمان کو کہتے ہیں، جس نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ہو اور ایمان پر اُس کی موت واقع ہوئی ہو۔

(۶) محدّث بخاری کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے:۔

"من صحب النبیّ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم اورا ہٗ من المؤمنین فھُوَ صحابیٌ"

(بخاری جلد ا باب فضائل اصحاب النبیؐ)

یعنی جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی یا آپ کو بحالتِ ایمان دیکھ لیا، وہ صحابی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ محدّث دہلوی غدیرِ خم کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ وہاں ایک لاکھ پچیس ہزار اصحاب

www.khwajalateefansari.com

تھے۔ (ازالہ الخفاج ص ۵۱۴)

علامہ طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ سرکارِ رسالتؐ کے ارتحالِ پُرملال کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ راوی حدیث تھے۔ (مجمع البحرین ص ۱۳۷) اور ان ایک لاکھ چودہ ہزار میں بروایت علم المھدیٰ بحوالہ ابنِ قتیبہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے سترہ ساتھی مخصوص و ممتاز تھے۔ وہ سترہ ممتاز اصحاب یہ ہیں :۔

(۱) حضرت سلمانؓ (۲) حضرت ابوذر غفاریؓ (۳) حضرت عمار یاسرؓ (۴) حضرت مقدادؓ بن اسود (۵) حضرت خالد بن سعیدؓ (۶) حضرت بریدہ اسلمیؓ (۷) حضرت ابی بن کعبؓ (۸) حضرت خذیمہ بن ثابتؓ (۹) حضرت سہل بن حنیفؓ (۱۰) حضرت عثمان بن حنیفؓ (۱۱) حضرت ابوایوب انصاریؓ (۱۲) حضرت حذیفہ بن یمانؓ (۱۳) حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ (۱۴) حضرت قیس بن سعد انصاریؓ (۱۵) حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ (۱۶) حضرت عباس ابن عبد المطلبؓ

www.khwajalateefansari.com

(۱۷) حضرت ابو الہیثم رضؓ بن تیہان (تبصرۃ العوام برحاشیہ کتاب معارف الملّۃ الغابیہ والناریہ صـ۴۲ طبع لاہور ۱۲۹۶ھ)۔ امام اہلسنّت علامہ ابوحاتم سجستانی بصری بغدادی متوفی ۲۲۸ھ اپنی کتاب الزینت میں لکھتے ہیں کہ عہدِ رسولؐ میں جو لفظ سب سے پہلے متداول و مشہور ہوا وہ "شیعہ" ہے اور یہ لفظ رسولؐ اللہ کے چار صحابہ سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمار یاسرؓ کا طرۂ امتیاز ہے۔ روح القرآن صـ۱۹۲۰۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کے بعد حضرت ابوذرؓ تمام صحابہ سے افضل تھے۔ (حیات القلوب)۔ علامہ نوری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بعد ساری اُمّت سے افضل ہیں۔ (نفس الرحمٰن و روح القرآن صـ۱۹۹)۔

صحابہ کرامؓ کی عدمِ عصمت پر تمام فرقِ اسلامیہ کا اجماع ہے۔ ہر مسلمان، خواہ وہ کسی فرقے سے تعلّق رکھتا ہو، اس پر متفق ہے کہ صحابۂ کرامؓ غیر معصوم ہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ میں

ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اہلِ سنّت کے نزدیک عصمت انبیاءؑ کا خاصہ ہے۔ یہ صحابہ کو معصوم نہیں مانتے۔ اس لئے حضرت امیرؑ نے اور حضرات شیخین نے بعض صحابہؓ پر حد جاری کی ہے۔ خود جنابِ پیغمبرؐ نے مسطح کو کہ جو اہلِ بدر میں سے تھے اور حسان بن ثابتؓ کو حدِ قذف میں پکڑا ہے۔ اسی طرح کعب بن مالک مرارہ ابن ربیع اور ہلال بن امیہ، جن میں دو حاضرینِ غزوۂ بدر بھی تھے، غزوۂ تبوک میں نہ شریک ہونے کے جُرم میں بارگاہِ نبوّت سے نکال دئے گئے اور سزاوارِ غضب ہوئے۔ ماعزا سلمی کو رجم کیا اور بہت سوں کو سزائیں دیں۔ کئی صحابہ پر حدِ خمر جاری کی گئی۔ (تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ ۴۹۹ و صفحہ ۵۰۰)

جہاں تک صحابہ کرامؓ کے غیر معصوم ہونے کا تعلق ہے تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں اور جہاں تک شاہ صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ "عصمت انبیاءؑ کا خاصہ ہے"، تمام فرقے تو درکنار، اس پر حضرات اہلِ سنّت کا بھی اتفاق نہیں۔

چنانچہ "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" العلامہ البارع المتکلم الاصولی النظار محمد الملقب بالمعین ابن محمد الملقب بالامین السندی المتوفی ۱۱۶۱ھ۔ اہلسنّت کی ایک مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب میں علامہ محمد معین ابن محمد امین سندھی ارشاد فرماتے ہیں :۔

" ثبوت العصمۃ لغیر الانبیاء جائز ولم ینتھض دلیل من الشرع استحالتھا من غیرھم "

یعنی غیر انبیاءؑ کے لئے عصمت کا اثبات جائز ہے۔ عصمت غیر انبیاءؑ کے محال ہونے پر کوئی دلیل شریعت سے استنباط نہیں ہوئی۔ اس کے بعد وہ ابنِ عمران سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ نے سب سے آخر جو کلام فرمایا وہ یہ تھا، احلفونی فی اھلبیتیؑ۔ " میرے اہلِ بیتؑ کا اتباع کرو"۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی مشائبہ نہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ اہلِ بیتؑ سے مراد کون ہیں؟

وهم الائمة اثنا عشر من اہل بیت وسیدة

النساء العالمین ولا شائبة فی کونہم معصومین۔

یعنی وہ اہل بیتؑ کے بارہ امامؑ ہیں اور سیدۃ النساء

فاطمہ زہراؑ ہیں اور ان کے معصوم ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

یہ اصول کہ عصمت خاصۂ انبیاءؑ ہے، قرآنِ حکیم کے

بھی منافی ہے۔

لقد صدّق ابلیس ظنّہٗ فاتبعوہ الا فریقاً

من المؤمنین۔

ابلیس نے جو گمان کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا۔ سب نے

اس کی پیروی کر لی، مگر "المومنین" (مومنوں کے ایک خاص

گروہ نے نہیں کی۔

وہ خاص گروہ "المومنین" وہی ہیں، جن کی وضاحت صاحب

دراسات اللبیب نے فرمائی ہے حضرت مریم سلام اللہ علیہا

نبی نہیں تھیں، مگر اللہ نے ان کی عصمت کو ان الفاظ میں بیان

فرمایا ہے "یا مریم ان اللہ اصطفٰک وطہرک"۔ لے

مریم اللہ نے تجھے پاکیزگی میں چُنا اور پاک کیا۔ اہلِ بیتؑ اطہار کی عصمت کو اللہ نے جس اہتمام سے آیۂ تطہیر میں بیان کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

باوجودیکہ صحابۂ کرامؓ کی عدمِ عصمت پر اجماع ہے، پھر بھی صحابۂ کرامؓ میں سے ایسے لوگ ہو سکتے ہیں کہ اپنی بلندئ کردار سے درجۂ عدالت پر فائز ہوں۔ یہ وہ درجہ ہے کہ جو درجۂ عصمت سے متصل ہے۔ چنانچہ اس مقامِ رفیع پر فائز ہونے کی وجہ سے سرکارِ رسالتؐ نے حضرت سلمانؓ کے متعلق، جو صحابی تھے، ارشاد فرمایا:۔ "سلمانُ منّا اھل البیتؑ"۔ سلمانؓ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے۔ مانا کہ درجۂ عصمت پر فائز نہ ہوں، مگر ان کی قربِ عصمت میں رسائی اس حدیث سے صاف نمایاں ہے۔ صحابیت میں ترقی مدارج ہے اور صحابۂ کرامؓ اس میدان میں اتنا بڑھ سکتے ہیں کہ جنّت ان کی مشتاق ہو، حالانکہ ہر انسان جنّت کا مُشتاق ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا:۔ "جنّت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔

اور وہ تین شخص یہ ہیں، حضرت علیؑ، حضرت عمارؓ اور حضرت سلمانؓ (ترمذی اردو صا۳۸۹)

صحابیت ایسے بلند مرتبہ تک بھی پہنچ سکتی ہے کہ اللہ اپنے حبیبؐ کو حکم دے کہ فلاں فلاں صحابی سے محبت کرو۔ چنانچہ سرکار صدق صادقِ آلِ محمدؐ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحابہؓ میں سے چار کی محبت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسولؐ اللہ! وہ کون ہیں؟ فرمایا، وہ علی ابن ابیطالبؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ ہیں۔ صحابہؓ کے مدارج ہیں، جس کا آپ کو ہمارے مقدمہ نمبر ۲ سے عرفان ہوگا۔ (منتھی الامال)

صحابۂ اخیار کا تذکرہ اپنی ایک دعا میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ہم اس کے اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں :-

"اے معبود! خصوصیت سے حضرت محمد مصطفٰےؐ کے وہ اصحابؓ جنہوں نے آں حضرتؐ کا پوری طرح ساتھ دیا اور ان کی نصرت میں اچھی طرح جہاد کیا اور آنجنابؐ کو اپنی حفاظت میں

رکھا اور ان کی بعثت کا رغبت کے ساتھ استقبال کیا اور ان
کی دعوتِ حق کی طرف سبقت کی اور جب جنابِ پیغمبرؐ نے اپنی
رسالت کی دلیلیں ان کے سامنے پیش کیں، تو انہوں نے اسلام
قبول کر لیا۔ اور یوں اظہارِ اسلام کیا کہ اپنی بیوی بچوں کو بھی
چھوڑ دیا اور پیغمبرِ اسلامؐ کی حمایت اور آں حضرتؐ کے استحکام
امرِ رسالت کے لئے اپنے باپ اور بیٹوں سے جنگ کی اور
اس کے ذریعے سے ان کی نصرت کی اور وہ اصحاب جو پیغمبرؐ کی
محبّت اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ایسی تجارت کے خواہاں تھے
جس میں کبھی نقصان نہیں۔ اور وہ لوگ جن کو ان کے قبیلہ والوں
نے اس لئے چھوڑ دیا کہ انہوں نے رسولؐ کی رسنِ محبّت کو مضبوط
تھام لیا تھا۔ ان کے رشتہ دار ان سے جدا ہو گئے، لیکن وہ رسولؐ
اللہ کی قرابتِ ایمانی کے سایہ میں آ گئے۔ پس اے پالنے والے!
تو ان کی ان باتوں پہ کہ انہوں نے تیری محبّت میں عزیزوں کو
چھوڑ دیا، انہیں یاد رکھنا اور تو بھی ان کو اپنی رضا میں راضی
رکھ اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھ کہ انہوں نے لوگوں کو تیرے

www.khwajaleeqansari.com

دین پر لگا دیا اور اُنہوں نے تیرے رسول ؐ کے ساتھ ہمیشہ لوگوں
کو تیری طرف دعوت دی اور انہیں اس امر کا بھی بہترین صلہ
دے کہ انہوں نے تیری راہ میں اپنے شہروں کو چھوڑ دیا۔
ہجرت کی، آسائش کو چھوڑ کر تنگئ معاش میں مبتلا ہوئے،
جو تیرے دین کی آبرو بڑھانے میں مظلوم ہوئے، جن کی تعداد
میں تُو نے اضافہ کیا۔ (صحیفۂ کاملہ)

www.khwajalateefansari.com

مقدّمہ ۲

صحابۂ کرام کا اختلافِ مدارج

قانون انفرادی اختلاف

عالمِ انسانیت میں انفرادی اختلاف موجود ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تمام انسان ایک سے ہوتے تو دُنیا موجودہ دُنیا سے بالکل مختلف ہوتی۔ انفرادی اختلاف ایک عالمگیر قانون ہے۔ علمائے نفسیات نے اس قانون کی اہمیت کی وجہ سے اسے نفسیات میں ایک مستقل عنوان قرار دیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

نفسیات کی کتب میں اس نظریۂ اختلافِ انفرادی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:-

THE INDIVIDUAL, OUR OBJECT OF STUDY

www.khwajafateefansari.com

IS DECIDEDLY A VARIABLE QUANTITY. THE SAME INDIVIDUAL VARIES FROM TIME TO TIME AND ONE INDIVIDUAL VARIES FROM ANOTHER.

"بنی نوعِ انسان جو ہمارے موضوعِ بیان ہیں یقینی طور پر مختلف المقدار ہیں، جو زمانے کے لحاظ سے بھی مختلف ہیں اور شخصیت کے لحاظ سے بھی اختلاف رکھتے ہیں۔"

PSYCHOLOGY (A STUDY OF MENTAL LIFE) CHAPTER III P. 54 BY R.S. WORDWORTH.

۱۸۸۳ء میں اس حقیقت پر کہ افرادِ انسانیہ تصوراتِ حافظہ میں اختلاف رکھتے ہیں تحقیقات شروع ہوئی۔ فرانسس گالٹن (FRANCIS GALTON) نے جو نظریۂ اختلاف انفرادی کا بانی ہے، مختلف تجربے کرکے افرادِ انسانیہ کے اختلاف پر روشنی ڈالی۔ اس فلسفی نے نیز دوسرے مشاہیر فن نے قوتِ سامعہ، قوتِ باصرہ، قوتِ محرکہ۔ قوتِ حافظہ اور دوسری

امتیازی قابلیتوں کے امتحان سے قابلِ قدر نتائج پیدا کئے۔ اختلافِ صنفی اور اختلافِ سن و سال کے علاوہ انسانوں میں اور بہت سے اختلافات کا انکشاف کیا اور ماہرینِ فن اس ساری تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ افرادِ انسانیہ میں اختلافِ مدارج ہے۔

THE NET RESULT OF MANY SUCH EXPERIENCES IS THE CONVICTION OF PSYCHOLOGISTS THAT THE INDIVIDUALS DIFFER IN DEGREE — PSYCHOLOGY BY R. S. WORDWORTH CHAPTER III, P. 54, 55.

"ایسے کئے گئے تجربات کا کھلا نتیجہ یہ ہوا کہ ماہرینِ نفسیات کو یقین ہو گیا کہ افرادِ انسانیہ درجہ میں مختلف ہیں۔"

انسانوں کا درجہ میں اختلاف رکھنا کتنے ہی امور پر مبنی ہے۔

(۱) ادراک میں اختلاف، تعقل میں اختلاف (DIFFERENCE IN INTELEGENCE) — (۲) شخصیت میں اختلاف

(۳) اختلاف (DIFFERENCE OF PERSONALITY)
کی وجہ جبلت ہائے انسانیہ (HUMAN INSTINCT)
(۴) تقاضائے سن و سال یعنی سن و سال کے لحاظ سے انسان
بدلتا رہتا ہے۔ (۵) صورتِ حالات کا اختلاف۔
(DIFFERENCES OF CIRCUMSTANCES)
(۶) قابلیت اور صلاحیت کا اختلاف (DIFFERENCE
OF ABILITY) — اور ان تمام اختلافات کا موجب اکثر
توارثِ صفات (HEREDITY) اور ماحول (ENVIRONMENT)
ہوتا ہے۔

ادراک اور تعقّل میں اختلاف ایک بہت بڑا اختلاف
ہے۔ نفسِ انسانی کے تین بڑے ملکے ہیں — (THREE
FACULTIES OF HUMAN MIND) — (۱) ادراک
(۲) احساس (۳) ارادہ۔

ملکۂ ادراک مشاہدہ، تخیّل، حافظہ اور علم کی دوسری اقسام
کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے یہ ایک ایسا مفید ملکہ ہے،

www.khwajaafateelensari.com

جو سیرتِ انسانیہ میں مقاصدِ انسانی کے حصول کا واحد ذریعہ

ہے۔ PSYCHOLOGY BY R.S. WORDWORTH

CHAPTER III

ذہنی عمر کا نظریہ و ذہنی امتحانات

انسانیت کے اختلاف ادراک پر الفرڈ بینٹ (ALFRED

BENNIT) نے، جو اپنے زمانے کا یگانہ ماہرِ نفسیات تھا سنہ ۱۹۰۰ء

میں ریسرچ شروع کی۔ اس مغربی فلسفی نے اپنے تجربات پر ذہنی

عمر کے نظریہ (THEORY OF MENTAL AGE) کی بنیاد رکھی۔

اس نے کچھ ایسے ذہنی امتحانات تجویز کئے، جن سے معلوم ہو

سکے کہ کسی فردِ انسانی کی سن و سال کے علاوہ ذہنی عمر کیا ہے؟

انسانی عادی ذہنی عمر ۔۔ (NORMAL MENTAL AGE) کو

۱۰۰ درجہ قرار دے کر کمی اور زیادتی کا اندازہ کیا۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر ایک انسان کی ذہنی عمر آٹھ

برس کی ہے اور وہ سن و سال کے لحاظ سے بارہ برس کا ہے

تو وہ غبی ہے۔ اگر کسی انسان کی سن و سال کے لحاظ سے پانچ

برس کی عمر ہے اور ذہنی عمر آٹھ برس کی ہے، تو وہ یقینی طور پر ذہین ہے، اس لئے یہ ضروری ہوا کہ کسی انسان کا صحیح درجۂ ادراک معلوم کرنے کے لئے سنی اور ذہنی دونوں عمروں پر غور کیا جائے۔ اُن دونوں عمروں پر غور کرنے کا صحیح طریقِ کار یہی ہے کہ ذہنی عمر کو سنی عمر پر تقسیم کیا جائے۔ اس طریقِ کار سے ادراکی حاصل قسمت (INTELEGENCE QUOTIENT) I.Q. حاصل کیا جائے۔

اس لئے ایک انسان، جس کی ذہنی عمر ۸ سال اور سنی عمر بارہ سال ہے۔ اس کا حاصل قسمت (I.Q.) $\frac{8}{12}$ یا 67۔ ہوگا، جو نارمل عمر کے درجہ ۱۰۰ سے کم ہے۔ دنراًنچایکہ ایک دوسرے انسان کا جس کی ذہنی عمر آٹھ سال ہو اور سنی عمر پانچ سال ہو ادراکی حاصل قسمت (I.Q.) $\frac{8}{5}$ یا 1.60 ہوگا، جو نارمل عمر کے درجہ ۱۰۰ سے زیادہ ہے۔ صحیح اوسط کا انسان وہی تسلیم کیا جائے گا، جس کی ذہنی عمر سنی عمر کے برابر ہو، اس لئے اس کا ادراکی حاصل قسمت (I.Q) 1.00 ہوگا۔۔ یہی وہ طریق ہے۔

جس سے کسی انسان کا ادراک یا ذہنی درجہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔
الغرض نفسیات میں ان ذہنی مدارج کے لئے بہت سے ذہنی امتحانات تجویز ہوئے تکمیلی امتحانات (PER-FORMANCE TESTS)، اجتماعی امتحانات (GROUP TESTS)، جن کے ذریعہ سے کسی انسان کا ذہنی درجہ معلوم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم کر لیا گیا کہ ادراک یا تعقل کس عمر تک بڑھتا ہے اور کہاں سے گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ علمائے نفسیات نے تجربوں کے بعد اس حقیقت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

(PSYCHOLOGY BY R.S. WORDWORTH CHAPTER IX — P. 110, 111).

LEARNING ABILITY WHICH IS CERTAINLY RELATETED TO INTELLIGENCE REACHES ITS MAXIMUM AT ABOUT TWENTY AND FALLS OFF SLOWLY AT FIRST AND THEN

www.khwajalateefansari.com

RATHER RAPIDLY.

(PSYCHOLOGY BY R.S. WORDWORTH CHAPTER 9)

ترجمہ:- تحصیلِ علم کی قابلیت، جس کا تعلق یقینی طور پر ملکۂ ادراک سے ہے، بتیس برس کی عمر میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اس کے بعد شروع میں آہستہ آہستہ گرنا شروع ہوتی ہے اور پھر تیزی سے گرنے لگتی ہے۔ آپ اس حقیقت کو مندرجہ ذیل نقشہ سے معائنہ فرما سکتے ہیں:-

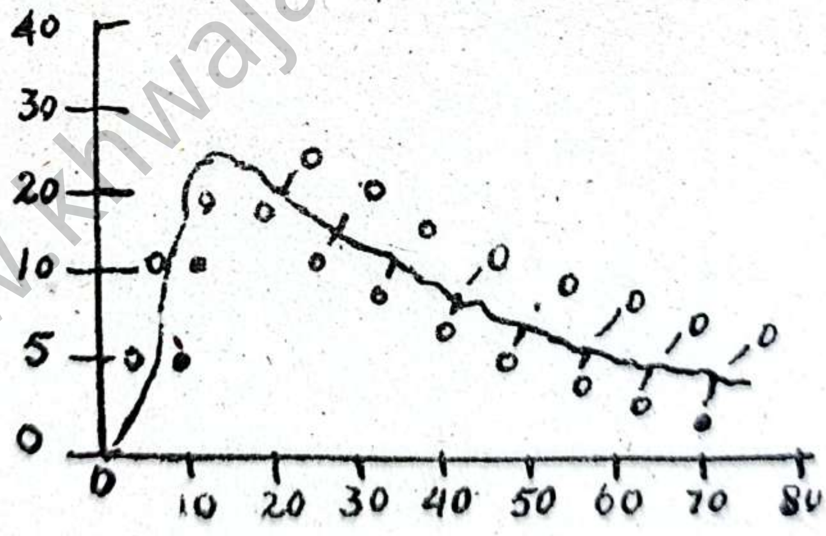

انسانی عمریں (اعمار افراد انسانیہ) AGES

(PSYCHOLOGY BY R.S. WORDWORTH CHAPTER. 9).

www.khwajalateefansari.com

اس اصولِ فطرت کو جو موجودہ زمانے کے فلسفیوں نے کد و کاوش کے بعد دریافت کیا ہے، قرآنِ حکیم نے آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ○

(سُوْرَۃُ لیٰسٓ)

جس کو ہم عمر دیتے ہیں، اس کی پیدائش میں ہم اسے اُلٹا کر دیتے ہیں۔ کیا لوگ اسے نہیں سمجھتے۔

مگر اس اصول میں مستثنیات بھی ہیں۔ پس استثنائی افراد کے استثنے کو اس کی زندگی کے واقعات واضح کریں گے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ○

الغرض ان تجربات کی بنا پر آج ترقی علوم و فنون کے زمانے میں یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جس قدر کسی انسان کا ملکۂ ادراک بلند ہوگا، اسی قدر اس پر تعلیم و تربیت کا اثر زیادہ ہوگا۔ اور اسی قدر وہ زندگی میں کامیاب ہوگا۔ اس اختلافِ درجۂ ادراک کے تین بڑے

www.khwajalateefansari.com

سبب ہیں:-

اوّل۔ توراثِ صفات (HEREDITY)، جن انسانوں کے ماں باپ بلند تعقّل رکھتے ہیں، وہ فطری طور پہ بلند ادراک کے مالک ہوتے ہیں۔ اور جن کے ماں باپ ضعیف الذہن ہوتے ہیں وہ فطرتاً ذہن و ذکا میں پست درجہ رکھتے ہیں۔

دوم۔ ماحول (ENVIRONMENT)، جو انسان عقلمند اور ذی شعور گھرانوں اور بلند فضا میں بلوغ کو پہنچتے ہیں، ان کے لئے ایسی فضا میں عقلی جدوجہد کے لئے محرکات موجود ہوتے ہیں اور وہ اس لحاظ سے بہتر طور پر عقل و ادراک کی منازل کو طے کرتے ہیں۔

سوم۔ پیشہ کا اختلاف بھی انسانی ادراک پہ بہت کچھ اثرات ڈالتا ہے۔

حاصل کلام نفسیاتی نکتۂ نگاہ سے تعقّل کے معنیٰ ایسی صلاحیت ہے، جو انسان کو صحیح طریقہ سے موقعہ شناس

بناتی ہے اور وہ اپنی اس قابلیت سے اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ جس انسان میں جس قدر یہ قابلیت زیادہ ہوگی، اسی قدر وہ تعلیم سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے گا۔ جب ہم بڑے آدمیوں کی ابتدائی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں، تو ادراک کے علاوہ ہمیں اور بھی کچھ ایسے اوصاف نظر آتے ہیں، جو ان کی مجاہدانہ زندگی میں قابلِ قدر ہیں۔ مثلاً استقلال، خود اعتمادی، سیرت کا استحکام، بلندیٔ ہمّت، نمایاں ہونے کی چاہت ایسے امتیازات ہیں جو ان کی زندگیوں کو اوجِ کمال پر پہنچانے کا باعث ہیں۔ مثلاً نپولین نے اپنے ادراک کے ساتھ تہوّر اور سرگرمی کو شامل کر کے دنیا میں ایک ایسا اثر چھوڑا کہ وہ موجودہ زمانے میں بھی تاریخ کی مہتم بالشّان ہستی خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ بچپن میں جبکہ اس کے ادراک کی آزمائش کی گئی تو اس کا ادراکی حاصل قسمت (I. Q.) 135 درجہ تھا اور وہ اپنے سے بلند ادراک انسانوں میکلے اور جان سٹوارٹ سے بھی بڑھ گیا، جن کا ادراکی حاصل قسمت

(I.Q.) 180 و 190 تھا۔ اسے شخصیت کا اختلاف کہتے ہیں۔ شخصیت انسانی جدوجہد کو نہیں کہتے، بلکہ سیرت کے امتیازی اوصاف شخصیت کہلاتے ہیں۔ ایک مغربی فلسفی نے کہا ہے کہ انسانی سیرت کے مجموعۂ اوصاف کو شخصیت کہتے ہیں۔ اس میں انسانی جبلّتوں (INSTINCT) کو بھی دخل ہے۔

جبلّت (INSTINCT) ساری زندگی اور ساری سیرت ہے۔ جبلّت محرّکِ فعل اور قوت کا سرچشمہ ہے۔ جبلّت کسبی نہیں ہے، بلکہ متوارث ہے۔ جبلّت میں انسانی اختیار یہی ہے کہ اُسے اچھے کام کا ذریعہ بنائے۔ انسان اور حیوان میں مابہ الامتیاز یہی ہے کہ حیوان اپنی جبلّت کا غلام ہے۔ اور انسان اپنی جبلّت کا آقا۔ ہم جبلّتوں کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور اس سے اچھے نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ تعلیم کا یہی مقصد ہے کہ ہم اپنی جبلّتوں کو مضبوط بنائیں۔ ان کا تزکیہ کریں، جسے فلسفی اصطلاح میں تزکیہ یا تقصید جبلّت

(SUBLIMATION OF INSTINCT) کہتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ مختلف افراد میں جبلت کی قوت اور ضعف میں اختلاف ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہی انسان میں ایک جبلت کی افراط ہوتی ہے اور دوسری جبلت کی تفریط۔ مثلاً بنیئے میں جبلتِ کسب (ACQUIRING INSTINCT) کی افراط ہوتی ہے اور جبلت نزاع پسندی (PUGNACITY INSTINCT) کی تفریط اور یہ ماحول کے اثرات ہیں۔ انہی جبلتوں کی افراط و تفریط بھی انفرادی اختلاف کا ایک سبب ہے۔ ہاں ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ماحول کی وجہ سے سوسائٹی میں بعض باتیں مرکزی ہو جاتی ہیں۔ ان کے گرد جبلتیں حلقہ بنا لیتی ہیں۔ یعنی ان باتوں سے جبلتوں کا گہرا تعلق ہو جاتا ہے۔ جب کبھی مرکزی بات پہ توجہ منعطف ہوتی ہے۔ جبلتیں، جن کا اس سے خاص تعلق ہے۔ وہ فوراً متحرک ہو کر آمادۂ عمل ہو جاتی ہیں۔ جب یہ نوبت آتی ہے، تو ہم اسے وجدان (SENTIMENT) کہتے ہیں۔ اسے آپ مندرجۂ ذیل

تین شکلوں سے سمجھیئے۔

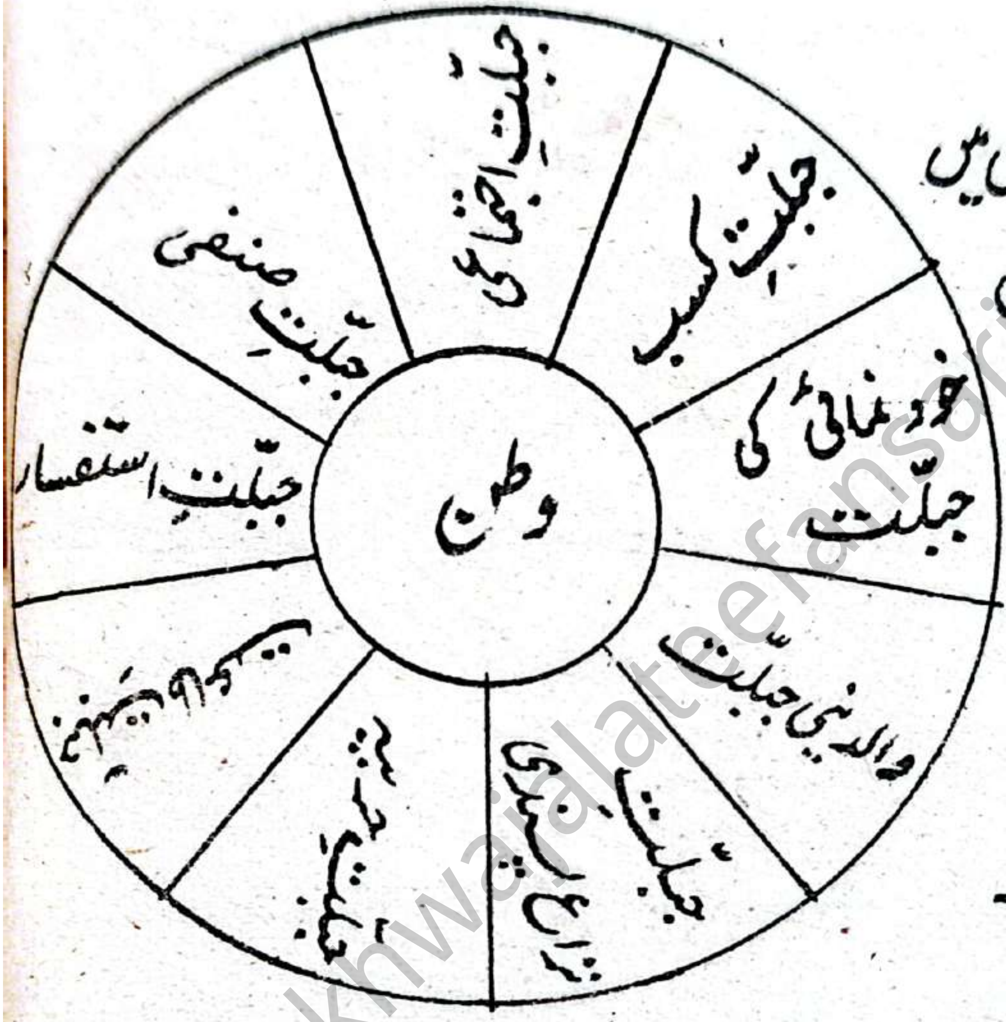

وہ شکل جس میں مرکز تاثر وطن ہے یعنی مرکزی بات "وطن" ہے۔

www.khwajalateefansari.com

وہ شکل جس میں
مرکزِ تاثر
"سچائی" ہے
یعنی مرکزی
بات "سچائی"
ہے۔

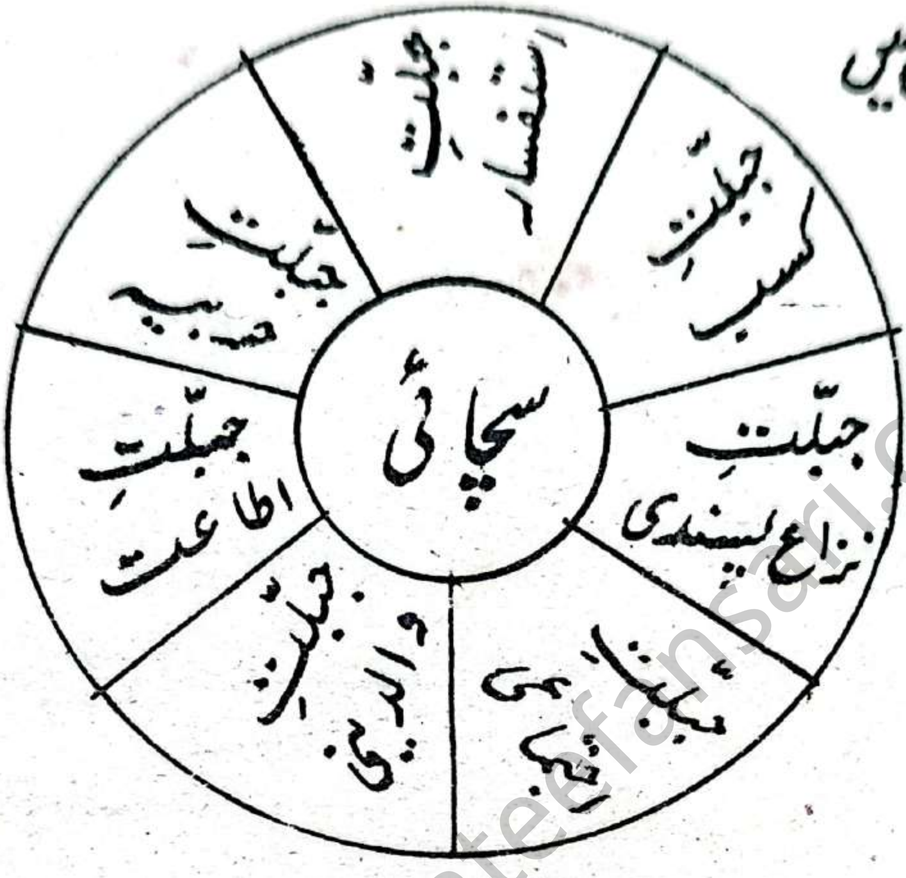

وہ شکل جس میں
مرکزِ تاثر
"خدا" ہے
یعنی مرکزی
بات "خدا"
ہے۔

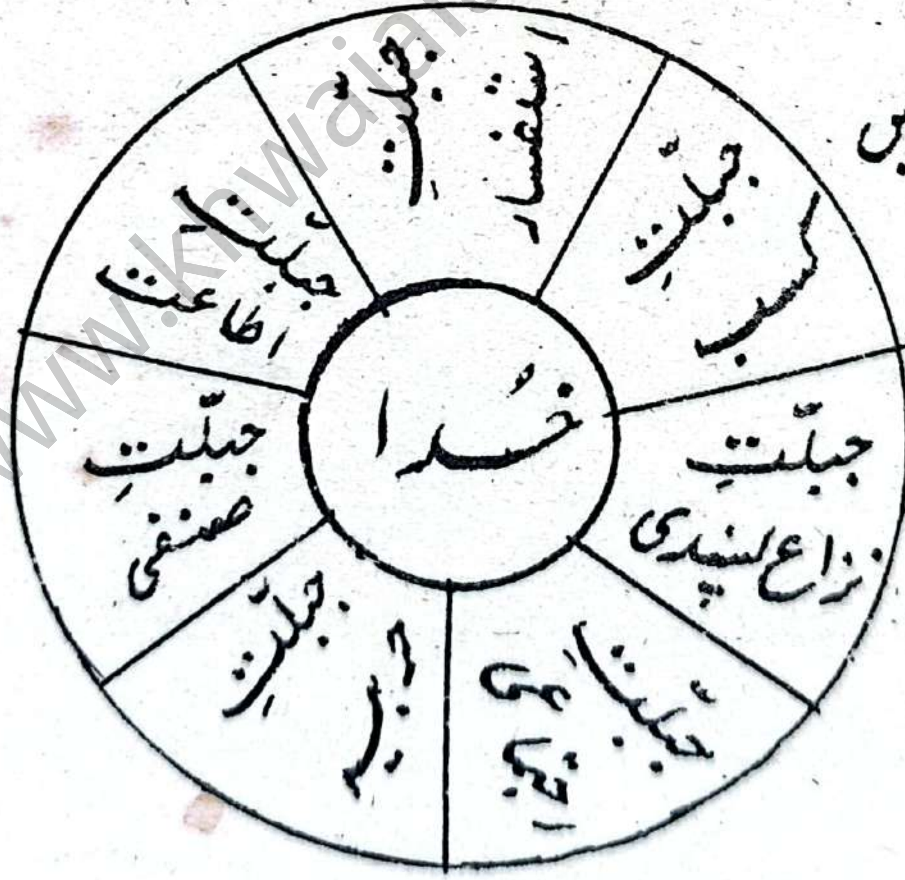

www.khwajalateefansari.com

جبلّت کے تزکیہ کے بعد مرکزی باتوں کا اختلاف بھی شخصیت کے اختلاف کا موجب ہے۔

مرکزی باتیں جو جبلّت اور وجدان کے درمیان واسطہ ہیں، جس قدر اعلیٰ ہوں گی، اسی قدر شخصیت بلند ہوگی، جس قدر پست ہوں گی، اُسی قدر شخصیت پست ہوگی۔ الغرض اعلےٰ شخصیت کے نمایاں اوصاف عام طور پر یہ ہیں :-

استقلال، حربی شغف، قائدانہ ذہنیت، ہر دلعزیزی، سبقت لے جانے کا جذبہ، خود نمائی سے بریت، ہمدردی، تحصیلِ علم کا والہانہ جذبہ، صدق و حقانیت، فہم و فراست اور ان تمام اوصاف میں استحکام وغیرہ ان اوصاف کا مظاہرہ چند امور پر منحصر ہے۔ صورتِ حالات (CIRCUM-STANCES) تجربہ، تربیت، علم، اپنی سیرت کے معاشرتی نتائج پر تحسین کا جذبہ اور ذاتی اوصاف

خلوص و وفاداری وغیرہ۔

ان تمام بیانات سے اظہر من الشمس ہے کہ افرادِ انسانی میں درجہ کا اختلاف موجود ہے۔ یہ اختلاف بلند سے بلند انسانوں میں بھی موجود ہے۔ درمیانہ درجہ کے انسانوں میں بھی، اور پست سے پست انسانوں میں بھی پایا جاتا ہے، معصوم انسانوں میں بھی ان کی شان کے مطابق موجود ہے اور غیر معصوم انسانوں میں بھی، معصوم انسانوں یعنی انبیاء و رسل علیہم السّلام کے اختلافِ مدارج کو قرآنِ حکیم نے ان حکیمانہ الفاظ میں بیان کیا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ

"یہ خدا کے فرستادہ رسول ہیں۔ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے"۔

جب ان معصوم انسانوں میں اختلافِ مدارج موجود ہے، تو پھر ان غیر معصوم انسانوں میں، جنہیں صحابۂ کرام سرکارِ رسالت ﷺ کے معزز الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اختلاف

مدارج کیوں نہیں۔ صحابہ کرامؓ بھی آخر انسان ہیں اور مسلمانوں
نے متفقہ طور پر انہیں غیر معصوم انسان تسلیم کیا ہے۔ اس
لیے بعض مسلمانوں کا یہ نظریہ کہ مراتب صحابہ میں مساوات
ہے یا کہ وہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ جس کسی کی بھی پیروی
کر لی جائے موجب ہدایت ہے۔ ایک ایسا نظریہ ہے
جو قانونِ فطرت کے بھی خلاف ہے، عقلیات کے بھی منافی
ہے، واقعات سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور مسلمات سے بھی
متعارض ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہ اختصاص اور یہ طرۂ امتیاز
ہے کہ انہوں نے صحبتِ رسالتؐ سے فیض حاصل کیا
اور دربارِ رسالتؐ میں حاضر رہ کر تعلیم سے مستفیض
ہوئے۔ جب انبیاء علیہم السّلام ہیں، جو معصوم ہیں اور
متعلّم بتعلیم الٰہی ہیں، عصمت کے باوجود اختلافِ مدارج
موجود ہے، تو پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو غیر معصوم ہیں
ان میں اختلاف نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام میں ان کی عصمت
کے شایانِ شان اختلافِ درجہ ہے، تو صحابہ کرامؓ میں ان

کی عدمِ عصمت کے مقتضا اختلافِ مدارج ہونا لابد ہے۔ ایک ہی استاد کے زیرِ تعلیم طلّاب میں اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلافِ انفرادی کا موجب اختلافِ استعداد، اختلافِ صلاحیت، اختلافِ قابلیت، اختلافِ ادراک و تعقّل، اختلافِ سن و سال اور اس کے اثرات اور ایسے ہی اور بہت سے اختلافات ہوں گے۔ سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفداء نے جو معلّمِ ربّانی تھے، اپنے فیوضِ علمیہ، اپنے تاثراتِ شخصیہ سے اس جماعتِ صحابہ رض کو اس طرح مستفیض فرمایا، جو فیض پہنچانے کا حق تھا، مگر ان کا استفادہ بقدرِ استعداد، بقدرِ ادراک، بقدرِ شخصیت بقدرِ مناسبتِ سن و سال، بقدرِ توارثِ صفات بقدرِ ماحولِ گذشتہ، بقدرِ زمانۂ استفادہ، بقدرِ استحکامِ سیرت، بقدرِ اوصافِ ذاتی خلوص و وفا و عقیدت وغیرہم تھا۔

ان حقائق کی روشنی میں تمام صحابہ کرام رض کو مساویانہ درجہ دینا محض عقیدت ہے۔ ایک محقق کے لئے ضروری ہے کہ اس آزادی

روشنی کے زمانے میں ریسرچ کرے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ہر صحابی کا درجہ معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کو پیشِ نظر رکھئے:-

١- یہ صحابی کس عمر میں حاضرِ دربارِ رسالت ہوئے، ایمان کے شرف سے مشرف ہوئے، تعلیم و تعلّم کو شروع کیا اور وہ عمر ذہنی طور پر کس قدر استفادہ کی صلاحیت رکھتی تھی؟ آیا ایسی عمر تو نہیں تھی، جہاں استعدادِ تحصیل بہت کم رہ جاتی ہے۔

٢- استفادہ کے لئے کس قدر موقعہ ملا- یہ امر اس صحابی کی قربتِ رسالتؐ، اس کے مشاغل اور اس کے جذبۂ تحصیل پر منحصر ہے۔

٣- ان بزرگوار کا توارثِ صفات کیا تھا؟ اور وہ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہونے سے پہلے کیسے ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے اور اُن کا پیشہ کیا تھا اور اس پیشہ کے اثرات کیا ہو سکتے ہیں؟

www.khwajalateefansari.com

۴- واقعات کے لحاظ سے ان کا ذہنی درجہ کیا ثابت ہوتا ہے؟ ادراک و تعقّل کس حد تک موجود تھا۔ آیا وہ کسی ایسے گروہِ صحابہؓ سے تو نہیں تھے، جو سرکارِ رسالتؐ کے کلام کو بھی اچھی طرح سے سمجھ نہیں سکتے تھے اور دربارِ رسالتؐ سے باہر آ کر صاحبانِ علمِ لُدنی سے دریافت کیا کرتے تھے کہ ابھی ابھی سرکارِ رسالتؐ نے کیا فرمایا ہے؟ ایسے افراد کی دربارِ رسالتؐ میں موجودگی قرآنِ حکیم سے ثابت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

ومِنهُم من يستمع اليك حتّى إذا خرجوا من عندك قالوا للّذين اوتوا العلم ماذا قال انفا (سورۃ محمدؐ آیت ۱۸)

ترجمہ :- ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو تیرا کلام غور سے سنتے ہیں اور جب وہ تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو پھر ان لوگوں سے کہتے ہیں، جن کو علم عطا کیا گیا ہے کہ ابھی رسولؐ اللہ نے کیا فرمایا ہے؟

۵- ان بزرگوار کی سیرت میں نمایاں جبلّت کونسی ہے؟ اور اس جبلّت کا کس قدر تزکیہ ہوا- اسے ان کی سیرت کے واقعات بتلائیں گے؟ مثلاً اگر ان میں غصّہ اور نزاع پسندی کی جبلّت افراط میں تھی، تو بعد فراغت تعلیم ان کی سیرت میں خشونت وغیرہ تزکیہ کی صورت میں نظر آتی ہے۔ یا اسی افراط میں جلوہ نما ہے۔ چونکہ تعلیم سے بھی مقدّم رسولؐ اللہ کا فریضہ ان افرادِ انسانیہ کا تزکیہ تھا۔ جیسا کہ آیۂ مبارکہ سے ظاہر ہے:-

ھوالّذی بعث فی الامیّین رسولاً منھم
یتلوا علیھم اٰیاتہٖ ویزکّیھم ویعلّمھم
الکتاب والحکمۃ (سورۂ جمعہ)

ترجمہ:- خدا وہ ہے جس نے اہلِ مکّہ میں انہیں میں سے رسولؐ بھیجا، تاکہ ان پر آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرے، ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب وحکمت

کی تعلیم دے۔

۶- اسلام نے جو مرکزی باتیں تحریک و تدوینِ جبلّت کے لئے تجویز فرمائی تھیں، آیا انہوں نے انہی کو مرکزِ تاثر رکھا یا اسے بدل کر احداث کیا اور اپنی طرف سے مرکزِ تاثر قرار دے لیا۔ مثلاً اسلام نے خدا کو سب سے بڑا مرکزِ تاثر قرار دیا ہے آیا انہوں نے وطنیت، قبیلہ پروری، قبائلی عصبیت وغیرہ کو تو مرکزِ تاثر نہیں بنا لیا۔

۷- انہیں بعدِ زمانۂ رسالت کیسے صورتِ حالات سے واسطہ پڑا، ان حالات سے وہ اپنی فراست، اپنی شخصیت، اپنے استفادۂ تعلیمِ رسالت سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے - آیا وہ زمانے کی رو میں بہہ گئے یا انہوں نے اس سیلاب کے مقابلہ میں اپنی قوتِ ارادیہ کو مدافعانہ حیثیت سے پیش کیا۔ ان پر ان حالات کے کیا اثرات تھے، آیا ان اثرات نے انہیں مراکزِ تاثراتِ اسلامیہ سے بعید تو نہیں

ہونے دیا۔

۸۔ ان بزرگوار صحابی کی سیرت میں استقلال جیسا عنصر کہاں تک موجود تھا۔ اس کے لئے زمانۂ رسالتؐ کے غزوات ایک اعلےٰ معیار ہیں۔

۹۔ ان صحابیٔ محترم کی سیرت میں استحکام سیرت کا کیا عالم تھا؟ اس کیفیت کا جلوہ ملکی، معاشرتی اور تمدنی انقلابات کے آئینہ میں نظر آئے گا۔ خود ان کی سیرت پکار اُٹھے گی کہ انھوں نے سرکارِ رسالت کے اوامر و نواہی پہ کہاں تک عمل کیا۔

صحابۂ کرامؓ کی عدمِ عصمت کے متعلق ہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا بیان ان کی مشہور کتاب تحفۂ اثنا عشریہ سے پیش کرتے ہیں:۔

"نزدِ اہلِ سنت عصمت خاصۂ انبیاء است صحابہ را معصوم نمی دانند۔ لہٰذا حضرت امیرؑ و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند۔ خود جناب

پیغمبر مسطح را کہ از اہلِ بدر بود وحسان بن ثابت
را زیرِ حدِ قذف گرفتہ اند و کعب بن مالک
ومرادہ بن ربیع و ہلال بن امیّہ را کہ دو کس
از ایشان حاضرِ غزوۂ بدر بودند در سزائے
تخلف از غزوۂ تبوک تا پنجاہ روز مطرود و
مغضوب داشتہ اند و ماعز اسلمی را رجم فرمودہ
و بسیارے را حدِ شرب فرمودہ اند۔

(بجواب طعن پنجم از مطاعن حضرت ثالث)

ترجمہ :۔ اہلِ تسنن کے نزدیک عصمت خاصۂ انبیاء
ہے۔ وہ صحابہ کو معصوم نہیں جانتے، اس لئے
حضرت امیر[ع] اور شیخین نے بعض صحابہ پر حد
جاری کی ہے۔ جناب پیغمبر[ص] نے مسطح پر، جو اہلِ
بدر سے تھا اور حسان بن ثابت پر تہمت زنا
کی حد جاری کی (حالانکہ قذف یعنی کسی کو متہم
بزنا کرنا کبائر سے ہے)۔ کعب بن مالک،

مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کو غزوۂ تبوک
سے روگردانی پر پچاس روز تک معتوب رکھا
(حالانکہ ان میں سے دو ایسے تھے جو بدر کی
لڑائی میں موجود تھے) ماعز اسلمی کو سنگسار فرمایا
اور بہت سے صحابہ کو شراب پینے کی سزا دی۔

۱۰۔ آیا ان صحابئی محترم میں اعلیٰ شخصیت کے امتیازات،
خلوص، عقیدت، وفا، ہر دلعزیزی اور ان اوصاف
کا متوازن تناسب کہاں تک موجود تھا۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اِن دس امور میں صحابہ کرام رضؓ کے متعلق ریسرچ مشکل
نہیں ہے، کیونکہ اس کے لئے علمِ رجال کی کتابیں بھری پڑی
ہیں، جن میں صحابہؓ کرام پر جرح و تعدیل تنقید و انتقاد موجود
ہے۔ اگر صحابہ مساوی الدرجہ مان لئے جاتے اور سب صحابہ
کو عدول سمجھ لیا جاتا، تو پھر علم رجال میں تنقید کی ضرورت ہی
نہیں تھی۔

لیجئے اب ہم بعض صحابہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ان کی سیرت کو اپنے لئے سبق آموز بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وما توفیقنا الّا باللہ وھو ولی التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

العبد المفتقر الی اللہ الباری
ابو الفضل محمد لطیف الانصاری

www.khwajaatefansari.com

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہٗ

کے حالاتِ زندگی

www.khwajalateefansari.com

باب ۱

وطن فارس

فارس کے امتیازات

حضرت سلمانؓ کا وطن فارس یا پارس ہے، جس کی وجہ سے وہ سلمانؓ فارسی مشہور ہیں۔ فارس نہایت سرسبز وشاداب اور خوش مناظر ملک ہے۔ اس کے قدرتی مناظر کو حضرت حافظ شیرازیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنّت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلّی را

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رودِ رکنا باد اور مصلی کی سیرگاہ اس قدر شاعر کے لئے دلربا ہیں کہ وہ انہیں جنّت پر ترجیح

www.khwajalateefansari.com

دے رہا ہے۔

جہاں یہ سرزمین قدرتی مناظر کے جمال سے مالا مال ہے، وہاں حسن و جمالِ انسانی کے لحاظ سے بھی نہایت دلکش و دلربا ہے۔ چنانچہ پارس کے اس امتیاز کو شاعر نے ان الفاظ میں سراہا ہے ؎

خوبانِ پارسی گو بخشندگانِ عمر اند
ساقی بدہ بشارت پیرانِ پارسا را

ایسی سرزمین کے اثرات جہاں انسان کے جسمانی کوائف پہ اثر انداز ہوتے ہیں، وہاں انسانی دل و دماغ کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

چنانچہ اہلِ فارس فہم و فراست، ذہن و ذکاوت میں ایک شانِ امتیاز رکھتے ہیں۔ چنانچہ انسانیت کے نبض شناس نباضِ یگانہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایرانیوں کی فہم و فراست کا ان الفاظ میں اعلان فرمایا ہے:-

www.khwajalateefansari.com

لوکان الایمان فی الثریا لوجدوا الفوارس

یعنی اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی پہ بھی ہو تو فارس کے باشندے اس کے حصول کے لئے وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔

اہلِ فارس ویسے بھی ذہین و ذکی، فہیم و دانشمند تھے۔ اسلام نے ان کی ان امتیازی خوبیوں کو اور جلا دی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس مردم خیز سرزمین نے چوٹی کے مفکرین و فلاسفہ عظیم ادیب و شعراء، محدثین و مفسرین، ماہرینِ علوم و فنون پیدا کئے، جنہوں نے خطۂ متبرکہ عرب کے باشندوں کے دوش بدوش وہ خدمتِ دین کی جو قیامت تک یادگار رہے گی۔

کافی میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے :-

اللہ لم یزل منہ قبض نبیہٗ ھلم جراً یمد ھذا الدین علیٰ اولاد الاعاجم۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یوم وفات رسول اللہ

www.khajaateeqansari.com

سے آج تک خدا ہمیشہ اس دین کی مدد ایرانیوں کی امداد
سے کرتا رہا ہے۔

علامہ طبرسی نے آیۂ مبارکہ وَاِن تتولوا یستبدل غیکم
کی تفسیر میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ کے
اصحابؓ میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کون
لوگ ہیں، جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے؟ سلمانؓ
رسول اللہ کے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے جسم پر ہاتھ مار کر کہا،
یہ اور اس کی قوم اگر ایمان ثریا میں بھی لٹک رہا ہوگا تو فارس
کے لوگ وہاں سے بھی اتار لائیں گے۔ (نفس الرحمٰن صہ۳۲)

مشکوٰۃ المصابیح میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ ہم رسول
اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب سورۂ جمعہ نازل ہوئی
اور جب یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی:۔

"واخرین منھم لما یلحقوابھم"

اور ان میں سے آخری لوگ جب وہ ان سے ملحق
ہوں گے۔

www.khwajalateefansari.com

تو لوگوں نے دریافت کیا، یا رسولؐ اللہ! یہ لوگ کون ہیں؟ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت سلمان فارسیؓ ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ سلمانؓ کے کندھے پہ رکھا اور فرمایا، "ایمان اگر ثریا ستاروں میں بھی ہو تو یہ شخص اور اس کی قوم کے لوگ وہاں سے بھی اسے پالیں گے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (نفس الرحمٰن صـ۳۲)

تہذیب میں حضرت سلمانؓ کی زیارت کے متعلق اس طرح مرقوم ہے:۔

السلام علیك یا من قال له سید الخلق من الانس والجان انت منا اهل البیت۔

تجھ پر سلام ہو، اے وہ شخص کہ جس کے لئے مخلوقات انس و جان کے سردار (محمد مصطفیٰؐ) نے فرمایا تو ہم اہلِ بیت سے ہے۔

پس انسان کو ایسی ہستی کی زیارت سے مشرف ہونا چاہیئے۔ (نفس الرحمٰن صـ۳۲)

www.khwajalateefansari.com

خیثمہ جعفی سے منقول ہے کہ میں خدمت امام جعفر ابن محمد الصادقؑ میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا، اے خیثمہ! ہمارے موالی یعنی غلاموں کو ہمارا سلام پہنچا دینا اور انہیں یہ بتلا دینا کہ ان کے لئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اسے نہیں پا سکتے۔ اگر پا سکتے ہیں تو صرف عمل سے پا سکتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے حضرت سلمانؓ کے متعلق فرمایا ہے کہ سلمانؓ ہم اہلِ بیت میں سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اس نے فہم و فراست سے ہماری معرفت اور ہمارا عرفان حاصل کیا اور ہماری ولایت کا اقرار کیا اور اس پر عمل کیا۔

(تفسیر فرات، نفس الرحمٰن ص ۳۲)

سلمانؓ کے مِنّا اہل البیت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اہل البیتؑ کا کامل طور پر مطیع و فرمانبردار متبع تھا اور سلسلۂ اوصیا کا ایک فرد تھا۔ اس لئے لوگوں پر فرض ہے کہ وہ اتباع اہل بیت علیہم السلام میں اس کی پیروی کریں اور سلمانیؓ فہم و فراست سے اتباع اہل البیت علیہم السلام کو اختیار کریں

اور سلمانؓ کی طرح سرکارِ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے سوا دین میں کسی غیرِ معصوم کا اتباع اختیار نہ کریں۔

یہ ایک ایران کی فہم و فراست ہے، جس سے وہ مثا اہل البیت جیسے ارفع و اعلےٰ مقام پر فائز ہوا۔ اغلباً اس فہم و فراست کی خصوصیت کی وجہ سے اس مبارک سرزمین کو فارس یعنی خطۂ فہم و فراست کے مبارک نام سے نامزد کیا گیا۔ زبان کی سلاست و حلاوت، دلربائی اور شیرینی بھی اس محترم خطۂ زمین کا ایک امتیاز ہے۔ چنانچہ مشہور ضرب المثل ہے :-

ایرانیہا زبانے میدانند کہ مار را از سوراخ بیرون آرد۔

"ایرانی ایک ایسی زبان رکھتے ہیں، جو سانپ کو سوراخ سے باہر لے آتی ہے۔"

حضرت حافظِ شیراز نے حاکم بنگالہ کی استدعا پر اپنی غزل ان الفاظ کے ساتھ بھیجی تھی ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند ٭ ایں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

ایرانیوں کو شجاعت میں بھی ایک امتیاز حاصل تھا۔
"فرس" عربی میں گھوڑے کو کہتے ہیں اور فارس کے معنی شہ سوار
کے ہیں۔ میدانِ جنگ کے بہادروں کو "فوارس الھیجاء"
کہتے ہیں۔ اغلباً فنونِ جنگ کی مہارت کی وجہ سے بہادروں
کا یہ قطعۂ زمین فارس کہلایا۔

اہلِ فارس میں توارثِ صفات کی رفعتیں بھی تھیں۔ یعنی
سیرت کی بلندیاں اور کردار کی عظمتیں، عالمگیر اور اٹل قانونِ
توارث سے انہیں ورثہ میں ملی تھیں۔ چنانچہ سرکارِ رسالت محمد
مصطفٰے ارواحنا لہ الفداء نے ان کی اس خوبی کی طرف اس
طرح اشارہ فرمایا ہے:۔

من عباد اللہ تعالٰی خیرتان فخیرۃ من العرب
قریش ومن العجم فارس۔ (تاریخ ابن خلکان)
(ترمذی ربیع الابرار زمخشری)

خدا کے بندوں میں دو گروہ منتخبِ روزگار ہیں۔ عرب
میں چُنے ہوئے قریش ہیں اور عجم میں چُنے ہوئے اہلِ فارس

www.khwajaatefansari.com

ہیں۔ یہی وہ بلندیٔ تواریث ہے، جس کی وجہ سے قدرت نے فارس کی شہزادی حضرت شہربانو دختر کسرئ ایران کو معدن امامت قرار دیا اور جن اسباب کی بنا پر ایران میں اسلام کو فروغ ہوا، اُن میں ایک بڑا سبب خاندان رسالتؐ سے یہ رشتہ تھا۔ ایرانیوں میں کردار کی خوبیوں کے ساتھ سیرت کی بعض خامیاں بھی تھیں۔ ان کی ایک بڑی خامی نسلی عصبیت اور ملکی تبختر و غرور اور جذبۂ برتری تھا۔ چنانچہ وہ اہلِ عرب کو اپنے سے حقیر سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب عربوں نے فارس کو فتح کیا، تو ایرانی شاہزادہ نے عربوں سے نفرت اور اپنے جذبۂ برتری کا جو اظہار کیا ہے' اسے فردوسیؒ نے شاہنامہ کے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے ۔

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار ❖ عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیان را کنند آرزو ❖ تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

ترجمہ:۔ اُونٹ کا دُودھ پینے والے اور گوہ کا گوشت کھانے والے عربوں کی نوبت اب یہاں تک جا پہنچی ہے

کہ وہ کیانیوں کے تخت کی تمنّا اور آرزو کر رہے ہیں۔

اے گردش کرنے والے آسمان تجھ پر تف ہو۔

ایسی نسلی عصبیت رکھنے والی قوم جب کہ ان کے لئے مفتوح ہونے کا جذبۂ انتقام بھی مسلمانوں کے خلاف مشتعل ہو چکا تھا، کبھی مسلمان نہ ہوتی اور ان کی فراست، جس سے وہ ثریّا سے ایمان حاصل کر سکتے تھے، انتقامی جذبات کی رو میں بہہ جاتی اور وہ کبھی کلیتہً مسلمان نہ ہوتے، لیکن قدرت نے ایرانی ملکی عصبیت کی تطہیر اور ایرانی جذبۂ برتری کے تزکیہ کا یہ اہتمام کیا کہ عرب کے چُنے ہوئے خاندان قریش کی شاخِ رسالتؐ سے امام حسین علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اور عجم کے چیدہ خاندانِ فارس سے شاہزادی شہر بانو کو چُنا۔ اور ان کے بطن سے وہ سلسلۂ ہدایت جاری ہوا، جس میں گیارہ امام ہوئے۔ چونکہ ایرانیوں کو اس سلسلۂ رشد و ہدایت میں اپنی نسلی رفعتوں کی جھلک بھی نظر آئی۔ اس لئے انہوں نے اسلام کے مختلف مکاتیب میں سے اس مکتبِ خیال کو اپنایا

www.khwajalateefansari.com

جو ننھیالی لحاظ سے فارس سے مربوط تھا۔

عدل کا نوشیروان کی آل کو یہ پھل ملا
بنتِ کسریٰ سیّدِ سجّاد کی ماں ہو گئیں

(نجم آفندی)

اسی لئے حضرت سیّد الساجدین، زین العابدینؑ علی ابن الحسینؑ کو ابن الخیرتین کہتے ہیں۔ سیّد سجاد کو اپنی اس کنیت پر ناز ہے۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں:-

انا ابن الخیرتین۔ (مجالس السنیہ الجزء ۵ ص۲۴۷)

"میں دو چنے ہوئے خاندانوں کا بیٹا ہوں"۔

آپ نے توضیحاً یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:-

فانا الخیرہ و ابن الخیرتین یرید خیرۃ اللہ من العرب ھاشم و من العجم فارس۔

(مجمع البحرین باب الراء ما قوله انی ص۲۴۷)

ترجمہ:- میں چیدہ بھلائی ہوں اور دو چیدہ بھلائیوں کا بیٹا ہوں۔

اس سے آپ کی مراد عرب سے اللہ کا چنا ہوا خاندانِ ہاشم
اور عجم سے خاندانِ فارس۔

الاسود الدئلی صحابی جناب امیر علیہ السلام اور جامع نحو نے
اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

وان غلاماً بین کسریٰ وھاشم
لاکرم من نیطت علیہ التمائم

"وہ فرزند جو ہاشم اور کسریٰ سے پیدا ہوا اس پر
شرافت تمام ہوگئی"۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے جس خطۂ ارض کو اپنی بے پایاں
نعمتوں، زرخیزی و شادابی، حسن و جمال اور فہم و فراست سے
مالامال کیا تھا۔ اس کے رہنے والوں کی ذہنی اور روحانی
نشوو ارتقا کا بھی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حکیم اسلام حضرت علی
مرتضیٰ ارواحنا لہ الفدا نے اپنے خلافتِ ظاہری کے زمانے
میں دارالخلافہ کو تبدیل کیا اور مدینہ طیبہ کی بجائے کوفہ کو
دارالسلطنت بنایا۔ اس تبدیلی کی بہت سی وجوہات تھیں۔

ان میں سے ایک اہلِ فارس کا ذہنی اور روحانی نشو و ارتقا تھا۔ کوفہ اس زمانے میں عرب و ایران کے درمیان بین الاقوامی تجارت گاہ (انٹرنیشنل مارکیٹ) تھی۔ ایرانی یہاں کاروبار کے لئے بہ تعدادِ کثیر آتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے خطبات سے مستفید ہوتے اور علم و عمل کی دولت سے مالا مال ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوتے تھے۔ اس کا نتیجہ خدام الدین کی ایک جماعت کی صورت میں نمایاں ہُوا، جس نے اسلام کو علم و حکمت سے رنگ دیا۔

ایرانیوں نے، جن کے سردار حضرت سلمان فارسیؓ تھے، رفتہ رفتہ اولادِ علی مرتضیٰ علیہم السّلام سے مضبوط و محکم تعلقات پیدا کر لیئے اور ان کی خاندانِ رسولؐ و ذرّیت و عترتِ طاہرہ سے عقیدت و ارادت اور محبّت و مؤدت ہی ان کے علمی ارتقا کا باعث ہوئی۔ ان کی دینی و فنی قابلیت روز افزوں ترقّی کرنے لگی۔ اپنی لیاقت کی وجہ سے وہ سیاسی، علمی، ادارتی اور کشوری اداروں میں داخل ہو کر اپنی بے پایاں صلاحیتوں

کو نمایاں کرنے لگے۔ دورِ حکومت مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ السلام میں انہیں اچھی اچھی اسامیوں پر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ فنونِ علم و ادب میں انہوں نے شایانِ شان فعالیت کا ایسا مظاہرہ کیا، جس سے اسلامی دفاتر کی تنظیم ایرانیوں کے ہاتھوں میں آ گئی۔

(فتوح البلدان ص۶۸)

جنگہائے جمل و صفین و نہروان میں امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں ایرانی کافی تعداد میں موجود تھے اور انہوں نے ان لڑائیوں میں کافی جانثاری کا ثبوت پیش کیا۔ کوفہ میں ایرانیوں کی آبادی بارہ ہزار تھی۔ اس وسیع تعداد کے باوجود عبیداللہ ابنِ زیاد کے لشکر میں ایک بھی ایرانی موجود نہیں تھا۔ انہوں نے بنی امیہ کی حکومت کے خلاف ایسی جد و جہد کو جاری رکھا، جو اموی سلطنت کے زوال کا باعث ہوا۔

احادیث میں ہے کہ حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ

کے ساتھ جو ۳۱۳ مخلصین ہوں گے، ان میں غالب تعداد ایرانیوں کی ہوگی اور سب سے کم تعداد میں عرب ہوں گے۔ یہ تمام کچھ ان کی آلِ محمدؐ سے دوستی، ان کے ذریّتِ طاہرہ سے روابط اور سلسلۂ عالیہ اہلِ بیتؑ سے تعلیماتِ اخلاقی کے حصول کے نتائج ہیں۔ ان کی آلِ محمدؐ علیہم السلام سے مہر و محبّت و عطوفت اور ان کی خاندانِ رسالتؐ کی قدر شناسی ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔

(امیر المومنین۔ تالیف عماد زادہ ص۳۶۸ و ص۳۶۹)

جبران خلیل اپنے مجلہ العرفان مطبوعہ صیدا میں اس طرح رقمطراز ہے:۔

"عربی عناصر نے حضرت علی علیہ السلام کو نہیں پہچانا، یہاں تک کہ عرب کے ہمسایہ ملک فارس سے کچھ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے، جنہوں نے جواہر اور سنگریزوں میں فرق کیا۔ یہ ایرانی ہی تھے، جنہوں نے عظمتِ علویہ کا ادراک حاصل کیا۔

(مجلہ العرفان)

صدرِ اسلام میں اعراب نے، جو زمانۂ جاہلیت کی دشمنی اور عناد میں مبتلا تھے، علی علیہ السلام کو نہیں پہچانا۔ سالہا سال تک مولائے کائنات کا عرفان، عناد و عصبیت اور عداوت کے پردوں میں مستور رہا۔ ایران کو جب مسلمانوں نے فتح کیا۔ ایرانی قوم نے جو ذہن و ذکا اور فہم و فراست میں ممتاز تھی۔ انہوں نے علی علیہ السلام کو سنگریزوں میں ایک نایاب جوہر پایا۔ ان کے عرفان اور ان کی معرفت کی نشر و اشاعت کے لئے کمر باندھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت کی کمک و اعانت کی راہ میں فداکاری اور جاں نثاری کے جذبات کے ساتھ ان کے افکار و اعمال کی اشاعت میں سرگرمِ عمل رہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ایرانیوں نے ہی دنیا کے انسانوں کو علی علیہ السّلام سے متعارف کیا ہے، تو اس میں مبالغہ و اغراق نہیں، کیونکہ اکثر عرب کے شیعہ عربیت کے آداب سے متاثر تھے۔ ایرانیوں نے اپنی خداداد قابلیت

سے پہچانا کہ علی علیہ السلام دانشگاہِ جہان کے بزرگ ترین معلّم ہیں اور ان کے ذریعہ سے ہی ہم صحیح معنوں میں اس ہدایت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں، جیسے حضرت ختمی مرتبت عالمِ بشریت کے لئے لائے تھے اور اسی رہنمائی سے ہم مدنیت و فلاح و بہبودِ انسانیت کے معراجِ کمال پر پہنچ سکتے ہیں۔ (امیرالمومنین لعماد زادہ صفحہ ۳۷)

ایرانیوں نے شیعہ شعراء، شیعہ مفکّرین، شیعہ مصنّفین و مؤلفین کی جو تعداد پیش کی ہے، دُنیا میں کسی اور مُلک کو نصیب نہیں ہوئی۔ علامہ محمّد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعلق ایڈورڈ جارج براؤن نے اپنی تاریخ ادبیاتِ ایران میں لکھا ہے:۔ کہ علامہ مجلسی نے مذہبِ شیعہ کے متعلق اس قدر تصنیفات و تالیفات چھوڑی ہیں کہ ایران میں اگر مذہبِ اہلِ بیتؑ کو مذہبِ مجلسی کہا جائے تو یہ مبالغہ نہیں ہے۔

حضرت سلمان کی ولادت اسی اللہ کی نعمتوں سے مالا مال سرزمین میں ہوئی۔ آپ کا مولد اصفہان ہے۔ کہتے ہیں کہ ان

کی ولادت اصفہان کے محلہ "جی" میں ہوئی۔ بعض نے ان کی ولادت گاہ محلہ رام ہرمز اصفہان لکھا ہے۔ صاحب مجمع البحرین لکھتے ہیں :۔

وسلمان الفارسی معروف ومشہور اصلہ من اصفہان وقیل من موازم۔ (مجمع البحرین ص ۳۰۹)

سلمان فارسی مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ اسلامی اخبار میں سلمان الخیر یا سلمان محمدی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ اکمال الدین میں آپ کا خاندانی نام "روذبہ" اور والد کا نام خشبوذان لکھا ہے۔ جب آپ نے اعلانِ اسلام کیا اور پھر سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلامی کے مصائب سے آزاد کرایا اور آپ کا اسلامی نام سلمان رکھا اور کتاب المنتقی مؤلفہ سعید بن مسعود گازرونی میں لکھا ہے کہ آپ کا اسم گرامی ماھویہ یا مابہ یا بہبود تھا اور آپ کے والد کا بدخشان تھا۔ آپ شاہِ ایران منوچہر کی اولاد سے ہیں۔ (نفس الرحمٰن)

اصل میں وہ اصفہان کے رہنے والے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مرازم کے رہنے والے ہیں۔ بعض کتب میں ہے کہ وہ شیراز کے رہنے والے اور دہقان زادہ ہیں۔

نام ونسب

حضرت سلمانؓ کا خاندانی نام "مابہ" تھا۔

سلسلۂ نسب اس طرح ہے :۔

مابہ بن بوذ خشان بن مورسلان
بن بہبوذان من فیروز بن سہرک

حضرت سلمانؓ ایک مقتدر زمیندار خاندان سے تھے، جو "آب الملک" کے نام سے مشہور تھا۔ یعنی ملک کی عزت و آبرو کا سرمایہ۔ حضرت سلمانؓ جوہرِ قابل تھے۔ ان کی سیرت، جسے ہم تحریر کر رہے ہیں، خود بتلائے گی کہ وہ فارس کی تمام صالح امتیازات کے نمونۂ عمل تھے

حضرت سلمانؓ خوش رنگ، پاکیزہ خد و خال رکھتے تھے۔ مردانہ حسن و جمال میں ممتاز تھے۔ فہم و فراست میں

ذہن و ذکاوت میں یگانہ اور شجاعت میں یکتا تھے سرکارِ محمدؐ
وآلِ محمد علیہم السلام کی سیرت کو اس شان سے اخذ کیا تھا
کہ سلمان کی سیرت کے آئینہ میں ان ذواتِ قدسیہ کو اپنی
ہی ذات کا جلوہ نظر آتا تھا، اس لئے اعلان فرماتے تھے،

سلمان مِنّا اھل البیت

سلمان تو ہم اہلِ بیت سے ہے

www.khwajalateefansari.com

باب ۲

ابتدائی زندگی اور جدوجہد

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(العنکبوت آیت ٦٩ پ ٢١ ع ٣)

"جن لوگوں نے ہماری راہ میں جدوجہد کی انہیں ہم ضرور اپنی راہوں کی ہدایت کریں گے۔"

بچپن

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک مقتدر زمیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندان کے معاشی ذرائع ایسے تھے کہ حضرت سلمانؓ کی ابتدائی پرورش نہایت ناز و نعمت میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ اسی شان و شوکت سے گزرا جس طرح ایک متمول روبا ثروت خاندان کے بچوں کا گزرتا ہے۔ ان کے والد بلند شان

www.khwajaateefansari.com

یا خشبوذان ان سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ ان کی مفارقت انہیں ایک دم کے لئے گوارا نہ تھی۔ چنانچہ لڑکیوں کی طرح انہیں گھر کی چار دیواری سے باہر جانے نہیں دیتے تھے۔

خاندان کا مذہبی شغف

ان کا خاندان زرتشتی عقائد میں شدّت سے عمل پیرا تھا۔ اس خاندان کے رگ و ریشے میں مجوسیت سرایت کئے ہوئے تھی۔ ان کے والد نے ان میں مذہبی شغف پیدا کرنے کے لئے گھر کے آتشکدہ کا انتظام ان ہی کو تفویض کیا ہُوا تھا چونکہ مذہب سے وابستگی ان کی طبیعت ثانیہ ہو چکی تھی۔ اس لئے جب تک زرتشتی دین سے وابستہ رہے۔ مسلک آتش پرستی میں انہیں غلو تھا۔ ان کا یہ عالم تھا کہ آتشکدہ میں آگ بھی بجھنے نہیں دیتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمتہ نے اختصاص میں سرکارِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے:۔

ان السلمان ما کان مجوسیا ولکنه کان مظهرا للشرک لبطنها للایمان

"یعنی سلمان کبھی مجوسی نہیں تھے۔ وہ ایمان کو چھپانے کے لئے اظہارِ شرک فرماتے تھے۔"

ان کی زندگی مذہبی حیثیت سے مجاہدانہ تھی متمول خاندان کے بچوں کے بالکل برعکس تعیش سے بیگانگی اور زہد و اتقا سے وابستگی ان کی زندگی کا شعار تھا۔

ذریعۂ معاش زراعت اور اس کے اثرات سیرت پر

حضرت سلمانؓ کے خاندان کا ذریعۂ معاش زراعت تھا۔ زراعت کے متعلق جب زید بن ہارون واسطی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا، تو حضورؑ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:۔

الزارعون کنوز اللہ فی ارضہ وما فی الاعمال شئی احب الی اللہ من الزراعۃ وما بعث اللہ نبیا الا زراعا الا ادریس انہ کان خیاطا

(مجمع البحرین طریحی باب العین ما اولہ الزا ص۳۵۳)

www.khwajatateeransari.com

یہ کسان خدا کی زمین پر خدا کے خزانے ہیں۔ خدا کو کوئی عمل زراعت سے زیادہ پیارا نہیں۔ خدا کے فرستادہ تمام انبیاء علیہم السلام کسان تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔" سب سے بڑی کیمیا زراعت ہے۔ (فروع کافی جلد ۲ صد ۹۹)

زراعت کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ رب العزت نے اپنی ذات کو زارع کہا ہے:-

ءَ اَنتم تزرعونہ ام نحنُ الزارعون ہ

"کیا تم زراعت کرتے ہو یا ہم زراعت کرنے والے ہیں"۔

اگر ایک سلیم الفطرت انسان پیشۂ زراعت اختیار کرے، تو اس کی سیرت پر صالحانہ اثرات کا ہونا نہایت ضروری ہے، جو اس محبوبِ خدا پیشہ کے لوازم ہیں:-

ا۔ کسان محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں اور ہمیشہ مصروفِ جدوجہد رہتے ہیں اور مصروفِ جدوجہد رہنا ہی اصل حیات ہے اور انسانی ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ زندگی جدوجہد

چا ہتی ہے، اس لئے ارتقا کے بنیادی اصولوں میں

تنازع للبقا STRUSGLE FOR EXISTANCE

تیسرا اہم اصول ہے۔

قرآن حکیم کا زریں اصول جہد جہد ہے۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ

"انسان کے لئے صرف وہی کچھ ہے، جو وہ جہد جہد سے حاصل کرے۔ کاہلی اور سستی اسلام میں منافیٔ ایمان ہے۔

چہ پرسی از کجا ئم چیستم من + بخود پیچیدہ ام تا زیستم من
درین دریا چو موجِ بیقرارم + اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

"کیا پوچھتے ہو میں کون اور کہاں سے ہوں، جب تک میں زندہ ہوں ذاتی طور پر پیچ تاب کھا رہا ہوں۔ اس دنیا کے سمندر میں بیقرار موج کی طرح سے ہوں۔ اگر میں پیچ و تاب کی زندگی اختیار نہ کروں، تو میں مردہ ہوں۔"

سستی اور کاہلی کی زندگی خود داری کی زندگی نہیں ہے

بے خلش ہا زیستن نا زیستن + باید آتش در تہ پا زیستن

زیستن اینگونہ تقدیر خودی است + از ہمیں تقدیر تعمیر خودیست

"بے خلش جینا نہ جینا ہے بے تابی سے جینا چاہئے۔

ایسی زندگی خودی کی زندگی ہے اور اسی انداز سے خودی کی

تعمیر ہوتی ہے۔"

اسلام ایک ایسی ملت کی تخلیق چاہتا تھا، جو ہر وقت

سرگرم عمل رہے اور تخلیق اشیاء سے غافل نہ ہو۔ تساہل، کاہلی

اور آرام و استراحت کو عار سمجھے۔

نیاساید ز کار آفرینش + کہ خواب و خستگی بر وے حرام است

"تخلیق کے کام سے آرام نہ لے کہ مسلم پر نیند اور تھکن

حرام ہے۔"

حضرت سلمانؓ ایک کسان گھرانے کے چشم و چراغ

تھے۔ اس لئے محنت و جفاکشی کے عادی تھے۔ یہ جفاکشی

جستجو کے حق میں ان کے کام آئی اور وہ شدید ترین مصائب

کو برداشت کرتے رہے۔

www.khwajalateefansari.com

۲- کسان میں ایمان بالغیب کا ملکہ راسخ ہوتا ہے۔ وہ اپنی متاعِ عزیز یعنی فصل کا بیج خاک میں ملا کر چلا آتا ہے، کیونکہ اسے یقین ہے کہ اس کائنات میں ایک غائبانہ طاقت کام کر رہی، جو ایک دانہ کو ستر یا سات سو بنا دے گی اور اس کا عادلانہ رویّہ بھی ہے کہ وہ نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہ لا یضیع اجرَ المحسنین۔

۳- اس کا توکّل علی اللہ مثالیہ ہے۔ وہ توکّل کا بہترین نمونۂ عمل ہے۔ وہ اس بھروسہ پہ کہ اللہ میری محنت کو اکارت جانے نہیں دے گا، برابر مصروفِ جدوجہد رہتا ہے۔

۴- کسان محسنِ خلق ہے، جو اپنے خون پسینے کی کمائی سے بنی نوعِ انسان کے لئے ایسی ضروریاتِ زندگی مہیا کرتا ہے، جن پہ انسانیت کے بقا کا انحصار ہے۔

پیشے کے اثرات انسانی سیرت پہ ہوتے ہیں۔ اللہ نے

www.khwajalateefansari.com

حضرت سلمانؓ کو ایک ایسے خاندان میں پیدا کیا، جس کا پیشہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ تھا۔ حضرت سلمانؓ نے سیرت کی ان نعمتوں کو جو اس پیشے کے ثمرات ہیں، نشو و ارتقاء دے کر جزوِ کردار بنا لیا۔

حسنِ اتفاق اور پہلا انقلاب

حضرت سلمانؓ کے والد ہمیشہ اپنی زرعی اراضی کے امور کو بذاتِ خود نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ تعمیرِ خانہ کے شغل میں مصروف تھے، کھیت میں خود نہ جا سکے، اس لئے زرعی امور کی انجام دہی کے لئے حضرت سلمانؓ کو بھیج دیا۔

حضرت سلمانؓ زرعی اراضی کی طرف روانہ ہوئے، حسنِ اتفاق سے اسی راہ میں ایک کلیسیا (گرجا گھر) تھا۔ عبادت کا وقت تھا۔ پابندِ عبادت عیسائی حضرات مصروفِ عبادت تھے۔ عبادت کی صدائیں اس معبد سے بلند تھیں۔ ان آوازوں سے متاثر ہو کر حضرت سلمانؓ

اس عبادت گاہ میں گئے۔ انہیں نصرانی طریقِ عبادت پسند آیا۔ دینِ عیسویٰ کے حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ جستجوئے حق میں یہ ان کا پہلا قدم تھا۔

حضرت سلمانؓ جنابِ مسیح علیہ السلام کے وصی تھے اور وہ مجوسی والدین کی وجہ سے صحیح عیسویت کو چھپائے ہوئے تھے۔ اس لئے منازلِ اظہار میں سے یہ پہلی منزل تھی اور ایسے اسباب پیدا کرنے کے لئے، جس سے وہ منزلِ مقصود کی طرف بڑھ سکیں، یہ ان کا پہلا اقدام تھا۔

جب انہوں نے عیسائی طریقِ عبادت اور اپنے مجوسی طریقِ عبادت کا موازنہ کیا تو انہیں عیسائی طریقِ عبادت اس قدر بھلا معلوم ہوا کہ بیساختہ زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

"یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔"

حضرت سلمان علیہ الرحمتہ والرضوان پہلے سے ہی صحیح دینِ عیسویت پر قائم تھے۔ بلکہ جنابِ مسیحؑ کے وصی تھے۔ وہ اس عیسوی مذہب پر نہیں جو تغیر پذیر ہو چکا تھا اب اس دین

حق کے علمبردار کو جو زمانۂ غیبت کی زندگی بسر کر رہا تھا، کتمان

پرسے تھوڑا سا پردہ اُٹھانے کا موقعہ ملا اور انہوں نے

نہایت احسن طریقہ سے دعوتِ دینِ حق دی اور ان کی یہ

دعوت ادع الیٰ سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ

الحسنۃ کی تفسیر تھی۔ یعنی انہوں نے حکمت و

موعظہ حسنہ سے خاندان کو حق کی طرف بلایا۔

جادۂ حق پر کمربستہ ہو کر ان عبادت گذاروں سے دریافت

کیا۔ "اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے؟"

جواب ملا، "شام"۔

اس منظر کے بعد سارا دن ان پہ ایک محویت کا عالم

طاری رہا۔ جس کام پہ مامور تھے اور جس پر آمادہ ہو کر گھر

سے نکلے تھے، اس کا خیال تک نہ آیا۔ شام کو جب گھر

پلٹے۔ باپ نے دریافت کیا کہ اب تک کہاں رہے اور

کیا کام انجام دیا؟ عرض کی، ایک عیسائی معبد کے پاس

سے گزر ہوا۔ وہاں پر کچھ لوگ مصروفِ عبادت تھے۔

مجھے ان کا طریقِ عبادت کچھ ایسا پسند آیا کہ غروبِ آفتاب تک میں وہیں محوِ نظارہ رہا۔ باپ نے فرمایا ارے تمہارا مذہب تو اس مذہب سے کئی ہزار درجہ بہتر ہے۔ عرض کیا۔ "واللہ وہ مذہب تو ہمارے مذہب سے کہیں بہتر و برتر ہے۔"

باپ یہ جملہ سن کر بہت سٹ پٹایا۔ اسے یہ خدشہ پیدا ہوا کہ میرا یہ بیٹا آبائی دین کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار نہ کر لے۔ چنانچہ حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنے لختِ جگر کے بیڑیاں ڈال کر اسے قید و بند میں ڈال دیا۔

کر دیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟

اب وصیِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ مصائب و آلام کا آغاز ہوا۔ جو ہر داعی الی الحق کا حصّہ ہے۔

البلاء للولاء۔ محبتِ الٰہی کے لئے ابتلا ضروری ہے۔

جسارتِ اظہارِ حق پیدا ہو چکی تھی۔ اشاعتِ حق کا جذبہ

www.khwajafateehansari.com

دل میں موجزن تھا، اس لئے اپنے ہاں کے عیسوی نمائندوں کو خفیہ طور پر کہلا بھیجا کہ جب شام کا کاروانِ تجارت یہاں پہنچے تو مجھے آگاہ کر دینا اور جب وہ یہاں سے مراجعت اختیار کریں تو بھی اطلاع دے دینا۔ حسب فہمائش عیسائی حضرات حالات کی اطلاع دیتے رہے۔

حضرت سلمانؓ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے، انہوں نے اصل مقصد تک پہنچنے کے لئے یہ رویّہ مصلحت کے طور پہ اختیار کیا تھا۔ جناب سلمانؓ کا جناب عیسیٰ علیہ السلام کا وصی ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے مدینے سے مدائن پہنچ کر انہیں غسل میّت دیا اور یہ ایسی کرامت ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ نبی کے وصی کو یا نبی غسل دیتا ہے یا وصی۔ کوئی اور اسے غسل نہیں دے سکتا اور مدّتِ مدید تک حضرت سلمان کا اظہار دعوت نہ کرنا اور تبلیغِ دین کے فریضہ کو انجام نہ دینا ان کی وصایت کے منافی نہیں ہے۔ امام جعفر صادقؑ سے مروی

ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اس میں سے اڑھائی سو برس ایسے ہیں جس میں کوئی نبی یا عالم ظاہراً تبلیغ کے فرائض انجام نہیں دے رہا تھا۔ یہ زمانہ غیبت تھا۔ یہ جو ہم ان کے حالات ہجرت اور تبدیلِ مذہب کے لکھ رہے ہیں، ان کے ماخذ کتب اہلِ سنّت ہیں۔ ہم ان روایات کو محمول التقیہ سمجھتے ہیں۔

ہجرت اور اظہارِ مذہب

جب شام کا کاروان ان کے وطن سے روانہ ہوا تو یہ بیڑیاں توڑ کر قید سے آزاد ہو کر اس کاروان میں شامل ہو گئے وطن کو خیر باد کہا، ماں باپ کو چھوڑا۔ اظہارِ حق میں گھر بار کی آسائشوں کو ترک کر کے مصائب و آلام و غربت کو اختیار کیا۔ آخر منزلیں طے کرتے ہوئے شام پہنچے اور وہاں کے سب سے بڑے عیسوی عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، مجھے آپ حضرات کا دین پسند ہے، اس لئے مجھے اصطباغ

سے سرفراز فرمائیں اور دینی تعلیم سے مستفید فرمائیں۔ چنانچہ عیسوی دین قبول کیا اور اس نصرانی بشپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ یہ سب جد و جہد اخفائے ایمان کے لئے تھی۔

عالمِ بے عمل

حضرت سلمانؓ آتشکدہ سے نکل کر آسمانی بادشاہت کے دعویدار حضرات کے سایہ میں آئے، تو ایسے عالم سے پالا پڑا، جو بدکردار اور زشت سیرت تھا۔ سوءِ خلق اور حرص و طمع جیسی روحانی مُہلک امراض میں مبتلا تھا۔ لوگوں کو صدقات و مبرات کی ترغیب دیتا تھا اور جب یہ مال اس کے پاس آجاتا تو اسے ضرورت مند مساکین تک پہنچانے کی بجائے خود رکھ لیتا تھا۔ یہاں تک کہ بہت سا سونا اور چاندی اس کے پاس جمع ہو گیا تھا۔ حضرت سلمانؓ، جنہیں قدرت نے نفسِ زکیہ دیا تھا، ان حالات کو دیکھ کر کڑھتے تھے، مگر خاموش تھے، یہاں تک کہ موت

www.khwajalateefansari.com

کے جابر ہاتھوں نے اس کا قصہ تمام کر دیا۔ معتقدین اس کی تجہیز و تکفین اس کے شایانِ شان انجام دینے کے لئے جمع ہوئے۔ اس وقت حضرت سلمان نے اس کے پوست کندہ حالات بیان کئے اور اس کی بدکرداریوں پہ پڑے ہوئے پردے اٹھا دیئے اور ان لوگوں کو جو اس کی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوئے تھے حضرت سلمانؓ نے انہیں اس کے خزائن و دفائن کی راہ دکھائی۔ تلاشی پہ سات مٹکے سونے اور چاندی کے برآمد ہوئے۔ اس انکشاف پر لوگوں نے اسے دفن کرنے کی بجائے صلیب پہ لٹکا کر سنگسار کر دیا۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

حقیقتاً کسی دین کے عالم کا بدکردار ہونا دین کی سب سے بڑی معصیبت ہے۔ عالم کی بدکرداری سے انسانی قلوب سے دین کا وقار اٹھ جاتا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ان شر الشر شرار العلماء وان خیر الخیر
خیار العلماء من قال انا عالم فھو جاھل۔
(بحار الانوار باب ۱ ذم علماء السوء)

"سب سے بڑھ کر شر اور برائی شریر علماء کا وجود
ہے اور سب سے بڑھ کر نیکی اور بھلائی نیک اور
اچھے علماء کا وجود ہے اور فرمایا کہ جو کہتا ہے کہ وہ
عالم ہے، وہ جاہل ہے۔"

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ
میری کمر دین کی ہتک حرمت کرنے والے عالم اور اپنے
کو عالم و پرہیزگار ظاہر کرنے والے جاہل نے توڑ دی،
کیونکہ جاہل اپنے اظہارِ علم و پرہیزگاری سے لوگوں کو دھوکا
دیتا ہے اور ہتک حرمتِ دین کرنے والا عالم اپنے ہتکِ
حرمت سے لوگوں کو فریب دیتا ہے۔

ارشادِ نبویؐ ہے اذا فسد العالم فسد العالم۔

جب عالِم دین فساد میں مبتلا ہو جائے تو تمام عالم میں فساد پھیل جاتا ہے۔

صحبتِ عالمِ باعمل

الغرض حضرت سلمانؓ نے اس اسقف کی رفاقت اختیار کی، جو درحقیقت عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا اور اس پہلے بدکردار کی جگہ مقرر و مامور ہوا تھا۔ عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ خوفِ الٰہی اس کے دل میں اس طرح طاری تھا، جیسا کہ عباد علماء کے دل پہ طاری ہونا چاہیئے۔ عدالت کے زیور سے آراستہ تھا۔ ایسے خدا پرست عالموں کی صحبت ہی بہت بڑی خیر اور بھلائی ہے اور اس قسم کے لوگ ذریعۂ حصولِ خیر ہوتے ہیں۔

جناب سیّد الساجدین علی ابن الحسین علیہما السلام سے سوال کیا گیا کہ خیر (بھلائی) کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

لیس الخیرات یکثر مالک وولدک ولکن الخیر ان یکثر علمک وان یعظم حلمک وان تباھی

الناس بعبادۃ ربک فان احسنت حمدت
اللہ وان اساءت استغفرت اللہ۔

(مجمع البحرین صـ۲۲)

"تیرے مال اور اولاد کی زیادتی بھلائی نہیں، بلکہ بھلائی یہی ہے کہ تیرا عملِ خیر زیادہ ہو اور تیرا حلم عظیم ہو اور لوگ تیری عبادتِ خدا پر فخر کریں۔ جب تُو کوئی نیکی کرے، تو خدا کی حمد کرے۔ جب برائی کرے، تو اللہ سے طلبِ مغفرت کرے۔"

ایک ہندو شاعر تلسی داس گسائیں نے، جس نے رامائین کا ہندی اشعار میں ترجمہ کیا ہے، کہا ہے:۔

سنت سماگم رام کتھا تلسی دربھ دو
سُت دارا اور لکھشمی پاپی گھر بھی ہو

تلسی نیک آدمیوں کی صحبت اور اللہ کی عبادت یہ دو چیزیں نایاب ہیں، اولاد اور دولت تو گنہگاروں کے گھروں میں بھی ہوتی ہے۔

www.khwajaalataforiansari.com

حضرت سلمانؓ اس عالمِ دین کے محاسن پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے انہیں قلبی محبّت ہو گئی۔ آخر اس کی موت کا وقت بھی آپہنچا تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا۔ میرے مُربّی! آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں۔

اس نے کہا اب میرے علم میں کوئی ایسا عالم نہیں جو صحیح معنوں میں دینِ عیسوی کا پیرو ہو، موجودہ زمانے کے عیسائیوں نے مذہب میں تبدیلیاں کر دی ہیں اور اپنے صحیح اصول و عقائد کو ترک کر دیا ہے۔ ہاں البتہ موصل میں فلاں شخص ہے جو اس مذہب کا حقیقی معنوں میں پیرو ہے۔ تم میرے بعد موصل پہنچ کر اس کی زیارت سے مستفیض ہونا اور اس سے نورِ ہدایت حاصل کرنا۔

عالمِ موصل

حضرت سلمانؓ کے دل میں اشاعتِ رشد و ہدایت کے لئے ایک تڑپ تھی وہ حق کے استحکام کے لئے موصل پہنچے۔ اس عالمِ موصل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کی زیارت

سے مشرف ہوئے، آپ بیتی سنائی اور عرض کیا کہ فلاں مرحوم
پادری نے مجھے بتایا تھا کہ عیسویت کے اس قحط الرجال کے
زمانے میں بھی آپ کی ہستی رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ الغرض
اس خدا کے بندے نے حضرت سلمانؓ کو اپنے پاس رکھا۔
حضرت سلمانؓ نے اس کے لئے جیسا کہ سنا تھا، اسے ویسا ہی
متقی و پرہیزگار پایا۔ وہ اس کی صحبت سے فیضان حاصل
کر رہے تھے کہ اس کا بھی وقت آخر آپہنچا۔ حضرت سلمانؓ نے
حسب معمول اس سے بھی استدعا کی کہ وہ اپنے بعد کے لئے
کسی صالح و متقی عالم کے متعلق وصیت فرمائیں۔ اس نے
نصیبین کے ایک عالم حق پرست کا پتہ دیا۔ چنانچہ اس کی
تجہیز و تکفین کے بعد حضرت سلمانؓ نے نصیبین کا سفر اختیار کیا۔

نصیبین کا قیام

حضرت سلمان روحانی جوش اور ولولہ میں نصیبین پہنچے اور
وہاں کی روحانی شخصیت سے ملاقات کی اور اسے اپنے
حالات سے آگاہ کیا اور اس سے موصل کے بزرگ کا

وصیّت کا تذکرہ کیا۔ یہ بزرگوار بھی پہلے دو بزرگوں کی طرح راست باز، راست گفتار اور راست کردار تھے۔ نہایت عابد و زاہد تھے۔ ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ ان کی آخری گھڑی بھی آ پہنچی۔ حضرت سلمانؓ نے حسب معمول ان سے بھی آئندہ استفادہ کے لئے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ عموریہ میں ایک خدا رسیدہ بزرگ قیام پذیر ہیں۔ آپ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

عموریہ میں منزلِ مقصود کی رہنمائی

حضرت سلمانؓ نے عموریہ کی راہ لی۔ وہاں پہنچ کر قیام کیا۔ یہاں پر حضرت سلمان نے چند بکریاں اور گائیں خرید کر ان کے دُودھ کی تجارت کو ذریعۂ معاش بنایا۔ یہ مادی غذا کا وسیلہ تھا اور روحانی غذا کا ذریعہ وہی بزرگ اسقف تھے، جن کے ہاں وہ مقیم تھے۔ خود کما کر کھانا بڑی چیز ہے اور مذہب اسلام یہی چاہتا ہے کہ ہر مسلمان خود کاسب ہو اور دوسروں پر بار نہ ہو جائے۔ خود کما کر کھانے کے

بہت سے مفاد ہیں۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اپنے امداد تمندوں کے لئے ایک نورانی پیغام دیا، فرماتے ہیں:۔

"اس انسان کو بُرا نہ کہو جو اپنے رزق کے لئے کوشاں ہے۔ جو معاش سے محروم ہو جائے گا، اس سے غلطیاں بہت سرزد ہوں گی۔ اے فرزند! فقیر حقیر سمجھا جاتا ہے۔ نہ اس کی بات سنی جاتی ہے اور نہ کوئی اس کے مرتبہ سے واقف ہوتا ہے۔ اگر فقیر سچا ہے تو لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر وہ زاہد ہے، تو لوگ اسے جاہل سمجھتے ہیں۔ اے فرزند! جو فقر کی مصیبت میں مبتلا ہوا گویا وہ چار مصیبتوں میں مبتلا ہوا:۔ (۱) اس کے یقین میں کمزوری آجاتی ہے۔ (۲) اس کی عقل میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ (۳) اس کے دین میں سُستی

آجاتی ہے، حیا کم ہوجاتی ہے۔ ہم فقر کے بارے
میں خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔"

(جامع الاخبار ص ۱۳۸)

سرکارِ رسالتؐ نے ارشاد فرمایا۔

الکاسب حبیب اللّٰہ

"کمانے والا اللّٰہ کا دوست ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

تجارت عقل میں اضافہ کرتی ہے۔ (فروغ کافی)

جنابِ رسالتمآب صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

گرامی ہے۔

زمین کی تہوں میں رزق تلاش کرو۔ (مجمع الزوائد)

حضرت سلمانؓ نے بظاہر عیسائی مذہب کا اعلان کیا

تھا، اس لئے ہر عیسائی کا فرض تھا کہ ان کے لئے زندگی کی

سہولتیں مہیّا کرے، مگر حضرت سلمانؓ کی غیرت کا تقاضا تھا

کہ وہ اختیارِ مذہب کے پردہ میں اپنی معیشت کا سامنا

بوجہ اپنے ہم مذہبوں پر نہ ڈالیں۔ وہ اس الزام سے بچنا چاہتے تھے کہ عوام یہ کہیں کہ انہوں نے مذہب دنیاوی اغراض کے لئے اختیار کیا ہے۔ حضرت سلمانؓ اس اسقف کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہو رہے تھے کہ اسے بھی پیامِ اجل آپہنچا۔ حضرت سلمان نے ان کے دمِ واپسیں اپنا سارا قصہ سنا دیا اور استدعا کی کہ آنے والے زمانے کے لئے زندگی کی کوئی سبیل بتا جائیں۔ اس خدا پرست، راست گفتار اور راست کردار انسان نے حقیقتِ حال کا اس طرح انکشاف فرمایا۔

"بیٹا! میں تمہارے لئے کیا کروں۔ دینِ عیسوی میں اب مجھے اب کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا، جسے تمہاری روحانی رہنمائی کے لئے تجویز کرسکوں۔

البتہ

اب اس نبیؐ کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو صحرائے عرب کے ام القریٰ مکہ سے دینِ حنیف ابراہیم علیہ السلام کو حیاتِ تازہ عطا فرمائے گا اور خرستان

دکھجوروں والی) زمین کی طرف ہجرت فرمائے گا۔
اس کی علامات یہ ہیں:۔
(۱) وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ اپنے لئے
حرام سمجھے گا۔
(۲) اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ
نبوت ہوگی۔
اگر آپ ان کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکیں تو
ضرور کریں۔ آپ دین و دنیا کی سعادتوں سے
سعادت اندوز ہوں گے۔
حقیقت یہ ہے کہ بائیبل یعنی عہدِ عتیق میں بھی اور
عہدِ جدید میں بھی سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفےٰ ارواحنا
لہ الفدا کی ایسی بشارتیں موجود ہیں، جن پہ اگر موجودہ زمانے
کے عیسائی حضرات چند لمحات فکر یہ صرف فرمائیں تو انہیں
حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
نبوت و رسالت کا ثبوت مل جائے گا۔ ان ہی بشارات

www.khwajalateefansari.com

کی بنا پر عیسائی مذہب کی سعید روحوں کو قبلِ رسالتِ ختمی مرتبت ان کی نبوت کا عرفان تھا اور ان سعید روحوں میں سے عموریہ کے یہ بزرگوار بھی تھے، جنہوں نے حضرت سلمانؓ کو راہِ حق کی رہنمائی فرمائی۔

شیخ صدوق علیہ الرّحمتہ اکمال الدین میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کا یہ مختلف شہروں میں مارے مارے پھرنا اور ایک عالم کے پاس سے دوسرے عالم کے پاس جانا اور ایک فقیہ کے پاس سے دوسرے فقیہ کے پاس منتقل ہونا اور رموز و اسرار پہ بحث کرنا اور احادیث و اخبار سے استدلال کرنا۔ قیام قائمؑ سیّد الاوّلین و الآخرین جناب محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفداء کے انتظار میں تھا۔ بعض روایات کی رُو سے یہ کیفیّت ان پہ چار سو برس تک طاری رہی۔ جب انہیں حضورؐ کی ولادت کی بشارت دی گئی اور جب انہیں اس بشارت پہ یقین ہو گیا تو مکّہ معظمہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ حضرت سلمانؓ کا نام روزبہ بن خشنوذان تھا۔ انہوں

نے کبھی مطلع شمس کی طرف سجدہ نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ اللہ کو سجدہ کرتے تھے۔ ان کی نماز کا قبلہ مشرق کی سمت تھا۔ ان کے والدین یہ گمان کرتے تھے کہ وہ ہماری ہی طرح سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کے وصی تھے اور انہوں نے ان امور کو، جو انہیں معصومین سے وصیت ہوا تھا، سمجھایا تھا۔

ہم اپنے عیسائی بھائیوں کے فکر و نظر کے لئے یہاں صرف ایک بشارت پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر حیاتِ مستعار نے مُہلت دی اور توفیقاتِ الٰہیہ شاملِ حال رہیں، تو ہم ان بشارات کو ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع کریں گے۔ وما توفیقی اِلّا باللّٰہ وھو ولی التوفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۳

بشارت رسالت حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفٰےؐ ارواحنا لہ الفدا

تورات استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ میں اس طرح ارشاد ہے :-

"خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبیؐ برپا کرے گا - تم اس کی طرف کان دھریو، اس سب کی مانند جو تُو نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ مَیں خداوند

www.khwajalateefansari.com

اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت
کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں
اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ
کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لیئے ان کے
بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں
گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔
اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا، وہ سب ان
سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں
کو، جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا،
تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن
وہ نبی جو میری ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات
میرے نام سے کہے، جس کے کہنے کا میں نے
اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام
سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے اور اگر
تُو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ

بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں، تو جان رکھ
کہ جب نبی خداوند کے نام سے جو کچھ کہے
اور جو اس نے کہا ہے، واقع نہ ہو یا پورا
نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی، بلکہ
اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے، تو اس سے
مت ڈرے۔

(توریت استثنا باب۱۸ آیت ۱۵ تا آخر باب)

یہ بشارت یوشع علیہ السلام کی بشارتِ نبوّت
نہیں ہے۔ جیسا کہ یہودیوں کا گمان ہے اور نہ ہی بشارت
عیسےٰ علیہ السلام ہے، جیسا کہ پروٹسٹنٹ علماء کا قیاس
ہے، بلکہ یہ بشارت، بشارتِ حضرت ختمی مرتبت
محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اس
امر کی صداقت کے گواہ دس قوی وجوہات ہیں:۔

وجہ ۱:۔ یہ مسلّم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
زمانے میں جو یہودی تھے، وہ ایک دوسرے نبی کے

www.khwajalateefansari.com

تشریف لانے کے بھی منتظر تھے، جس کی بشارت آچکی تھی۔ اور وہ مبشر ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور تھا۔ اس لئے وہ مبشر نہ یوشع علیہ السلام ہوسکتے ہیں نہ عیسیٰ علیہ السلام۔

وجہ ۲:۔ اس بشارت میں تیری مانند کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ اوّلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے تھے اور مسیح علیہ السلام بھی بنی اسرائیل سے۔ کوئی نبی موسیٰ علیہ السلام کی مانند بنی اسرائیل میں سے ہو ہی نہیں سکتا، جیساکہ اسی توریت کی اسی کتاب استثناء آیت ۱۰ باب ۳۴ سے ظاہر ہے۔

پیغمبرے مثل موسیٰؑ از میان بنی اسرائیل مبعوث نخواہد شد کہ خداوند بموسیٰ روبرو تکلّم فرمود (فارسی نسخہ بائیبل مطبوعہ لنڈن ۱۸۵۴ء) یعنی کوئی پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی مانند بنی اسرائیل میں مبعوث نہیں ہوگا۔ جیساکہ خدا نے موسیٰؑ کے ساتھ روبرو تکلّم فرمایا۔

واضح رہے کہ حضرت یوشع اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہے۔ چونکہ حضرت موسیٰ صاحبِ شریعتِ جدید ہیں۔ ایسی شریعت جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ حضرت یوشعؑ ایسے نہیں تھے، بلکہ وہ حضرت موسیٰؑ کے تابع تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام میں کوئی مماثلت موجود نہیں ہے۔ کیونکہ

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے زعم میں اللہ اور رب ہیں، اور تثلیث کی ایک اقنیم ہیں۔ خدا بھی ہیں اور خدا کا بیٹا بھی۔ تثلیث میں اقانیم ثلاثہ باپ، بیٹا، روح القدس ہیں۔

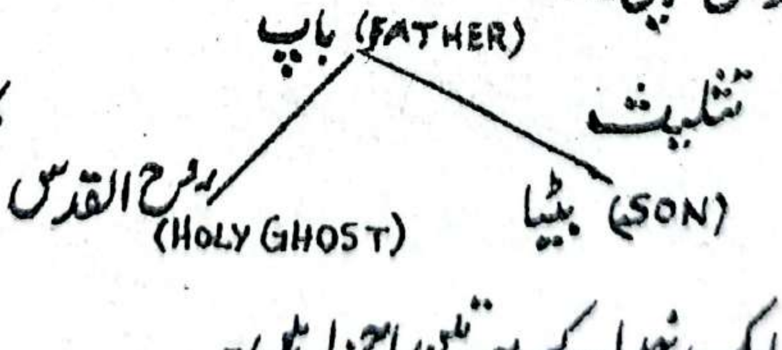

یہ تین مل کر ایک خدا ہے۔

اور ایک خدا کے یہ تین اجزا ہیں۔

اس کے برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام بندۂ خدا، فرستادہ

www.khwajaatoofansari.com

رسول ہیں۔ ظاہر ہے کہ عبد و معبود اور رب و مربوب میں مماثلت
نہیں۔ لیس کمثلہ شی

۲۔ مسیح علیہ السلام (عیاذاً باللہ) عیسائی عقیدہ کی
رُو سے شفاعت خلق کی وجہ سے ملعون ہوگئے جیسا کہ
پولوس رسول کے اس خط سے جو گلیتون کے نام ہے ظاہر
ہے:-

"مسیح نے ہمارے لئے لعنتی بن کر ہمیں مول لے کر
شریعت کی لعنت سے چھڑایا"
(باب ۳، آیت ۱۳)

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعقیدۂ نصاریٰ جہنم میں
داخل ہوئے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ اہل تثلیث کے تیسرے
عقیدہ میں یہ بات داخل ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام جہنم میں داخل نہیں ہوئے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعقیدۂ نصاریٰ سولی
پہ چڑھائے گئے تاکہ اپنی امت کے گناہوں کا کفارہ

www.khwajalateefansari.com

ہو جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام امّت کے گناہوں کے کفارہ میں مصلوب نہیں ہوئے۔

۵۔ شریعتِ موسیٰ علیہ السلام میں حدود و تعزیرات، احکامِ غسل و طہارت ہیں اور خوردنی و نوشیدنی اشیاء کی حلت و حرمت موجود ہے اور شریعتِ عیسوی موجودہ اناجیل کی گواہی پر ان احکامات سے فارغ ہے۔

۶۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں رئیس و مطاع تھے اور ان کے احکام جاری تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا نہیں تھے، نہ انہیں قوم کی ریاست حاصل ہوئی، نہ ہی قوم نے انہیں مطاع سمجھا اور بعقیدہ مسیحین نہ ہی وہ نافذ الامر تسلیم کئے گئے۔

وجہ ۱۳۔ اس بشارت میں الفاظ "ان کے بھائیوں میں سے" استعمال کئے گئے ہیں، بے شک و شبہ بنی اسرائیل اسباط اثنا عشر وہاں موجود تھے۔ اگر مراد یہ ہوتی کہ مبشر ان میں سے ہوگا، تو اللہ تعالےٰ فرماتا "تم میں

ہے۔ نہ کہ "ان کے بھائیوں میں سے"۔ پس اس عبارت کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ مبشّر بنی اسرائیل سے صلبی یا بطنی تعلق نہیں رکھے گا۔ چنانچہ بھائی کا لفظ کئی جگہ حضرت ہاجرہ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے لئے استعمال ہوُا ہے، جن کی نسل سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہیں اور اس کے شواہد حسب ذیل ہیں:۔

* سفر تکوین (پیدائش) باب ۱۶ آیت ۱۲)
وہ مرد وحشی ہوگا کہ اس کا ہاتھ ہر کسی کی ضد میں اور ہر کسی کا ہاتھ اس کی ضد میں ہوگا اور وہ تمام بھائیوں کے سامنے سکونت اختیار کرے گا۔
* سفر تکوین (پیدائش) باب ۲۵ آیت، بھائی کا لفظ انہی معنوں میں اسماعیل کے لئے استعمال ہوُا ہے۔
اور اس کا مسکن تمام بھائیوں کے سامنے واقع ہوُا۔
اسماعیل کے بھائیوں سے مراد آیۂ سابقہ میں بنی اسرائیل ہیں

اور آیہ لاحق میں اولادِ ابراہیمؑ کے بنو عیسو مراد ہیں۔اسی طرح کتاب گنتی باب ۲۰ آیہ ۱۴ میں ہے۔

تب موسیٰؑ نے قادس اور ادوم کے بادشاہ کو ایلچی کے ہاتھ یوں کہلا بھیجا کہ تیرے بھائی اسرائیل نے کہا ہے کہ وہ سب تکلیفیں جو ہم پر آن پڑیں تو جانتا ہے۔

کتاب استثنا باب ۲ آیت ۲ میں ہے۔

پھر خداوند نے مجھے خطاب کرکے فرمایا کہ تم اس پہاڑ کے گرد بہت پھرے اب اُتر کی طرف جاؤ اور تو ان لوگوں سے کہہ کہ تم کو اب اپنے بھائیوں بنی عیسو کے سوانوں پہ ہو کے گزرنا ہوگا۔ وے شعیر میں رہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنی عیسو ہیں۔

بنی اسرائیل کے لیئے بھائی کا لفظ جو توریت میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔ مجازی معنوں میں ہے اور لفظ کا استعمال مجازی معنوں میں جب تک حقیقت متعذر نہ ہو

جائز نہیں ہو گا۔

حضرت یوشع اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے ہیں۔ پس بلا شبہ اس بشارت کا مصداق حضرت یوشع اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بالکل نہیں ہو سکتے۔

وجہ ۴:۔ اس بشارت کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہو گا۔ حضرت یوشعؑ حضرت موسیٰؑ کے سامنے موجود تھے اور بنی اسرائیل میں داخل تھے۔ اور اُسی زمانہ میں وہ نبی بھی تھے۔ پس وہ اس بشارت کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔

وجہ ۵:۔ اس بشارت کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں:۔

"میں اپنے کلام کو اس کے منہ میں ڈالوں گا"

اس سے ظاہر ہے کہ اس نبی کے لئے کتاب نازل ہو گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ نبیؐ امّی اور حافظِ کلام ہو۔ یہ پیشینگوئی یوشع علیہ السلام پر منطبق نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ امّی بھی نہیں تھے اور ان پر کتاب بھی نازل

www.khuwajalateefansari.com

نہیں ہوتی۔

وجہ ۳۶۔ اس بشارت میں یہ امر واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص اس پیغمبر کے کلام کو نہیں سنے گا، تو خدائے منتقم اس سے انتقام لے گا اور یہ امر اس نبی مبشّر کی تعظیم کے لئے ہے اور یہی وہ امر ہے جو اس نبیؐ میں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام میں مابہ الامتیاز ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس انتقام سے مراد دُنیا میں عقوباتِ غیبیہ یا عاقبت میں عذابِ اُخروی ہو۔ یہ بات تو تمام انبیاءؑ کے لئے عمومیت رکھتی ہے کہ ہر نبیؑ کا مُنکر آخرت میں معذّب اور دنیا میں عقوباتِ غیبیہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ پس اس انتقام سے مراد تشریعی انتقام ہے۔ اس کلام سے ظاہر ہے کہ وہ مبشّر نبی منکرین کے انتقام کے ساتھ خدا کی طرف سے مامور ہوا ہے اور یہ بات حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوئی، کیونکہ ان کی شریعت میں نہ جہاد ہے نہ قصاص و تعزیرات

نہ احکام و حدود معیّن ہیں۔

وجہ ۷ :- کتاب اعمال باب ۳، آیہ ۱۹ میں اس طرح مرقوم ہے :-

"پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے پاس سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقدر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں، جن کا ذکر خدا نے دُنیا کے شروع سے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سُننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ اُمّت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

بلکہ سیموئیل سے لے کر جتنے نبیوں نے باتیں
کیں ان سب نے ان دنوں کی خبر دی۔

اس عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ نبی غیر مسیح ہے، چونکہ مسیح کو چاہیئے کہ اس نبی کے ظہور تک آسمان کی سکونت اختیار کئے رہے۔

پطرس کی اس عبارت پر اگر ہر مسیحی بھائی تعصب سے الگ ہوکر اور عصبیت سے خالی الذہن ہوکر غور و فکر کرے، تو سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفدا کی صداقت کے لئے پطرس کا یہ قول کافی ہے۔ اس قول سے پروٹسٹنٹ علماء کے اس خیال کی تردید ہو رہی ہے کہ بشارت میں اس نبی سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔

ہماری ان سات وجوہ سے کامل طور پر ثابت ہوگیا کہ اس بشارت کے مصداق حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

www.khwajateefansari.com

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں امورِ کثیرہ میں مشابہت و مماثلت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی مشابہت و مماثلت بجز نبوّت کے نہیں۔

(۱) حضرت محمد مصطفےٰ عبد اور رسول ہیں	حضرت موسیٰ بھی عبدِ خدا و فرستادہ خدا ہیں	حضرات مسیحیین کے زعمِ باطل میں جناب مسیحؑ عبد اللہ و رسول اللہ نہیں بلکہ اللہ ہیں۔
(۲) حضرت محمد مصطفےٰ ذوالوالدین ہیں یعنی ان کے ماں باپ تھے	حضرت موسیٰؑ بھی ذوالوالدین ہیں یعنی ان کے ماں باپ تھے	حضرت مسیحؑ کے والد نہیں ہیں۔
(۳) حضرت محمد مصطفےٰ صاحبِ زوجہ و صاحبِ اولاد تھے	حضرت موسیٰؑ بھی صاحبِ زوجہ و صاحبِ اولاد تھے	حضرت مسیحؑ نے نہ تو نکاح کیا اور ان کے اولاد ہوئی۔
(۴) حضرت محمد مصطفےٰ	موسوی شریعت ہیں	حضرت عیسیٰؑ کے

www.khwajalateefansari.com

کی شریعتِ مطاہرہ میں سیاسیاتِ مدنیہ ہیں	بھی سیاسیاتِ مدنیہ ہیں	یہاں سیاسیاتِ مدنیہ نہیں ہیں۔
(۵) حضرت محمد مصطفےٰ ماموربجہاد تھے	حضرت موسیٰ بھی ماموربجہاد تھے	حضرت عیسیٰ ماموربہ جہاد نہیں تھے۔
(۶) حضرت محمد مصطفےٰ کی شریعت میں عبادت کے لئے طہارت شرط ہے۔	موسوی شریعت میں بھی عبادت کے لئے طہارت شرط ہے۔	حضرت عیسیٰ کی شریعت میں بزعم نصاریٰ طہارت شرط نہیں ہے
(۷) مذہبِ سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ میں جنب، حائضہ اور نفاس میں مبتلا عورت کے لئے غسل واجب ہے	موسوی شریعت میں بھی ان افراد کے لئے غسل واجب ہے	حضرت عیسیٰ کے مذہب میں بقول مسیحین ایسا نہیں ہے۔
(۸) بول وبراز کی نجاستوں سے کپڑے اور جسم کی	اسی طرح موسوی شریعت میں بھی	حضرت عیسیٰ کی شریعت میں

طہارت محمدی شریعت میں لازم ہے	جسم و کپڑے کی نجاستوں سے طہارت لازم ہے۔	ایسا نہیں۔
(۹) غیر مذبوح حلال جانور کا گوشت اور بتوں کے چڑھاوے کے جانوروں کا گوشت شریعتِ محمدی میں حرام ہے۔	غیر مذبوح اور چڑھاوے کا گوشت شریعتِ موسوی میں بھی حرام ہے۔	عیسوی شریعت میں ایسا نہیں —
(۱۰) محمدی شریعت میں انسان عبادات بدنیہ و ریاضاتِ جسمانیہ کا مکلف ہے	موسوی شریعت میں بھی عبادات بدنیہ و ریاضاتِ جسمانیہ واجب ہیں	عیسوی شریعت میں ایسا نہیں ہے۔
(۱۱) محمدی شریعت میں زانی و زانیہ کے	موسوی شریعت میں بھی زانی اور زانیہ	عیسوی شریعت میں ایسا نہیں۔

www.khwajalateefansari.com

لئے حد (سزا) مقرر ہے	کے لئے حد معین ہے۔	
(۱۲) محمدی شریعت میں تعزیرات حدود وقصاص معین ہیں	موسوی شریعت میں بھی تعزیرات حدود وقصاص مقرر ہے	عیسوی شریعت میں ایسا نہیں ہے۔
(۱۳) شریعت محمدیہ اجرائے حدود پر قادر رہی ہے	موسوی شریعت بھی قادر رہی ہے	عیسوی شریعت کو کبھی یہ قدرت حاصل نہیں ہوئی۔
(۱۴) شریعت محمدیہ میں سود حرام ہے	شریعت موسوی میں بھی سود حرام ہے	عیسوی شریعت میں ایسا نہیں ہے۔

ان ہی مماثلتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۂ مزمل میں ارشاد فرمایا ہے:-

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ط

www.khwajalateefansari.com

ہم نے تم پر ایک عظیم الشان رسول محمد مصطفےٰ کو مبعوث فرمایا، جو کہ تمہارے اقوال و افعال کا گواہ ہے، جیسا کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول (حضرت موسیٰ) کو بھیجا تھا۔

حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ بنی اسرائیل سے اخوت کا رشتہ رکھتے تھے، کیونکہ اولادِ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ سے تھے، اس لئے بشارت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اے بنی اسرائیل وہ آنے والا رسول تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔

پھر اس بشارت میں فرمایا، اللہ اس پر کتاب نازل فرمائے گا، حالانکہ وہ امی ہوگا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے دہن مبارک کو محلِ وحی قرار دیا اور اس کا ہر کلام وحی ہوگا، جیسا کہ سورۂ والنجم میں ارشاد ہے:۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

"وہ اپنی خواہشِ نفس سے کوئی بات نہیں کرتا، جو کچھ بھی اس کی زبانِ وحی ترجمان سے صادر ہوتا ہے، وہ

اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی ہوتی ہے"۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(مثنوی مولانا رومؒ)

سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ اروا حنالہ الفدا مامور بہ جہاد تھے۔ انہیں جہاد بالسیف کا حکم ہوا تھا اور اسی جہاد کے ذریعہ سے جیسا کہ اس بشارت میں ہے، اللہ نے ان کے دشمنوں سے انتقام لیا اور آخری زمانے میں اسی حکم جہاد کو اللہ نے سرکارِ رسالتؐ کے آخری جانشین خلیفۂ منصوص من اللہ حضرت حجۃ مہدی موعود عجل اللہ فرجہ کے ذریعہ سے ظاہر فرمائے گا اور وہ مظہر المنتقم اس زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے پُر کریں گے، جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

اللّٰھمّ اجعلنا من شیعتہٖ واعوانہٖ و

انصارہٖ و خدّامہٖ و من المجاھدین بین یدیہ

اٰمین یاربّ العالمین بحق محمّدٍ و اٰلہِ الطّیّبین

www.khwajalateefansari.com

وجہ ۸ :- اس بشارت میں یہ امر بھی بیان ہوا ہے کہ اگر وہ نبی حق پر نہیں ہوگا اور ایسے امور کو خدا سے منسوب کرے گا جو خدا کی جانب سے نہیں ہوں گے، تو خدا اس کو مار ڈالے گا۔ پس اگر سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ ﷺ ارواحنا لہ الفدا مامور من اللہ نبیٔ صادق نہ ہوتے تو خدا انہیں مار ڈالتا۔ بشارت کے اس جزو کو قرآنِ حکیم نے بھی ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (الحاقہ)

ترجمہ :- "اگر رسول ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لاتے، تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، تو پھر ہم ضرور اس کی گردن اڑا دیتے"۔

وجہ ۹ :- خداوندِ عالم نے اس بشارت میں نبی کاذب کی نشانی یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کے زمانہ مستقبل کے متعلق غیبی اخبار سچے نہیں ہوں گے۔ سرکارِ رسالت ﷺ

نے زمانۂ مستقبل میں ہونے والے بہت سے امور کے
متعلق پیشینگوئیاں فرمائی ہیں اور وہ عین واقعات کے
مطابق پوری ہوئیں۔ اس لئے یہ حضورؐ کے نبیٔ صادق اور
اس بشارت کے مطابق مبشّر ہونے کی دلیل ہیں۔ ہم بخوفِ
طوالت انہیں اس کتابچہ میں درج نہیں کرتے۔ اگر حیاتِ
مستعار نے مہلت دی اور توفیقاتِ الٰہیہ شاملِ حال
رہیں، تو ہم انہیں ایک مستقل عنوان کے تحت شائع
کریں گے۔

وجہ ۱۰۔ بعض علمائے یہود نے تسلیم کیا کہ اس
بشارت کے مبشّر بہ سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ و آلہٖ وسلم ہی ہیں۔ مثلاً مخریق علمائے یہود میں سے
ایک بڑا عالم تھا۔ کثیر المال اور بہت سے نخلستانوں کا
مالک تھا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا عرفان تھا،
چونکہ آبائی مذہب کی محبت اس پر غالب تھی، اس لئے
وہ حالتِ کفر میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب

سرکارِ رسالتؐ کو غزوۂ احد میں جنگ لڑنا پڑی، تو اس دن روز شنبہ (یوم السبت) تھا۔ پس اس وقت مخریق نے تمام یہودیوں کو جمع کر کے کہا۔ اے معاشرِ یہود! تم جانتے ہو کہ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نصرت آج ہم سب پر فرض ہے۔ پھر تم نصرت کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا، آج یوم السبت ہے۔ اس نے جواب دیا شنبہ اسلام میں یوم السبت نہیں ہے۔ پس وہ ہتھیار لگا کر خدمتِ ختمی مرتبت میں مشرف بالاسلام ہوا اور اپنی قوم سے وصیّت کی کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں، تو میرا مال رسول اللہؐ کی ملکیت ہے۔ جہاد کیا اور راہِ خدا میں شہید ہوا۔ سرکارِ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ مخریق نے کوئی نماز نہ پڑھی اور بہشت میں چلا گیا۔ مدینہ میں سرکارِ رسالتؐ عام صدقات جو صرف فرماتے تھے اکثر اسی کے مال سے ہوتے تھے۔

اسی دینِ عیسویؑ کے اسقف عالم عمودیہ ان ہی

بشارات کی وجہ سے قبل ظہور ختم رسالت رسول اللہ پر ایمان بالغیب رکھتے تھے اور یہی ایمان تھا جس سے انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی منزلِ مقصود کی طرف رہنمائی فرمائی۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۴

وصایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلمانؓ

اکثر روایات میں حضرت سلمانؓ کا وصئ عیسیٰ علیہ السلام ہونا مرقوم ہے۔ مگر اکمال الدین، المحاسن، امالی اور کفایۃ الاثر وغیرہ کتابوں میں منقول ہے کہ مسیح علیہ السلام کے آخری وصی "اُبی او بُردہ" یا بالط تھے اور آخر میں سلمانؓ نے بھی ان سے ملاقات کی تھی۔ ان متضاد روایات کے تضاد پر ہمارے سلسلۂ اساتذہ کے نامور فرد خاتم المحدثین علامہ مرزا حسین نوری ماژندرانی اعلی اللہ مقامہٗ نے جمع بین الاحادیث میں یہ صورت اختیار کی ہے :-

کہ حضرت سلمانؓ تمام دوسرے اوصیا کی طرح وصی نہیں تھے، بلکہ ایک امر کے متعلق ان سے وصیت کی گئی تھی۔

www.khwajalaceansari.com

وہ ایک لوح کا بار تھا جسے انہوں نے سرکار ختمی مرتبتؐ تک پہنچایا تھا۔ اس پر شاہد ناطق شیخ صدوق علیہ الرحمتہ کا قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وصایت حضرت سلمانؓ کا مقام وہی ہے جو حضرت ام سلمہؓ، حضرت فاطمہؑ کبریٰ بنت الحسینؑ اور حضرت ابو طالب کا مقام ہے، جیسا کہ بصائر میں ہے۔

حضرت ام سلمہؓ

عیسیٰ اپنے باپ اور جد سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے عمر بن ابی سلمہ نے روایت کی ہے کہ میری والدہ ماجدہ نے ارشاد فرمایا...

کہ جب جناب امیر علیہ السلام وارث تخت و تاج ہوئے، تو آپ نے میری ماں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو فرمایا، وہ کتاب مجھے دو، جو رسول اللہؐ نے تمہارے سپرد کی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر میں نے اپنی ماں کی

www.khwajalateefansari.com

طرف دیکھا - وہ ایک صندوق سے ایک کتاب نکال لائیں۔
اور جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دی
اور مجھ سے کہا، اے بیٹا! رسولؐ اللہ کے بعد علیؑ کے سوا
کوئی امام نہیں ہے۔ عبداللہ بن خنیس نے امام جعفر صادقؑ
سے روایت کی ہے کہ یہ کتاب سرکارِ ولایت علی مرتضیٰؑ
کے پاس تھی اور جب جناب امیرؑ عراق کی طرف تشریف
لے گئے ہیں، تو ام سلمہؓ نے ان کے سپرد کی تھی، جب جناب
امیرؑ واصل بالحق ہوئے تو یہ کتاب امام حسنؑ کے پاس تھی۔
ان کی وفات حسرت آیات پر وہی کتاب امام حسین علیہ السلام
کے پاس تھی۔ جب امام حسین علیہ السلام نے شہادت پائی
تو یہی کتاب علی ابن الحسینؑ کے پاس تھی۔ پھر وہ میرے والد
ماجد کے پاس تھی۔ جس طرح حضرت ام سلمہؓ رسولؐ اللہ
کی وصیت پر مامور تھیں، اسی طرح حضرت سلمان حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے وصی ہیں

www.khwajadateelansari.com

حضرت فاطمہ کبریٰؑ

ابو الجارود نے مسنداً بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کو پیش آیا جو کچھ بھی پیش آیا، آپ نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہؑ کو بلایا، انہیں ایک ملفوف کتاب سپرد فرمائی جو وصیت ظاہرہ اور وصیت باطنہ تھی۔ حضرت فاطمہ کبریٰ بنت الحسین علیہما السلام نے یہ کتاب سرکارِ صبر سیّد الساجدین علی ابن الحسین علیہما السلام کے سپرد کر دی۔ اس طرح وہ کتاب ہم تک پہنچی۔ ابو الجارود کہتے ہیں کہ میں نے خدمتِ امامؑ میں عرض کیا، مولا اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے، اس کتاب میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اس میں بنی آدم کی تمام حاجتیں جو اسے دنیا کے فنا ہونے تک پیش آئیں گی، موجود ہیں۔

اسی راوی سے البصائر الصغیر میں مروی ہے کہ جب سرکار سیّد الشہداءؑ کو پیش آیا، جو کچھ پیش آیا، ایک وصیت

ظاہرہ، جو ایک کتاب میں درج تھی، اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کے سپرد فرمائی۔ جب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، محترمہ معظمہ نے وہ کتاب امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ راوی کہتا ہے، میں نے عرض کیا، اس کتاب میں کیا درج تھا؟ آپ نے فرمایا، بنی نوع انسان کی قیامت تک کی ضروریات اس میں درج تھیں۔

حضرت ابو طالبؑ

کافی میں ابنِ ابی المنصور سے روایت ہے کہ انہوں نے ابا الحسنِ اولؑ یعنی سرکارِ ولایت علی مرتضیٰؑ سے سوال کیا کہ کیا رسولؐ اللہ حضرت ابو طالب سے محجوج تھے؟ آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں، بلکہ وہ وصایا کے امین تھے، جن کے وصیتیں ودیعت تھیں۔ آپ نے وہ امانتیں خدمتِ رسالت میں پیش کر دیں۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت ابو طالب کا کیا حال ہے؟ فرمایا، انہوں نے رسولؐ اللہ کی نبوت کا اقرار کیا اور جو کچھ وہ پیغام اللہ کی طرف سے لائے تھے، اس پر

www.khwajalateefansari.com

حضرت ابو طالب ایمان لائے، اسی پہ ان کی موت واقع ہوئی۔

بحار میں ہے کہ حضرت ابو طالبؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اوصیا میں سے تھے اور وہ ان کے کتب و صحائف کے محافظ تھے اور ان کی وصیتوں کے نگہبان تھے۔ اس حیثیت سے وہ سلسلۂ بنی اسرائیل موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے مربوط نہیں تھے، وہ ملّتِ ابراہیم علیہ السلام پہ تھے۔ اس بنا پہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی زمانے میں ایک ہی نبی کے متعدد اوصیا کے ہونے میں کوئی اشکال نہیں، اس لئے بردہ وابی، بالط اور سلمان ایک ہی زمانے میں تمام کے تمام اوصیا تھے اور حضرت سلمانؓ حفظِ لوح کے لئے وصی مقرر ہوئے تھے۔

علی ابن الحسین المسعودی نے اپنی تالیف "اثبات الوصیۃ" میں جو اس فن میں ترتیب الاوصیا میں بہترین تالیف ہے۔ اس میں حضرت آدمؑ سے حضرت قائمؑ تک کے مجمل

www.khwajalateefansari.com

حالات ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصیا کی ترتیب کو اکٹھا کیا ہے۔ اس میں اس ترتیب کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ان میں سے ایک میں ترتیب اس طرح ہے :-

حضرت عیسیٰؑ، پھر شمعون، پھر یحییٰ بن زکریاؑ پھر حضرت شمعون کے بیٹے منذر پھر دانیال نبی پھر ان کے بیٹے مکیخا، پھر ان کے بیٹے انشرا، پھر ان کے بیٹے وشیخا، پھر ان کے بیٹے تسطورس، پھر ان کے بیٹے سر عبید، پھر بحیرا پھر النبی اور دوسری ترتیب یہ ہے :-

منذر بن شمعون کے بعد اس کا بیٹا مسلمہ بن منذر پھر اس کا بیٹا برزہ، پھر اس کا بیٹا ابی پھر اس کا بیٹا دوس پھر اس کا بیٹا اسید پھر ھوف پھر اس کا بیٹا یحییٰ بن ھوف پھر دانا اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ ان دونوں روایتوں کی رُو سے اوصیا کی تعداد بارہ ہے۔ کفایت الاثر اور فقیہ میں اس طرح ہے :-

عیسیٰؑ پھر شمعون پھر یحییٰ پھر منذر پھر سلیمہ پھر بردہ،

www.khwajalateefansari.com

پھر النبی ۔ اس خبر میں چھ اوصیا کا ذکر ساقط کر دیا ہے۔ آخر الاوصیا یعنی آخری وصی ایک تھا۔ اس امر میں شبہ ہے کہ وہ سلمان تھے یا ابوطالب تھے یا اُبی تھے یا بالط تھے یا بردہ تھے یا یحیٰ بن حنوف تھے یا بجیرا تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

یہاں جمع بین الروایات آسان ہے۔

سید جلیل السید حسین بن الحسن الکرکی نے جو محقق ثانی کے سبط ہیں، اپنی کتاب دفع المنادرۃ عن التفضیل والمساواۃ جو ایک نہایت اچھی کتاب ہے، اس کا ایک نسخہ استاذنا السید حسین نوری اعلی اللہ مقامہ کو علامہ مجلسی کی ملکیت سے ملا تھا۔ وہ اس نسخہ سے یہ عبارت اپنی تالیف "نفس الرحمٰن" میں لکھتے ہیں:۔

سید جلیل السید حسین ابن الحسن الکرکی نے ایمانِ حضرت ابوطالبؑ اور ان کے فضائل کے ضمن میں لکھا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب "اثبات الغیبۃ وکشف الحیرۃ" میں لکھا ہے:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سلمان ہی تھے نہ کہ ابو طالبؑ۔ جو لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے وصی حضرت ابو طالبؑ تھے، وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ وصی کون تھا؟ آپ نے فرمایا، میرے باپ تھے۔ اس سے ان کی مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصی تھے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل میں تو حضرت عیسیٰؑ کا وصی سلمان ہو اور عرب، جو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت اور ان کے متبع تھے، کیسے ہو سکتا ہے کہ ان عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی وصی نہ ہو۔ یہ واجب الوجود اللہ کے لطف سے بعید ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔

بہر کیف حضرت سلمانؓ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے وصی تھے۔ یہ جو ان کے متعلق بعض کتابوں میں تحریر

www.khwajafateemansari.com

ہے کہ انہوں نے مجوسیت کو ترک کر دیا، اس جملہ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک یہ، وہ جب صبی یعنی بچہ تھے اور مکلّف نہیں تھے، جیسا کہ راوندی کی روایت ہے۔ پس ترک سے مراد مجوسی دین کو اختیار نہ کرنا ہے اور جب انسان کسی دین میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اور وہ بلوغ کی حد کو پہنچا ہوا ہو اور وہ اس سلسلہ میں ایک دین کو اختیار نہ کرے تو وہ اس دین کا تارک کہلائے گا، جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:۔

انی ترکت ملۃ قوم لا یؤمنون وھم بالاخرۃ ھم کافرون ۝

"میں نے اس قوم کی ملّت کو ترک کیا، جو ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے عقیدہ کا انکار کرتے ہیں"۔

یہاں ترک سے مراد اختیار نہ کرنا ہے۔ اس سے مقصود کسی ایسے فعل کی نفی ہے، جس سے انسان اجتناب کر رہا

ہو۔ مراد یہ ہے کہ وہ مجوسیت کو اختیار کئے بغیر سنِ بلوغ کو پہنچے، پھر انہوں نے دینِ مجوسی کو اختیار نہیں کیا۔

دوسرے وہ اس مجوسیت کو ترک کرنے پر مامور تھے، جیسے انہوں نے تقیہ کے طور پر خوف سے ظاہراً اختیار کیا ہوا تھا، تو ترک سے مراد اظہارِ ایمان تھا، جو ان کے باطن میں موجود تھا اور جسے وہ چھپاتے تھے، جیسا کہ اس کا اشارہ حدیثِ اختصاص میں موجود ہے۔ یعنی ترک سے مراد ترک موانست یا اس گروہ کو ترک کرنا ہے جس کے زمرہ میں وہ موجود تھے۔

چنانچہ وہ اس دن سے پہلے، جو اظہارِ ایمان کا دن تھا، سجدہ مشرق یعنی مطلع شمس کی طرف کیا کرتے۔ ویسے بھی ان دنوں میں قبلہ، جس طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا، مشرقی تھا۔ اس صورت میں حضرت سلمان رضؓ کے والدین گمان کرتے تھے کہ وہ سورج کے لئے سجدہ کر رہے ہیں، جیسا کہ ان کی اس ہیئت سے ظاہر تھا۔

بہر کیف حضرت سلمان رضؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے۔ وہ باطناً مومن تھے۔ ان کا اظہار مجوسیت یا عیسائیت محرفہ تقیہ اور کتمانِ ایمان کے طور پہ تھا۔

حضرت صادق آلِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے کہ حضرت سلمانؓ اپنے مقصود تک پہنچنے کے لئے ایک سے زیادہ عالموں کی صحبت میں منتقل ہوتے رہے ان میں سے آخری عالم کے پاس جب تک اللہ نے چاہا ٹھہرے جب سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہور فرمایا، تو اس آخری عالم نے کہا کہ تمہارا صاحب، جس کی تلاش میں تم روگردان تھے، مکہ میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس پر سلمان رضؓ مکہ کی سمت روانہ ہو پڑے۔ (نفس الرحمٰن للعلامہ حسین النوری علیہ الرحمتہ)

رضی الدین علی ابن طاؤس نے منہج الدعوات میں روایت کیا ہے کہ حضرت سلمانؓ اوصیائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری تھے اور دو روایتوں میں حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرت سلمان رضؓ قبل ظہور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ساڑھے چار سو برس تک دینِ عیسوی کی طرف دعوت دیتے رہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمتہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ زکریا نے حضرت موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ارشاد فرمائیں کہ حضرت سلمان رضؓ کس طرح مسلمان ہوئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میرے والد نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور قریش کی ایک جماعت کے ساتھ روضۂ پُر انوار سرکارِ رسالت صلعم ارواحنا لہ الفدا میں جمع تھے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت سلمان رضؓ سے فرمایا۔ یا ابا عبداللہ، کیا آپ ہمیں اپنے مبدء امر سے آگاہ فرمائیں گے۔ یعنی آپ کے اسلام کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ حضرت سلمان نے عرض

کیا۔ خدا کی قسم یا امیرالمؤمنینؑ! اگر آپ کے سوا کوئی اور مجھے پوچھتا تو میں اسے کبھی نہ بتاتا۔ میں شیراز کے دہقان زادوں میں سے ہوں۔ میرے ماں باپ مجھ سے بہت محبّت کرتے تھے۔ ہم ایک عید کے موقع پر صومعہ میں گئے، وہاں ایک آدمی یہ ندا کر رہا تھا:۔

اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وانّ عیسٰی روح اللہ وانّ محمداً حبیب اللہ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تحقیق عیسٰیؑ روح اللہ ہیں اور محمدؐ حبیب اللہ ہیں۔"

اس ندا سے میرے خون، میرے گوشت و پوست و رگ و ریشہ میں سرورِ کائنات محمدؐ مصطفٰے ارواحنا لہ الفدا کی محبّت سرایت کر گئی۔ مجھے کھانا پینا بھی بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ میری ماں نے مجھ سے فرمایا، بیٹا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تُو نے آج سورج کو سجدہ نہیں کیا۔ میں نے

ہو گئیں۔ جب ہم لوٹ کر اپنے گھر آئے، تو وہاں میں نے چھت سے لٹکتی ہوئی ایک کتاب دیکھی۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا، اے روزبہ! یہ کتاب ہے۔ اے روزبہ جب ہم عید سے لوٹ کر آئے ہیں، تو ہم نے اس کتاب کو یہاں لٹکتے ہوئے دیکھا۔ تم اس جگہ کے قریب نہ جانا۔ اگر تم اس کے قریب گئے، تو تمہارا باپ تمہیں قتل کر دے گا۔ میں اس معاملہ میں ان کے ساتھ جد و جہد میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ رات عالم پہ چھا گئی۔ میرا باپ اور میری ماں سو گئے۔ میں اٹھا اور اس کتاب کو لیا۔ اس کتاب میں یہ مضمون تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھذا عھد من اللہ الی آدم انہ خالق من صلبہ نبیا یقال لہ محمد یامر بمکارم الاخلاق وینھی عن عبادۃ الاوثان یا روزبہ انت وصی عیسیٰ فامن واترک المجوسیۃ۔

ترجمہ:- یہ اللہ کا حضرت آدم علیہ السلام سے عہد ہے کہ وہ ان کی صلب سے ایک نبیؐ پیدا کرے گا، جس کا اسم سامی محمدؐ ہوگا۔ وہ لوگوں کو مکارم اخلاق کا حکم دے گا اور بتوں کی پرستش سے منع کرے گا۔ روزبہ! تو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی ہے۔ مجوسیت کے اظہار کو ترک کردے۔

اس واقعہ سے مجھ پہ عجیب کیفیّت طاری ہوئی۔ جب میرے ماں باپ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے ایک پرانے کنوئیں میں محبوس کر دیا اور کہا کہ تم اس خیال سے باز آؤ، ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ مَیں نے ان سے کہا، جو تمہارا جی چاہے کرو، اب حُبِّ محمد مصطفےٰؐ میرے سینہ سے جا نہیں سکتی۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے مَیں عربی زبان سے نابلد تھا۔ اللہ نے وہبی طور پر اس دن سے مجھے عربی کا علم عطا فرمایا۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۵

عرب کا سفر

الغرض عموریہ کے حق پرست اسقف نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں حضرت سلمان کو منزلِ مقصود کی راہ دکھائی۔ جویائے حق سلمانؓ نے منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے عزم بالجزم کر لیا۔ حضرت سلمانؓ کسی ایسے قافلہ کے منتظر تھے، جو انہیں جزیرۃ العرب لے جائے۔ چنانچہ ابھی دن گزرے تھے کہ بنی کلیب کے تاجروں کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا کہ اگر آپ حضرات مجھے سرزمینِ عرب میں پہنچا دیں، تو میں اپنی تمام گائیں اور بکریاں آپ کی نذر کر دوں گا۔ چنانچہ اس شرط پر انہوں نے حضرت سلمانؓ کو اپنے ساتھ لے لیا۔

اہلِ قافلہ کی غداری اور حضرت سلمانؓ کی سلبِ آزادی

زمانۂ جاہلیت کے عرب نہایت حریص و طماع تھے۔

جب یہ قافلہ وادی القریٰ میں پہنچا، تو اہلِ قافلہ نے انسانیت سوز غداری کا مظاہرہ کیا۔ خدا کے اس آزاد اور جویائے حق بندہ کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وادی القریٰ میں کھجوروں کے درخت دیکھ کر انہیں اس غلامی میں بھی امید کی جھلک نظر آئی اور گمان ہوا کہ اغلباً یہ وہی سرزمین ہے کہ جس کی عموریہ کے نیک نہاد اسقف نے خبر دی ہے۔ وہ اس ناگوار غلامی میں بھی امیدوں کی دُنیا میں خوشگوار زندگی بسر کر رہے تھے کہ ان کے آقا کا چچا زاد بھائی، جو یہودی قبیلہ بنی قریظہ سے تھا، مدینہ سے ملاقات کے لئے آیا۔ آقا نے انہیں اپنے اس چچا زاد بھائی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اس حادثہ نے بظاہر حضرت سلمانؓ کی امیدوں کو منقطع کر دیا اور وہ لاشعوریت میں دیارِ محبوبؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں صحرائے عرب کے

ذرّہ ذرّہ سے پیہم آواز آرہی تھی ؎

ہاں مشو ناامید چوں واقف نۂ از سرِّ غیب

باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت

آخر الامر او بہ غمخوارے رسد ہاں غم مخور

در بیاباں گر بہ شوقِ کعبہ خواہی زد قدم

سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غلامی در غلامی کے مصائب برداشت کرتے ہوئے اور ذلت و رسوائی کی منزلیں طے کرتے ہوئے یثرب پہنچے۔ ہاتفِ غیبی کی آواز پیہم آرہی تھی کہ اس غلامی کو غلامی نہ سمجھو۔ یہی غلامی تمہیں منزلِ مقصود تک پہنچائے گی۔ یہ غلامی تمہیں افلاس کے قید و بند سے آزاد کرکے ثروت و غنا کی راہ دکھائے گی۔ یہ غلامی دنیا بھر کی غلامیوں سے آزادی کی کفیل ہے، جو ایمان و عرفان کے بلند ترین

www.khwajalateefansari.com

مقام پر پہنچائے گی۔ یہ ایسی غلامی ہے، جس پر دنیا بھر کی آزادیاں نثار ہیں، مگر حضرت سلمانؓ کی اس وقت کیفیت یہ تھی ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتشِ شوق تیز تر گردد

یثرب کے نخلستان پر جب نظر پڑتی تھی، تو یقین بڑھ رہا تھا کہ ہو نہ ہو اس سرزمین کے آثار بتا رہے ہیں کہ میری منزلِ مقصود یہی ہے۔ اسی ارضِ پاک سے مجھے جواہر مقصود ہاتھ آئیں گے۔

آفتابِ رسالتؐ کا طلوع

؎ پھوٹی کرن زمین کی گھٹن دور ہوگئی
شبنم کی بوند بوند خمِ نور ہوگئی
دنیا تمام جلوہ گہِ طور ہوگئی
ہر پنکھڑی جوان ہوئی حور ہوگئی

www.khwajaalatedfansari.com

تابشِ نویدِ شرحِ صدر ہو گئی
گویا جہاں میں صبحِ شبِ قدر ہو گئی

(جوشؔ ملیح آبادی)

جب حضرت سلمان رضؓ مدینہ میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، تو آفتابِ رسالتؐ مکہ کے مطلع الانوار سے طلوع فرما چکا تھا اور اس کی شعاعیں تورات کی بشارت کے مطابق فاران کی چوٹیوں کو منور کر رہی تھیں۔ "بشارت"

وہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پہ طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔"

(کتاب استثنا باب ۳۳ آیہ ۲)

ہجرت

آفتابِ رسالت اگرچہ طلوع ہو چکا تھا، مگر ظلم و جور کے

بادل اس کی طرف گھر گھر کر بڑھ رہے تھے۔ سلمان رضؓ غلامی کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ اپنے مقصود کی تلاش میں مکہ پہنچتے۔ سلمان رضؓ کی قسمت کا ستارہ چمکا، سویا ہوا نصیبہ جاگا، شبِ ہجر اس طرح ختم ہوئی کہ ابرِ رحمت مکہ سے چل کر یثرب پر چھایا اور بارانِ رحمت کے نزول سے یثرب مدینہؑ طیّبہ ہو گیا۔

سرکارِ رسالتؐ کا قبا میں قیام

سرکارِ رسالتؐ جب مکہ سے ہجرت فرما کر قبا میں قیام پذیر تھے، تو ایک دن حضرت سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے درخت کو کچھ درست کر رہے تھے۔ ان کا یہودی آقا، جو بنی قریظہ سے تھا، درخت تلے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چچا زاد بھائی آیا۔ اس کے چہرہ پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اِس عالمِ اضطراب میں اس کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے:-

www.khwajadateefansari.com

"خدا بنی قیلہ کو غارت کرے۔ یہ سب کے سب

قبا میں ایک قریشی کے گرد جمع ہیں، جو مکہ سے

آیا ہے۔ یہ لوگ اسے نبی کہتے ہیں۔"

حضرت سلمانؓ کا آقا تو اسے سُن کر ملتفت بھی نہ ہوا

مگر حضرت سلمانؓ کے کان میں جونہی یہ آواز پڑی، دامنِ

صبر و شکیب ہاتھ سے چھُوٹ گیا۔ جذباتِ شوق اور

وجدانات محبّت نے جسم میں تھرتھری پیدا کردی۔ قریب

تھا کہ جذبات و وجدانات کی فراوانی میں درخت سے زمین

پر گر پڑیں، مگر سنبھل کر محویّت اور نیم مدہوشی کی کیفیّت

میں درخت سے اترے اور بے تحاشا پوچھنے لگے "تم کیا

کہتے ہو؟" آقا غصّہ سے سُرخ ہوگیا اور حضرت سلمانؓ

کے ایک تھپّڑ رسید کیا۔ تم اپنا کام کرو، تم کو اس سے

کیا غرض؟ پھر سخت تنبیہ کی اور ڈانٹا ڈپٹا۔ حضرت

سلمانؓ دل کو تھام کر خاموش ہوگئے۔ اللہ اللہ غلامی کی

یہ بے بسی۔ یہی غلامی کا انسانیت سوز رویّہ تھا، جسے

سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفدا ختم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ

سمجھو کسی انسان کو نہ انسان سے کمتر

شرفِ اسلام

غلامی کی ان انسانیت کُش پابندیوں کے باوجود عشق کہاں چین لینے دیتا تھا۔ اب صبر کا چارہ نہ رہا۔ کچھ خوردنی و نوشیدنی اشیاء لے کر دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور بصد ادب و احترام عرض کیا:۔

میں نے سُنا ہے کہ آپ برگزیدگانِ خدا انبیاء میں سے ہیں اور پھر اس عالمِ غربت و مسافرت میں کچھ اہلِ حوائج بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ میرے پاس صدقے کی یہ چند چیزیں ہیں۔ پھر بھلا آپ سے زیادہ ان کا مستحق کون ہو سکتا ہے، آپ انہیں قبول فرمائیے۔

www.khwajadatteefonsari.com

حضورؐ نے صحابۂ کرامؓ کو، جو ساتھ تھے کھانے کے لئے ارشاد فرمایا، مگر خود اپنا ہاتھ یہ کہہ کر کھینچ لیا کہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ اس طریق سے حضرت سلمانؓ نے نبوّت کی اس ایک علامت کو پالیا، جسے عالم عموریہ نے بیان کیا تھا۔ پھر دوسرے دن کچھ چیزیں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا، یہ ہدیہ ہے اسے قبول فرمائیے۔ حضرتؐ نے قبول فرمایا۔ اس میں سے کچھ خود بھی تناول فرمایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ جب نبوّت کی دو نشانیاں حضرت سلمانؓ نے بچشم خود دیکھ لیں، تو پھر حصول درجۂ عین الیقین کے بعد مہرِ نبوّت کی زیارت کرکے حق الیقین کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑے۔ حضورؐ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "سامنے آؤ"۔ وہ سامنے آئے اور اپنی آپ بیتی سنائی۔ آں حضرتؐ نے اس سراپا اثر داستان کو خود بھی سنا اور صحابہ کرامؓ کو بھی سنوایا۔ دُنیائے عیسائیت

کا یہ پہلا انسان تھا جو مشرف بالا سلام ہوا۔ آج اس

کا یقین محکم اور عمل پیہم، اس کے کردار کی بلندی اور اس کی

سیرت کی رفعت دنیائے انسانیت کو دعوتِ اسلام

دے رہی ہے۔ حضرت سلمان اسلام کی دولتِ بے پایاں

صندوقِ سینہ میں رکھ کر اپنے مادی آقا کے گھر چلے۔

نعمتِ آزادی

غلامی کی مجبوریاں دینی امور کی کماحقہٗ انجام دہی میں

سدِ راہ تھیں۔ معذور تھے کہ اہم دینی فرائض کو ادا نہیں

کر سکتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے انہیں بدر و اُحد کے اہم

غزوات میں شرکت کا موقعہ نہ ملا۔ ایک دن سرکارِ

رسالت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی

اس حالتِ زار پہ رحم آیا، فرمایا

سلمان! اپنے آقا کو کچھ معاوضہ دے کر آزادی حاصل

کر لو۔ اس حوصلہ افزائی پہ انہوں نے اپنے آقا سے

سلسلۂ جنبانی فرمائی۔ آخر معاملہ تین سو کھجور کے درختوں

اور چالیس اوقیہ سونے پر طے ہوا۔ رسول اللہ نے بھی
کچھ درخت دیئے اور صحابہ کرامؓ سے بھی سفارش فرمائی۔
ان میں سے بھی بعض حضرات نے حسب حیثیت کچھ
کھجور کے درخت دیئے۔ اس طرح سے تین سو درخت
ان کو مل گئے۔ اب سونے کی ادائیگی باقی تھی۔ اللہ نے
اس کے لئے بھی سبب پیدا کر دیا۔ آنحضرتؐ کو کسی
غزوہ میں بیضۂ مرغ کے برابر سونا ہاتھ آیا تھا۔ حضورؐ
نے حضرت سلمانؓ کو عطا فرمایا۔ جب اسے تولا گیا،
تو اس کا وزن ٹھیک چالیس اوقیہ ہی تھا۔ الغرض اس
طرح غلامی کی شب تاریک ختم ہوئی اور آزادی کی صبح
طالع ہوئی۔

الغرض حضرت سلمانؓ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی عملی تفسیر ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی جد و جہد مجوسی گھرانے
سے شروع ہوئی۔ مصائب و آلام کی تاریکیوں میں جد و جہد

کو اس طرح جاری رکھا ؎

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

پھر انہوں نے عیسائیت کے برزخ کی گھاٹیوں کو نہایت حسن و خوبی سے طے کیا۔ پھر غلامی میں مبتلا ہوئے۔ اس غلامی میں فوزِ عظیم کا راز مخفی تھا۔ غلامی کی کشمکشِ حیات یہ مژدۂ جانفزا سنا رہی تھی ؎

اسی سے ہوگی ترے غمکدہ کی آبادی
تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

حضرت شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں :-

حضرت سلمان از عنفوان صادر طلب دین حق ساعی بود و نزد علمائے ادیان از یہود و نصارے و غیرہم تردد مینمود و در شدائدے کہ ازیں ممر باو رسید صبر میورزید تا اینکہ در سلوک ایں طریق زیادہ از دہ

خواجہ او را فروختند آخرالامر نوبت بخواجۂ کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ رسید و او را از قوم یہود بہ مبلغ خرید و محبت و اخلاص و مودت و اختصاص او تست با آستانِ نبویؐ بجائے رسید کہ آن سرور بہ مضمون عنایت مشحون سلمان منا اہل البیت سرفراز گردید لنعم ما قیل کانت مودۃ سلمان لہ نسبا ولم یکن بین نوح وابنہ رحما۔" حضرت سلمانؓ بچپن سے ہی طلبِ دین میں سعی فرماتے تھے اور ادیانِ مختلفہ کے علماء مثلاً یہود و نصاریٰ کے پاس ان کی آمد و رفت تھی۔ اِس جستجوئے حق میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں ان پہ صبر کیا۔ یہاں تک کہ وہ دس آقاؤں کے پاس فروخت ہوئے۔ آخر کار سرکارِ رسالت خواجۂ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی باری آئی۔ حضورؐ نے انہیں قیمت ادا کر کے خریدا۔ بارگاہِ نبوّت میں انہیں محبّت، اخلاص

مودت و اختصاص کا ایسا مقام حاصل ہوا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، سلمانؓ ہم اہل بیت میں سے ہے۔ اس پر کسی نے کیا اچھا کہا ہے:۔

"سلمانؓ کی مودت ہی اس کا نسب ہو گئی

حالانکہ نوحؑ اور ان کے بیٹے کے درمیان

رشتہ قائم نہ رہا"

www.khwajalateefansari.com

باب ۶

حضرت سلمان علیہ الرضوان اور اسلام

اور حضرت سلمانؓ کی امتیازی شان

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامیؔ
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

ابنِ اسلام

اصطباغ بپتسمہ

قدیم زمانے میں جب عیسائی کسی کو عیسائی کرتے تھے اور بپتسمہ دیتے تھے، تو اس پر رنگ چھڑکا کرتے تھے، اس لئے اس عیسائی کرنے کی رسم کو عربی زبان میں "اصطباغ"

www.khwajalateefansari.com

کہتے ہیں، جو صبغ سے مشتق ہے۔ صبغ کے معنے رنگ ہیں۔ مسلمانوں نے بھی بارگاہِ رسالتؐ میں عرض کیا کہ جب ہم بھی کسی کو مسلمان کیا کریں، تو رنگ چھڑکا کریں۔ اس پر قرآنِ حکیم میں یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ

صبغہ ونحن لہ عابدون

"اللہ کا رنگ پس اللہ کے رنگ سے بڑھ کر

کونسا رنگ ہے اور ہم اسی اللہ کی عبادت

کرنے والے ہیں۔

حضرت سلمان وہ فردِ قابل تھے کہ ان میں نیک اثرات قبول کرنے کی انتہائی قابلیت تھی۔ مشرف بالاسلام ہونے کے بعد اسلام اور صرف اسلام ان کا نصب العین تھا۔ اسلام کے اثرات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسلام ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا۔

عن ابی جعفرؑ قال ذکر عندہ سلمان الفارسی

فقال ابو جعفرؑ مہ لا تقولوا سلمان الفارسی
ولکن قولوا سلمان المحمدی ذالک منّا اھل
البیت۔

"کسی شخص نے حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ سے سلمانؓ کا ذکر کیا۔ حضورؑ نے فرمایا، اسے چھوڑو۔ اسے سلمان فارسی نہ کہو، بلکہ سلمانؓ محمدیؐ کہو، وہ ہم اہلِ بیت میں سے ہے۔ (رجال کشی)

صحابہؓ کرامؓ میں سے چند حضرات مسجدِ نبوی میں مجتمع تھے ان میں اکثر عرب تھے، جنہیں اپنے نسب پر ناز تھا اور وہ اہلِ فارس یعنی ایرانیوں کے نسب کو اپنے انساب سے گھٹیا سمجھتے تھے۔ یہی قبل زمانۂ رسالت کی ذہنیت تھی جو عرب میں عام تھی، اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج ہر شخص اپنا نسب بیان کرے۔ چنانچہ نسبی تفاخر کا دور چلا۔ ہر شخص نے دل کھول کر اپنے نسبی محاسن کو بیان کیا حضرت سلمان بھی اس مجلس میں تشریف فرما تھے، جب ان کی نوبت

آئی، تو انہوں نے فرمایا:-

انا ابن اسلام ذالک حسبی ونسبی

"میں فرزندِ اسلام ہوں۔ یہی میرا حسب ونسب ہے۔"

یہ جملہ نہایت جامع جملہ ہے - فرمایا، میں اسلام کا بیٹا ہوں۔ یعنی جس طرح بیٹے کو باپ سے توراثِ صفات ہوتا ہے اور وہ صفاتِ پدری کا وارث ہوتا ہے۔ میں صفاتِ اسلام کا وارث ہوں۔ اسلام ہے طاعتِ خدا و امن وسلامتی مخلوق، یعنی میں مطیع امرِ الٰہی بھی ہوں اور مخلوقِ خدا کی امن وسلامتی کا خواہاں بھی ہوں۔

جناب امیر علیہ السلام نے اسلام کا اس طرح تعارف کرایا ہے:-

الحمد للّٰہ الّذی شرع الاسلام فسھل شرائعہ لمن وردہ۔

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ اس نے اسلام

کے قواعد بتائے (شاہراہِ اسلام قائم کی) جو کوئی
اس پر وارد ہوا۔ یعنی مسلمان ہوا، اس پر سرچشمۂ
اسلام کی راہیں آسان کر دیں۔"
اس اسلام کی خصوصیت کے لحاظ سے حضرت سلمانؓ
نے فرزندِ اسلام کا دعوے کر کے بتا دیا کہ میں جو فرزندِ اسلام
ہوں۔ مجھ پر شریعت کی راہیں آسان ہیں۔
جب بعض صحابہؓ نے ابنِ اسلام کی توضیح چاہی تو آپ
نے ارشاد فرمایا:۔
کُنتُ عبداً فاعتقنی بمحمد وکنت عائلاً فاغنی
اللہ بمحمد۔
"میں ایک غلام تھا۔ اللہ نے مجھے رسولؐ اللہ کے
وسیلہ سے آزاد کر دیا اور میں ایک مفلس تھا۔ اللہ
نے رسولؐ اللہ کے ذریعہ سے مجھے غنی کر دیا۔ یعنی
اسلام کی تعلیمات آزادی و حریت کی کفیل اور ثروت
و غنا کی ضامن ہیں۔

www.khwajalateefansari.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آزادی کے بعد مستقل طور پر مسلمانوں کے حلقہ میں رہنے لگے۔ ابتدا میں ان کا شمار اصحابِ صُفّہ میں تھا، جن کی کفالت سرکارِ رسالتؐ بنفسِ نفیس خود فرماتے تھے۔

اصحابِ صُفّہ کے متعلق علامہ شبلی نعمانی اس طرح لکھتے ہیں :-

صُفّہ اسلامی لغت کا ایک متداول لفظ ہے۔ گو اس کی حقیقت سے لوگ اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔ صُفّہ سائبان کو کہتے ہیں۔ یہ ایک سائبان تھا۔ جو مسجدِ نبویؐ کے ایک کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا۔ صحابہؓ میں سے اکثر تو مشاغلِ دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار تجارت و زراعت بھی کرتے تھے۔ لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت پذیری کی نذر کر دی

www.khwajafateefansari.com

تھی۔ ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کر لیتے تھے، تو اس حلقہ سے نکل آتے تھے۔ ان ہی میں ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں لا کر اور ان کو بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیّا کر لیتی تھی۔ یہ لوگ دن کو بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے تھے اور رات کو کسی چبوترے (صُفّہ) پہ پڑے رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہمد دونوں چیزیں ایک ساتھ مہیّا نہ ہو سکیں۔ چادر کو گلے میں اس طرح باندھ لیتے تھے کہ پاؤں تک لٹک آتی تھی۔ اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور چھت میں لٹکا دیتے تھے۔ جب کھجوریں ٹپک ٹپک کر گرتیں یہ اُٹھا اُٹھا کر کھاتے، کبھی دو دو دن کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد میں
تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے، یہ لوگ اکثر
شریک نماز ہوتے اور ضعف میں عین حالت
نماز میں گر پڑتے۔ باہر کے لوگ آتے، ان کو دیکھتے
تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں۔
(ترمذی باب معیشۃ النبی)
آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس
جب کہیں سے صدقہ کا کھانا آتا، تو سارے کا
سارا ان کے پاس بھیج دیتے اور جب ہدیہ یا دعوت
کا کھانا آتا تو حضورؐ ان کو بھی بلا لیتے اور ان
کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں
کو آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کو مہاجرین
و انصار میں تقسیم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے
مطابق ہر شخص ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ
لے جاتا اور ان کو کھانا کھلاتا۔ حضرت سعد بن

عبادہ انصاریؓ نہایت فیّاض و دولت مند تھے۔
وہ کبھی کبھی اسّی اسّی مہمانوں کو لے جایا کرتے
تھے۔ (بحوالہ زلقانی)
(سیرۃ النبیؐ جلد ا ص ۲۱۵ ذکر اصحاب صفہ

مواخاۃ

سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آزادی
کے بعد مکّی مہاجرین کی طرح ان کے اور ابو درداء انصاریؓ
کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) کا رشتہ قائم کیا۔
(بخاری جلد ۲ ص ۸۹۸)

تقربِ رسالتؐ

یہ تو مسلّم ہے کہ اصحابِ صفہ صحبتِ سرکارِ رسالتؐ
سے زیادہ مستفیض ہوتے تھے، مگر حضرت سلمانؓ کو
ان حضرات میں بھی ایک امتیاز حاصل تھا۔ شب کی
تنہائی میں صحبتِ رسولؐ سے استفادہ فرماتے تھے،
چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امّ المومنین عائشہ فرماتی

www.khwajadateefansari.com

ہیں :-

"حضرت سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آں حضرتؐ کے ساتھ اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگوں یعنی ازواج کو خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں ہمارے حصّوں کی رات بھی اسی نشست میں نہ گزر جائے۔

(اسیر الصحابہ صفحہ ۹۹)

نیز حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں :-

"سلمان رسولِ خداؐ کے پاس رات کو بیٹھتے تھے یہاں تک کہ قریب ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں سبقت نہ لے جائیں۔

(تاریخ الائمہ صفحہ ۲۱۲)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منادی قیامت کے دن ربّ العزّت کی طرف سے ندا کرے گا کہ محمدؐ بن عبداللہ کے حواری و مخلص کہ جو

آں حضرتؐ کے طریقہ پہ مستحکم رہے اور انہوں نے آنحضرتؐ کے عہد کو نہیں توڑا کہاں ہیں؟ پس اس وقت سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ محشور ہوں گے۔ (منتہی الآمال)

صاحب سیر الصحابہ لکھتے ہیں :-

آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرتِ صدیقِ اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارے میں رنجیدہ ہو گئے۔ اس کا واقعہ یہ ہے :-

"ایک دفعہ ابوسفیان چند آدمیوں کے ساتھ حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ کے پاس سے گزرے۔ ان تینوں بزرگوں نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابوسفیان) کی گردن پر نہیں پڑی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سردارِ قریش کی شان میں ایسا کلمہ زبان سے نکالتے

www.khwajaaltafansari.com

ہو۔ اور آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
آکر یہ واقعہ بیان فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ شاید
تم نے ان لوگوں کو ناراض کردیا۔ اگر تم نے ان لوگوں
کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا۔ حضرت
ابوبکرؓ بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگوں سے
معذرت کی۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۲ مطبوعہ مصر)

تقربِ احدیت

سرکارِ صدق امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے صحابہؓ میں سے
چار کی محبّت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسول
اللہ وہ چار کون ہیں؟ فرمایا وہ علی ابن ابیطالبؑ، سلمانؓ،
ابوذرؓ اور مقدادؓ ہیں۔ (منتہی الآمال)

ایسے صحابہ کرامؓ اجرِ محبت خدا و رسول میں مرشد

www.khwajalateefansari.com

تھے۔ البلا للولا کے مصداق تھے یعنی محبت کے لئے ابتلا
بھی ہے۔ چنانچہ یہ حضرات ہمیشہ پریشان حال رہتے تھے۔
حضرت سلمانؓ، جو مقرب و معزز بارگاہِ اہلبیت و رسالتؐ
تھے، ان کے پاس صرف ایک اُونی چادر تھی۔ یہ اُسی سے
سب کام لیتے تھے۔ ضرورت کے وقت اسی میں کھانا
بھی باندھ لیتے تھے۔ اسی کو اوڑھتے بھی تھے۔ ایک دن
اسی چادر کو اوڑھے ہوئے سرکارِ رسالت محمد مصطفٰےؐ ارواحنا
لہ الفدا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ گرمی کے دن تھے۔ پسینہ
سے چادر شرابور تھی۔ اتنے میں بینہ بن حصین یہودی آپؐ
سے ملنے کے لئے آیا، تو اسے حضرت سلمانؓ کی چادر کی
بُو بُری معلوم ہوئی۔ بے ساختہ کہنے لگا، جب میں آپؐ
کے پاس آیا کروں، تو ان لوگوں کو ہٹا دیا کیجئے۔ اِس پر
یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ٥

(الکھف آیت ۲۸ پ ۱۵ ع ۱۶)

"جو لوگ اپنے پروردگار کو صبح سویرے اور جھٹ پٹے کے وقت شام کو یاد کرتے ہیں اور اسی کی خوشنودی کے خواہاں ہیں، ان کے ساتھ تم خود بھی اپنے نفس پر جبر کرو اور ان کی طرف سے اپنی نظر نہ پھیرو کہ تم دنیا میں زندگی کی آرائش چاہنے لگو اور جس کے دل کو ہم نے اس کی شامت اعمال کی وجہ سے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی ہے، اس کا کہنا ہرگز نہ مانو۔

ذکر اللہ وخشیتہ اللہ

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ اِذَا اَصَابَہُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَمِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ٥

(الحج آیت ۳۵ پ۱۷ ع ۱۱)

"یہی وہ ہیں جن کے سامنے خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل سہم جاتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑے تو وہ صبر کرتے ہیں اور نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اسے راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں۔"

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد حضرت علی مرتضیٰؑ اور حضرت سلمانؓ الخیر ہیں۔ روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت سلمانؓ ذکر الٰہی کے لحاظ سے کثیر الذکر تھے۔ آپ نے اپنے ایک خط میں اپنے بھائی حضرت ابو درداء انصاریؓ کو لکھا تھا:-

"اللہ کو اس طرح یاد کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔"

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کو حکومت کی طرف سے پانچ ہزار درہم بطور وظیفہ ملتے تھے۔ اور جب وہ وظیفہ ملتا، تو آپ اسے راہِ خدا میں صرف کر دیتے اور جو کچھ کھاتے اور اپنے لئے صرف کرتے وہ ان کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۷

فضائل سلمان علیہ الرضوان

شیخ الشیعہ مفید علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب اختصاص میں لکھا ہے :-

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ مَیں نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ حضرت سلمان فارسی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، مَیں ایسے شخص کے متعلق کیا کہوں جو ہماری ہی طینت سے خلق کیا ہوا ہو اس کی روح ہماری روح سے قریب تر و قرین تر ہو اللہ تعالیٰ نے اسے علوم اولین و آخرین سے مخصوص کیا ہو۔ جو امور یہ ظاہرہ۔ باطنہ پر عبور رکھتا ہو اور اشیا کے سر و علانیت کو

www.khwajalateefansari.com

جانتا ہو۔ سرکارِ رسالت محمد مصطفٰے علیہ التحیتہ والثنا تشریف فرما تھے اور حضرت سلمان رضؓ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور حضرت سلمان رضؓ کو ہٹا کر ان کی جگہ بیٹھ گیا۔ جناب رسالتمآبؐ اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپؐ کی دونوں آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمایا، اے اعرابی! تُو نے اس شخص کو پیچھے ہٹایا جس سے اللہ آسمان پر محبت کرتا ہے اور اس کا رسولؐ اس سے زمین پر محبت کرتا ہے۔ اے اعرابی! تُو نے اس شخص کو پیچھے ہٹایا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جبریلؑ آئیں اور اس کے لئے سلام کا پیام نہ لائے ہوں۔ اے اعرابی! سلمان مجھ سے ہے۔ جس نے اس پر جفا کی، اس نے مجھ پر جفا کی۔ جس نے اسے ایذا پہنچائی، اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ جس نے اسے دُور کیا، اس نے مجھے دُور کیا۔ جس نے اسے قریب کیا، اس نے مجھے قریب کیا۔ اے اعرابی! تجھے سلمان رضؓ کے متعلق غلط فہمی نہ

ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اسے علم البلایا، انساب اور فصل الخطاب سے آگاہ کروں۔ اعرابی نے کہا، یا رسول اللہ! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ سلمانؓ اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا۔ کیا وہ مجوسی نہیں تھا۔ پھر وہ ایمان لایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، سلمانؓ مجوسی نہیں تھا، بلکہ وہ شرک کو ظاہر کرکے ایمان کو چھپا رہا تھا۔

اے اعرابی! کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ فلا وربك لا يؤمنون حتّٰى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما

(النساء آیت ۶۵ پ ۵ ع ۶)

"اے رسول! تیرے پروردگار کی قسم، یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہوں گے، تا وقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنائیں، بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے دل تنگ

بھی نہ ہوں، بلکہ خوش خوش اس کو بھی مان لیں)۔

اے اعرابی کیا تو نے نہیں سُنا کہ اللہ فرماتا ہے:۔

مآاتکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ

فانتھوا (الحشر، پ۲۸ ع۴)

"جو کچھ تم کو رسولؐ دے دیا کریں، وہ لے لیا کرو

اور جس سے منع کریں، اس سے باز رہو۔"

اے اعرابی! جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اسے لے

لو اور اللہ کے شکر گذار ہو جاؤ اور ان امور سے انکار نہ

کرو۔ اگر انکار کرو گے، تو عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

اعرابی سلام عرض کر کے رخصت ہو گیا۔

رجال کشی میں اسباط بن سالم سے روایت ہے

کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن یعنی امام رضا علیہ السلام نے

فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے

گا کہ محمدؐ ابنِ عبداللہ، رسولؐ اللہ کے ایسے حواری کہاں

ہیں، جنہوں نے جو رسولؐ اللہ سے عہد کیا تھا، اسے نہیں

www.khwajalateefansari.com

تو ٹبرا۔ اس وقت سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ اُٹھ کر کھڑے ہوں گے۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ علیؑ وصی محمدؐ بن عبداللہؑ کے حواری کہاں ہیں؟ تو اس وقت عمرؓ بن الحمق الخزاعی، محمد بن ابی بکرؓ، میثمؓ بن یحییٰ تمار بن اسد کے غلام اور اویس القرنیؓ اٹھ کر کھڑے ہوں گے۔ پھر منادی ندا کرے گا حسنؑ بن علیؑ و ابن فاطمہ بنت محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ اللہ کے حواری کہاں ہیں؟ سفیانؓ بن ابی لیلےٰ الہمدانی، حذیفہؓ بن اسید غفاری اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر منادی ندا کرے گا کہ حسینؑ بن علیؑ شہید کربلا کے حواری کہاں ہیں؟ تو جو انصارِ حسینؑ جو امام حسین علیہ السلام کی رکاب میں شہید ہوئے، اس طرح اُٹھ کر کھڑے ہوں گے کہ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ پھر منادی ندا کرے گا کہ علیؑ بن حسینؑ کے حواری کہاں ہیں؟ اس پہ جبیبؓ ابن خطعم، یحییٰ بن ام الطویلؒ، ابو خالد الکابلی اور سعیدؒ بن مسیب اُٹھ کر کھڑے ہو

جائیں گے۔ پھر منادی ندا کرے گا محمدؐ بن علیؑ اور جعفرؑ ابن محمدؑ کے حواری کہاں ہیں؟ اس پر عبداللہ ابن شریکؒ العامری، زرارہؒ بن اعین، برید ابن المعاویہؒ العجلی، محمد بن مسلمؒ، ابو بصیر لیث بن البختری المرادیؒ و عبداللہ بن ابی یعفورؒ، عامر بن عبداللہ جذاعہؒ، حجر بن زائدہؒ، حمران بن اعینؒ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر منادی ندا کرے گا۔ تمام وہ شیعہ جو ائمہ ھدیٰ کے ساتھ قیامت تک ہوئے ہیں، کہاں ہیں؟ جو ائمہ پر ایمان لانے میں سبقت کرنے والے، ان کی متابعت کرنے والے، ان کا تقرب حاصل کرنے والے اور ان پر قربان ہونے والے کہاں ہیں؟ تو تمام شیعہ محشور ہو جائیں گے۔

مجمع البحرین میں ہے کہ حواری اسے کہتے ہیں، جو صفوۃ اللہ انبیاءؑ و ائمہؑ ہوں اور یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے انبیاءؑ و ائمہؑ کی تصدیق کرنے میں خلوص کا مظاہرہ کیا اور ان کی اخلاص سے نصرت فرمائی۔

عیون اخبار الرضا میں ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ حواری کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ قصارین تھے۔ یعنی دھونے والے تھے۔ یعنی جس طرح کپڑے کو میل سے دھویا جاتا ہے، اسی طرح انہوں نے اپنی سیرت کو گناہوں سے دھو ڈالا تھا اور ہماری تذکیرو تندیب سے انہوں نے گناہوں کی میل سے اپنی سیرتوں کو دھو ڈالا تھا۔ وہ اپنے نفسوں کے لحاظ سے بھی مخلص تھے اور غیروں کے لحاظ سے بھی مخلص تھے۔ یہ حواری کا لفظ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اصحاب سے مخصوص ہے۔

شرح نہج البلاغہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ اکیلے مجلس رسولؐ اللہ میں ہوتے تھے۔ انہیں جو یہ خلوت کا شرف حاصل تھا، ہم اس پر رشک کیا کرتے تھے۔ شیخ الطائفہ محمد بن الحسن الطوسی کی امالی میں ہے۔ صدور بن برزخ کہتے ہیں کہ میں نے ابی عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت

ہیں عرض کیا۔ میں اکثر آپ سے سلمان فارسی کا ذکر سنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، اسے سلمان رضؓ فارسی نہ کہو بلکہ انہیں سلمان رضؓ محمدی کہو۔ میں جو ان کا کثرت سے ذکر کرتا ہوں، وہ ان کی تین خصلتوں کی وجہ سے ہے۔

اوّل ان کا اپنے نفس کی خواہش کو امیرالمومنین علیہ السلام کی خواہش پر قربان کرنا۔ یہ بے مثل ایثار ہے۔

دوم ان کا فقراء سے محبّت کرنا اور انہیں اہلِ ثروت اور اعداد پر ترجیح دینا۔

سوم ان کی علم سے اور علماء سے محبّت۔ تحقیق حضرت سلمان رضؓ حنیف مسلم تھا اور مشرک نہیں تھا۔

صفوان جمال نے حضرت صادق آلِ محمدؐ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبّت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا، یارسولؐ اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا، علی ابنِ ابیطالبؑ۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا مجھے اللہ تعالےٰ نے چار

شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، علی ابن ابیطالبؑ اور آپؐ پھر خاموش ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے پھر پوچھا، یا رسولؐ اللہ وہ چار کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، علی ابن ابیطالبؑ، مقداد بن الاسودؓ، ابوذر غفاریؓ، اور سلمان فارسیؓ۔

(اختصاص للشیخ المفید، نفس الرحمٰن)

مشکوٰۃ المصابیح میں بریدہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبّت کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ خود اللہ بھی ان سے محبّت رکھتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ، وہ کون ہیں، فرمایا علیؑ ان میں سے ہیں اور باقی تین ابوذرؓ، مقدادؓ اور سلمانؓ ہیں۔ مجھے ان کی محبّت کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ

خود اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔

(اخرجہ الترمذی)

www.khwajalateefansari.com

باب ۸

آیاتِ قرآنیہ

بشانِ سلمانیہ

ثقہ جلیل شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم القمی آیۂ مبارکہ السابقون الاوّلون من المہاجرین والانصار کے متعلق لکھتے ہیں، وہ نقبائے آلِ محمدؐ ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ اور عمارؓ ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تصدیق کی اور ولایت امیر المؤمنینؑ پر ثابت قدم رہے اور انہوں نے حسن و خوبی سے مطابقت کی۔

آیۂ وافی ہدایہ

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰہ

www.khwajalateefansari.com

وجلت قلوبهم والصابرين علىٰ ما

اصابهم والمقيمي الصلوٰة ومما رزقنٰهم

ينفقون (الحج ۳۴ پ ۱۷ ع ۱۲)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سامنے جب خدا
کا نام لیا جاتا ہے، تو ان کے دِل سہم جاتے
ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑے
تو صبر کرتے ہیں اور نماز پابندی سے ادا کرتے
ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے، اس
میں سے خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں۔"

حضرت ابوبصیر صحابیؓ حضرت جعفر صادقؑ فرماتے
ہیں کہ یہ آیۂ مبارکہ حضرت امیر المؤمنینؑ، ابوذر غفاریؓ
سلمان فارسیؓ اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان
میں نازل ہوئی ہے۔ (نفس الرحمٰن ص ۶)

آیۂ مبارکہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت
کانت لهم جنّٰت الفردوس

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان کے لئے جنات الفردوس ہیں"۔

ابوبصیرؒ نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوذرؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت عمار یاسرؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے جنات الفردوس کو ان کا منزل و ماویٰ قرار دیا ہے۔

سورۂ کہف کی یہ آیۂ وافی ھدایہ

واصبر نفسک مع الذین ....

یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون

وجھہ ولا تعد عینیک عنھم ترید زینۃ

حیوۃ الدنیا ؕ

یہ آیت سلمان فارسی کے متعلق نازل ہوئی ہے حضرت سلمان ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں ان کے کھانے کی چیزیں بھی تھیں۔ وہ ہی انکا اندرونی لباس بھی تھا

اور وہی ان کے باہر اوڑھنے کی ردا یعنی چادر تھی۔ عینیہ بن حصین سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت سلمانؓ اس وقت رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عینیہ ابن حصین نے حضرت سلمانؓ کی چادر کی بُو کو محسوس کیا۔ وہ اس وقت پسینہ میں شرابور تھے اور وہ دن سخت گرم تھا۔ عینیہ بن حصین نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں، تو ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا کریں اور جب ہم چلے جائیں تو پھر ایسے لوگ آپؐ کے پاس آجایا کریں۔ پس یہ آیت فقرائے دربارِ رسالتؐ حضرت سلمانؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت خبابؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یہ اصحابِ نبیؐ میں سے مفلس اور فقیر تھے۔۔۔۔ مئولفتہ القلوب عینیہ بن حصین اقرع بن حابس وغیرہ رسول اللہؐ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک

www.khwajalateefansari.com

دن انہوں نے رسول اللہؐ سے کہا، آپؐ صدرِ مسجد میں بیٹھتے ہیں اور یہ لوگ آپؐ کے اِرد گرد ہوتے ہیں۔ یہ لوگ صوف کا لباس پہنتے ہیں اور ان کے کپڑوں کی بُو ہمارے آپ کے پاس آنے میں مانع ہوتی ہے۔ اس پہ یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ ان لوگوں کے ساتھ رہنے میں صبر اختیار کرو۔ جو صبح و شام بارگاہِ ربّ العزّت میں دعائیں کرتے ہیں اور ان کا یہ عمل خالصتہً خوشنودیٔ خدا کے لئے ہوتا ہے۔ دنیاوی زندگی کی زینت کے لئے ان سے آنکھیں مت پھیریئے۔

اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا الحمد للہ کہ اللہ نے مجھے ان لوگوں کے زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے نفس پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ یہ میری اُمّت میں سے وہ لوگ ہیں، جو موت و حیات میں میرے ساتھ ہیں۔

آیہ مبارکہ قُل لا اسئلکم علیہ اجرًا اِلّا المودۃ فی القربیٰ کے متعلق مسعدہ بن صدقتہ سے روایت

ہے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے تم پر ایک فرض عائد کیا ہے۔ کیا تم اسے ادا کرنے کے لئے تیار ہو؟ کسی نے اس پر جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز پھر رسول اللہؐ نے یہی ارشاد فرمایا۔ لوگوں پر پھر سکوت طاری رہا تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا، اے لوگو! یہ فریضہ سونے چاندی یا کھانے پینے کے متعلق نہیں ہے۔ پھر لوگوں نے کہا، بیان فرمائیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے قریب ترین اعزا کی مودت و محبت ہے۔

لوگوں نے کہا، اگر یہ بات ہے تو ہمیں منظور ہے۔

حضرت صادقِ آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس عہد پہ پورے طور پہ سات آدمیوں سے زیادہ نے وفا نہیں کی اور وہ سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، مقدادؓ بن الاسود الکندیؓ،

www.khwajalateefansari.com

جابر ابنِ عبداللہ انصاریؓ اور رسولؐ اللہ کے غلام ثبیتؓ اور زید بن ارقمؓ انصاری ہیں۔ (النفس الرحمٰن ص ۴۶)

آیۂ مبارکہ وھدوا الی الطیب من القول والی صراط الحمید

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیۂ دالی ھدایہ میں قولِ طیّب سے مراد توحید و اخلاص ہے اور صراط الحمید سے مراد حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ضمیر جمیع اکابر صحابہؓ رسالتؐ کے لئے ہیں، جو یہ ہیں :- حمزہؓ، جعفرؓ، عبیدہؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ۔ تفسیر قمی میں ہے کہ عبیدہ سے مراد عبیدہ بن الحرث بن عبدالمطلب ہیں، جو غزوہ بدرالکبریٰ میں شہید ہوئے۔ جب زخمی ہونے کی حالت میں انہیں رسولؐ اللہ کے پاس اٹھا کر لے گئے۔ رسولؐ اللہ انہیں دیکھ کر رونے لگے۔ انہوں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسولؐ اللہ، کیا میں شہید نہیں ہوں؟ اس پر سرکارِ

رسالتؐ نے فرمایا، تو اہل بیتؑ میں سے پہلا شہید ہے۔
تفسیرِ فرات میں ہے کہ جب عبیدہؓ، حمزہؓ و علیؑ کی عتبہ،
شیبہ اور ولید کے ساتھ مبارزت غزوۂ بدر میں ہوئی۔ اس
وقت یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی :-

هٰذٰن خصمان اختصموا فی ربّھم ..... حتّٰی
قطعت لھم ثیاب نار (الحج ۱۸ پ ۱۷ ع ۹) -

"دو فریق ہیں، جو آپس میں اپنے رب کے بارے
میں لڑتے ہیں، جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے آگ
کے کپڑے قطع کئے گئے ہیں؛

یہ آیت ان مشرکوں یعنی عتبہ، شیبہ اور ولید کے
متعلق نازل ہوئی ہے اور آیۂ مبارکہ ان اللہ یدخل
الذین امنوا وعملوا الصالحات الخ یہ آیۂ مبارکہ
ان مسلمانوں یعنی عبیدہؓ، حمزہؓ اور علیؑ کے متعلق نازل ہوئی
ہے :-
آیۂ مبارکہ اَلّذین امنوا وعملوا الصالحات وامنوا

بما نزل علیٰ محمد وھو الحق من ربھم
کفر عنھم سیاٰتھم واصلح بالھم
(سورۂ محمدؐ آیت ا پ۲۶ ع۵)

"اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام
کئے اور جو کچھ محمدؐ پر ان کے رب کی طرف سے
نازل ہؤا اور وہ حق ہے اس پر بھی ایمان لائے
اللہ نے ان کے گناہوں کو دُور کر دیا اور ان کی حالت
سنوار دی"

تفسیر علی بن ابراہیمؒ میں ہے کہ یہ آیت ابوذرؓ، سلمانؓ،
عمارؓ اور مقدادؓ کے بارے میں نازل ہوئی، جنہوں
نے عہدِ الٰہی کو نہیں توڑا اور جو کچھ سرکارِ رسالت محمد
مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہؤا تھا اس
پر ایمان لائے تھے اور علی علیہ السلام کی ولایت پر جسے
اللہ نے نازل کیا تھا اور وہ حق تھی ثابت قدم
رہے تھے۔

www.khwajalateefansari.com

آیۂ مبارکہ ـــ ومن یطع اللہ والرسول
فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم
من النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا کان
اللہ رحیما ۝

"جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں،
وہ ان لوگوں کی معیت میں ہیں، جن پر اللہ نے
انعام کیا اور وہ انبیاء ہیں، صدیقین ہیں، شہداء
اور صالحین ہیں۔ یہ ان کے بہترین رفیق ہیں اور
اللہ ان پر رحم کرنے والا ہے"

النبیین یعنی محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
الصدیقین یعنی علی ابن ابیطالب، جنہوں نے سب سے
پہلے رسالت رسولؐ اللہ کی تصدیق کی ہے اور الشہداء
یعنی علی ابنِ ابیطالبؑ، حمزہؓ، جعفر طیارؓ، حسنؑ اور حسینؑ،
شہیدوں کے سردار ہیں اور الصالحین یعنی سلمانؓ، ابوذرؓ،

www.khwajalateefansari.com

صہیبؓ، بلالؓ اور خبابؓ ہیں۔ یہ سب لوگ جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہوں گے اور مقام جنت میں علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کی منزل ہے۔

یوں تو فضیلتِ حضرت سلمانؓ میں بہت سی آیاتِ قرآنیہ ہیں، مگر ہم یہاں ان ہی چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۹

اسلام کی مجاہدانہ خدمات

غزوات

جب بدر و اُحد کی لڑائیاں ہو رہی تھیں، اُس وقت حضرت سلمانؓ غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، اس لئے معذور تھے کہ ان غزوات میں شرکت نہ کر سکے۔ آزادی کے بعد پہلا غزوہ خندق تھا۔ اس غزوہ میں انہوں نے حسنِ تدبیر سے پہلی دو لڑائیوں میں عدمِ شرکت کی تلافی کر دی

غزوۂ احزاب

خندق کی لڑائی کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں، اس لئے

www.khwajalateefansari.com

کہ عرب کے تمام غیر مسلم گروہ اسلام کے استیصال کے لئے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ حزب کے معنی گروہ، احزاب اس کی جمع ہے۔ یہ جنگ غزوۂ خندق کے نام سے اس لئے مشہور ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمان رضؓ کے مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفّار سے مدافعانہ جنگ فرمائی تھی۔ اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے:۔

جب عرب کے تمام غیر مسلم گروہ اسلام کو مٹانے کے لئے متحد ہو کر مسلمانوں پہ اُمڈ پڑے، تو خواجۂ دوعالم محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے مشاورت فرمائی۔ حضرت سلمان رضؓ ایرانی نژاد تھے۔ اپنے مُلک کی طرز جنگ سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے اپنے مُلک کے دستور کے مطابق دربارِ رسالتؐ میں عرض کیا کہ دشمن کی کثرت اور اپنی قلّت کی صورت میں اہلِ ایران خندق کھود کر مقابلہ کیا کرتے ہیں اور وہ اس طریقِ کار

سے کثیرالتعداد دشمن کے مقابلے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ صلاح نیک اور برجستہ تھی، اس لئے سب نے قبول کی اور سرکار رسالت کی زبان وحی ترجمان نے اس پر مہر توثیق ثبت فرمائی۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہیں تھی اور اس سلسلہ میں بلا امتیاز ہر شخص نے مزدورانہ جدوجہد شروع کی اور زمین کھودنے لگے۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بنفس نفیس انہی خندق کھودنے والوں میں شامل تھے۔ شہر کے تین طرف مکانات اور نخلستان اس طرح محیط تھے کہ غنیم کے حملہ کا احتمال نہیں تھا، کیونکہ یہ مکانات اور نخلستان شہرپناہ کا کام دے رہے تھے۔ شہر کا ایک رُخ بالکل کھُلا ہُوا تھا۔ حضورؐ نے اسی طرف خندق کھودنے کا حکم دیا اور کام شروع ہو گیا۔ کھدائی کا انتظام اس طرح پر تھا کہ دس دس آدمیوں پر دس دس ہاتھ لمبی اور پانچ پانچ گز گہری خندق تیار کرنے کے لئے تقسیم کر دی گئی۔ اتفاقاً اس زمین کے

ایک حصہ میں پتھر کی ایک چٹان نکل آئی۔ لوگوں نے ہزار زور لگایا، مگر وہ پتھر نہ ٹوٹا۔ جب سرورِ کائناتؐ کو خبر ہوئی تو حضورؐ اپنا کام چھوڑ کر کدال لئے ہوئے اِدھر آئے اور ایک ضرب اس پتھر پر لگائی، جس سے وہ پتھر چور چور ہو گیا۔

حضرت سلمانؓ کو اس کھدائی کے فن میں ایک امتیاز حاصل تھا، اس لئے آپ پانچ گز لمبی اور پانچ گز گہری زمین ہر روز کھود ڈالتے تھے۔ ہر شخص کو ان کی اس مہلت پر تعجب تھا اور ہر شخص ان ہی کی ہدایات پر سرگرمِ عمل تھا۔ اس وقت مہاجرین نے کہنا شروع کیا "سلمان منّا" (سلمانؓ ہم لوگوں میں سے ہے)۔ انصار نے سنا تو کہا "سلمان مِنّا" (سلمانؓ ہم میں سے ہے)۔ سلمانؓ ان نعروں پر خاموش تھے، لیکن درحقیقت وہ جن کے تھے، جب انہوں نے سنا تو ارشاد فرمایا:-

"سلمان منّا اهل البیت"

(سلمانؓ ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔)

(طبری صد ۱۴۸۶ روضتہ الاحباب صد ۳۱۶)

خندق کی کھدائی میں مٹی ڈھوتے ڈھوتے سرکار رسالتؐ کا شکم اقدس مٹی سے اَٹ گیا تھا، حضورؐ اس شان سے کہ گرد و غبار سے عبائے رسالت اَٹی ہوئی تھی، یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

والله لولا الله اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

فانزل السكينة علينا وصدقت الاقدام ان لاقينا

ان الاولى قد لغوا علينا اذا ارادوا فتنة ابينا

ترجمہ:۔ اگر خدا نے ہمیں ہدایت خاص عطا نہ فرمائی ہوتی تو ہمیں نہ صدقہ دینے کی توفیق ہوتی، نہ نماز پڑھنے کی۔ خدا نے ہم لوگوں پر سکینہ (اپنی طرف سے تسکین) نازل فرمائی اور اس نے ہم کو ثابت قدمی عطا فرمائی کہ اس کے لقائے قدرت سے مشرف ہوں۔

وہی ہمارا سب سے بہتر مددگار ہے۔ ان کی مخالفت

کے موقعہ پر جنہوں نے ہم سے بغاوت اختیار کی اور ہم پر حملہ کا قصد کیا اور ہمارے دین سے انکار کیا۔ (سیرۃ النبیؐ)

سرکارِ رسالتؐ اس رجز کے ساتھ مہاجرہ و انصار کے لئے دعائے خیر بھی فرما رہے تھے۔

اللّٰھُمَّ انہ لاخیر الا خیر الآخرہ
فبارک فی الانصار والمہاجرہ

(اے معبود کوئی خیر عاقبت کی خیر سے بہتر نہیں، تو انصار و مہاجرین کے امور میں برکت عطا فرما۔)

اس جنگ میں عرب کا مشہور جنگجو عمرو بن عبدود مبارزت خواہ ہوا، جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اکیلا ایک ہزار بہادر کے مقابلہ میں کافی ہے۔ اس کی سطوت کی وجہ سے جب کسی کو اس کے مقابلے کی جسارت نہ ہوئی تو حیدرِ کرارؑ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور سرکارِ رسالتؐ سے اذنِ جہاد طلب کیا۔ حضورؐ نے

اجازت دی اور ارشاد فرمایا :-

قد برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ

"یعنی آج کُل ایمان کُل کفر کے مقابلہ میں نکلا ہے۔"

المختصر اس جنگ میں شدت سے معرکہ آرائی ہوئی اور جناب امیر علیہ السلام کے سر مبارک پہ گہرا زخم بھی آیا، مگر آخر اسد اللہ الغالب علی ابنِ ابیطالب علیہما السلام کی ضرب سے عمرو ابنِ عبدود کیفرِ کردار کو پہنچا - اس پر حضرت ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :-

"خندق کے دن علیؑ کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے افضل و بہتر ہے"

الغرض حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غزوہ احزاب کے بعد کی تمام لڑائیوں میں مجاہدینِ اسلام کے دوش بدوش دادِ شجاعت دیتے رہے - اس کے بعد کوئی غزوہ ایسا نہیں ہے جس میں حضرت سلمان رضؓ شریک نہ ہوئے ہوں اور انہوں نے اپنے خلوص اور جرأت و جسارت کے جوہر

نہ دکھائے ہوں۔

مسند احمد حنبل جلد ۵ صـ ۴۴
اسد الغابہ جلد ۲ صـ ۳۳۰
سیر الصحابہ صـ ۹۴

www.khwajalateefansari.com

باب ۱۰

حضرت سلمانؓ و علم و حکمت

(۱) سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے ارشاد فرمایا:۔

سلمان بحر لا ینزف وکنز لا ینفد سلمان منا اھل البیت یمنح الحکمۃ ویوتی البرھان (منتھی الامال ص۱۸۳)

"سلمانؓ ایسا سمندر ہے، جو پایابی سے ناآشنا ہے۔ ایسا خزانہ ہے، جو خرچ نہیں ہوتا۔ سلمان رضی اللہ عنہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے۔ وہ علم و حکمت نشر کرتا ہے اور صاحب حجہ و برہان ہے۔"

(۲) ان النبیؐ قال امرفکم باللہ سلمان رضؓ

www.khwajafateefansari.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے اللہ کا سب سے زیادہ عرفان رکھنے والا سلمان رضی اللہ عنہ ہے۔

(مشارق الانوار رجب برسی)

(۳) فردوس الاخبار دیلمی میں ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

یا سلمان انت منّا اهل البیت قد علم الاول وعلم الآخر والکتاب الاوّل والکتاب الآخر (شمع الیقین عن فردوس الاخبار)

"اے سلمان رضی اللہ عنہ! تو ہم اہلبیت سے ہے۔ اللہ نے تجھے علمِ اوّل بھی دیا ہے اور علمِ آخر بھی دیا ہے۔ اور کتابِ اوّل بھی دی ہے اور کتابِ آخر بھی دی ہے۔"

(۴) حضرت باب مدینۃ العلم علی ابن ابیطالب علیہم السلام کا ارشادِ گرامی ہے :۔

www.khwajadateefansari.com

سلمانؓ حکیم لقمانؑ کی مانند ہے اور آپ کے فرزند

امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت سلمان کو لقمان سے بہتر کہا ہے۔

(منتہی الآمال ص۹۸۳ استیعاب جلد ۲ ص۵۷۲ سیر الصحابہ ص۹۷)

(۵) رجال کشی میں حضرت سلمانؓ سے ایک خطبۂ طویلہ منقول ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! جو کچھ میں نے بیان کیا ہے، اسے سنو، پھر اسے (اپنے حافظہ میں) مضبوطی سے باندھ لو۔ مجھے علم کثیر دیا گیا ہے۔ اگر میں تمہیں وہ سب کچھ بتا دوں، جو مجھے علم ہے، تو ایک گروہ کہے گا کہ یہ سلمانؓ مجنون ہے اور دوسرا گروہ کہے گا، اللہ سلمانؓ کے قاتل کی مغفرت فرما۔

(۶) حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے منقول ہے کہ میں

نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے حضرت سلمان فارسیؓ کے متعلق دریافت کیا، تو سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا، سلمانؓ علم کا بے پایاں سمندر ہے۔ سلمانؓ علمِ اوّل و علمِ آخر سے مخصوص ہے، جو حضرت سلمانؓ سے عداوت رکھے، اللہ اس سے دشمنی رکھتا ہے اور جو سلمانؓ سے محبّت کرے، اللہ اس سے محبّت کرتا ہے۔ (نفس الرّحمٰن صـ۵)

(۷) کتاب احتجاج میں اصبغ بن بناتہ سے منقول ہے کہ منبرِ کوفہ پہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمانے لگے۔ اے لوگو! جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہے پوچھ لو، قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ۔ اس پہ ابن الکوا نے عرض کیا، یا امیرالمؤمنینؑ مجھے اصحابِ رسولؐ اللہ کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا، تم کس صحابی کے متعلق پوچھتے ہو؟ اس نے کہا، مجھے ابوذرؓ کے متعلق بتائیے۔ فرمایا، میں نے رسولؐ اللہ

سے سُنا ہے، حضورؐ فرما رہے تھے کہ ابوذرؓ سے بڑھ کر صادق لہجہ نہ زمین نے اُٹھایا ہے، نہ آسمان نے اس پر سایہ کیا ہے۔

پھر اس نے عرض کیا کہ سلمانؓ کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا، کیا کہنا سلمانؓ کا۔ وہ ہم اہلبیتؑ سے ہے۔ اس کی مثال لقمانؑ حکیم کی ہے۔ اسے علم الاوّل وعلم الآخر حاصل ہے۔

(۸) جناب امیر علیہ السلام سے حضرت سلمانؓ کے علم کے متعلق دریافت کیا گیا، تو حضورؑ نے فرمایا:۔

سلمانؓ کو اوّل و آخر سب کا علم تھا۔ وہ
ایک ایسا سمندر تھے، جو پایابی سے
نا آشنا رہا۔ وہ ہمارے اہلِ بیتؑ میں
سے تھے۔ (سیر الصحابہ جلد ۹۷)

(۹) ایک موقعہ پہ زبانِ وحی ترجمان حضرت ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا:۔

www.kitabmaktabaalateefarsari.com

سلمانؓ علم سے لبریز ہے

(ابن سعد جز و ۴ قسم ا ص۶۱)

(سیر الصحابہ ص۹۵)

(۱۰) سلمانؓ فضلائے صحابہؓ میں سے تھے۔ آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصّہ اشاعت پذیر ہوا۔

(اسد الغابہ جلد ۲ ص۳۳۱)

(۱۱) حضرت معاذ بن جبلؓ نے ایک دفعہ اپنے ایک شاگرد سے فرمایا، چار آدمیوں سے علم حاصل کرو، ان میں سے ایک سلمانؓ بھی تھے۔

(ابن سعد جز و ۴ قسم ا ص۶۱ سیر الصحابہ ص۹۷)

(۱۲) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
سلمانؓ متوسمین میں سے تھے اور روایات سے ثابت ہے کہ وہ اسم اعظم کے عالم تھے اور محدثین میں سے تھے۔ ایمان کے دس درجے ہیں اور وہ دسویں درجہ پہ فائز تھے۔ غیب و منایا کے عالم تھے۔ بہشت

www.khwajafateefarsan.com

کے تحائف سے اس دُنیا میں لطف اندوز ہوتے تھے۔ بہشت ان کا ہمیشہ عاشق و مشتاق رہا۔ وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا تھا کہ وہ چار شخصوں سے محبّت کریں۔ ان میں سے ایک سلمانؓ تھے۔ ان کی اور ان جیسے صحابہ کی مدح میں آیاتِ قرآنیہ نازل ہوئی ہیں۔ جبریلؑ جب نازل ہوتے تو خدا کی طرف سے مامور تھے کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے سلمانؓ کو سلام پہنچائیں اور انہیں علم منایا و بلایا و انساب سے آگاہ کریں اور اس امر کے لئے حضرت سلمانؓ کو رات کے وقت خلوت کا موقعہ ملتا تھا اور سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفدا نیز سرکارِ ولایت علی المرتضیٰ ارواحنا لہ الفدا علمِ الٰہی کی ایسی پوشیدہ اور راز کی باتوں کی تعلیم دیتے تھے، جن کے برداشت و تحمّل کی کسی دوسرے میں قوّت و قابلیت

www.khwajalateefansari.com

نہیں تھی۔ (منتہی الامال ص۸۳)

(۱۳) حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

ادرک السلمان علم الاوّل و الآخر هُوَ

بحر لا ینزح وَهُو منّا اهل البیت

(منتہی الامال ص۸۵)

"سلمانؓ نے علمِ اوّل و علمِ آخر حاصل کیا۔ وہ

ایسا سمندر ہیں کہ ان سے اگر استفادہ کیا جائے

تو وہ ختم نہیں ہوتا اور وہ ہم اہلِ بیتؑ میں

سے ہیں۔"

یہ خبر سلمانؓ کے علمِ غیب کے بارے میں مرقوم ہے

(رجال کشی)

(۱۴) جناب امیر علیہ السلام ایک روز حضرت ابوذر

غفاری رضی اللہ عنہُ سے، جو خود بھی عالم السرّ و

الخفایا تھے، حضرت سلمانؓ کے متعلق فرمایا:۔

اے ابوذر! اگر سلمانؓ اپنے علوم میں سے تجھے

آگاہ کر دے، تو تُو بے ساختہ کہے گا۔ رحم اللہ قاتلِ سلمان۔ (اللہ سلمانؓ کے قاتل پر رحم کرے) یعنی تجھ میں ان علوم کے تحمّل و برداشت کی قوت و صلاحیت نہیں اور تُو ان علوم پر رسائی نہ ہونے کی وجہ سے صحیح ادراک نہیں کر سکے گا اور سلمان کو واجب القتل سمجھ کر اس کے قاتل کے لئے طلب رحمت کرے گا۔

اے ابو ذرؓ! سلمانؓ اس کرۂ ارض پر باب اللہ ہے، جو اس کی معرفت رکھتا ہے، وہ مومن ہے، اس کا انکار کرنے کافر ہے۔ (منتہی الآمال ص ۱۴)

(۱۵) حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ سلمانؓ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں۔ قرآن اور انجیل (بلکہ تورات کا بھی) انہوں نے مذہبِ عیسوی کے مسائل پادریوں کی زبانی ہی نہیں سُنے تھے، بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ کھانے کے
بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے۔

(مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۴۱ سیر الصحابہ ص ۹۸، ۹۹)

(۱۶) امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حضرت سلمان رض
محدث تھے۔ (منتہی الامال ص ۸۳)

(۱۷) ابو سعید خدری، ابو الطفیل، اوس بن مالک ابن
عجرہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۳۸ اسیر الصحابہ ص ۹۸)

(۱۸) گو حضرت سلمان رض علم اول و آخر کے مالک تھے تاہم
حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے

(سیر الصحابہ ص ۹۸)

(۱۹) تدوینِ حدیث کا سلسلہ صحابہ کرام رض نے شروع کیا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دربارِ رسالت ص میں حاضر
رہنے والے حضرات کو ضرورتِ حدیث کا احساس
تھا۔ چنانچہ کئی ایک صحابی ہیں، جنہوں نے احادیث

کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا - ان کے یہ مجامیع مُسند یا صحیفہ کہلاتے تھے - صحیفہ سے مراد مسند ہے - اس امر کی ابتدا جناب امیر علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ ان مسانید کے مؤلفوں میں چند حضرات کے نام ہم لکھتے ہیں :-

(۱) حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ (۲) حضرت ابو بکرہؓ (۳) حضرت عمرؓ (۴) حضرت سمرہ بن جندبؓ (۵) حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ (۶) حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ (۷) حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ (۸) حضرت ابوہریرہؓ دوسی (۹) حضرت عبداللہ بن عمرو عاص (۱۰) حضرت ابو رافع اسلم قبطیؓ (۱۱) حضرت ابوذر غفاریؓ (۱۲) حضرت سلمان الخیر یا سلمانؓ محمدی - حضرت سلمان الخیرؓ نے ایک مجموعۂ احادیث تالیف فرمایا تھا مسند سلمان (تاسیس الشیعہ علم حدیث)

حضرت سلمان کی تالیفات میں آیاتِ قرآنیہ کے فارسی

ترجمے ملتے ہیں۔

(مقدمہ صحیفہ ہمام ص۲۹ بحوالہ مبسوط سرخسی جلد ۱ ص۳۷)

حضرت سلمان کے قرآنی آیات کے فارسی ترجموں نے قرآن مجید کے دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کی راہ دکھائی۔

(اللہ تعالے امامیہ مشن لاہور اور حسینی مشن راولپنڈی کو دُنیا کی مختلف زبانوں میں قرآنِ حکیم و احادیث کے ترجمہ کرنے اور حضرت سلمانؓ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔مؤلف)

شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلمان نے کہا کہ چھ چیزیں میرے لئے موجب حیرت ہیں۔ تین امور پر میں ہنسا اور تین امور پہ رویا ہوں۔ وہ تین امر، جن پر

میں رو رہا ہوں یہ ہیں :-

(۱) داستانِ رسول اللہ اور ان کے حزب کا فراق۔

(۲) ھول المطلع یعنی روزِ قیامت کا خوف کہ جس دن وہ چیزیں، جن پہ پردے پڑے ہوئے ہیں، ظاہر ہو جائیں گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے حضور میں حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونا۔

وہ تین امر، جن پر میں ہنستا ہوں، یہ ہیں :-

(۱) طالبِ دُنیا پر جبکہ موت اس کی طلب میں ہے۔

(۲) ایسا غافل، جو غفلت میں ہی پڑا ہوا ہے۔

(۳) ایسا ہنسنے والا، جس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ اس سے راضی ہے یا ناراض ہے۔

کتاب الزھد میں منقول ہے کہ حضرت سلمان رضؓ نے فرمایا کہ اس دنیا میں اگر دو چیزیں نہ ہوتیں، تو میں اللہ سے موت کی تمنا کرتا۔

www.khwajalateefansari.com

(۱) بارگاہِ ربّ العزت میں سر بسجود ہونا۔

(۲) ایسے لوگوں سے ہم کلام ہونا، جن کے کلام میں

اس قدر شیرینی اور خوشبو ہے جتنی کھجور میں

شیرینی اور خوشبو ہے۔

شیخ صدوق نے مفضل بن عمر سے علل الشرائع میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابی عبداللہ جعفرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلمانؓ اور ایک اور شخص کے درمیان سلسلۂ کلام جاری تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا، تُو کون ہے؟ اور تُو کیا ہے؟ سُن تُو ابتدا میں ایک غلیظ نطفہ تھا اور تُو آخر میں ایک متعفن مُردار ہوگا اور جب قیامت کا دن ہوگا اور موازین نصب کی جائے گی۔ جس کی میزان گھاٹے میں ہوگی، وہ لئیم ہوگا اور جس کی میزان وزن میں بڑھ جائے گی، وہ کریم ہوگا۔ سچ ہے انسان کی مادّی حقیقت یہی ہے ؎

بد وِ وجود میں تُو ہے اک قطرۂ غلیظ

دنیا میں رہ کے حامل بول و براز ہے
مرنے کے بعد ہوتا ہے اک جیفہ کثیف
کس واسطے بشر کو بھلا کبر و ناز ہے

رجال کشی میں حنان بن سدیر نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چند صحابیؓ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے خاندانی نسب بیان کر رہے تھے۔ ان میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ بھی اپنا نسب اور اپنی اصل بیان کریں۔ حضرت سلمانؓ نے اس پر ارشاد فرمایا۔

انا سلمان بن عبد اللہ کنت ضالاً فھدیٰ اللہ محمدؐ کنت عائلاً فاغنی اللہ بہ محمدؐ کنت مملوکا فاعتقنی اللہ بہ محمدؐ فھذا حسبی و نسبی۔

ترجمہ :- میں سلمان بن عبد اللہ ہوں میں

عشقِ رسول میں وارفتہ تھا۔ پس اللہ نے اس راہ میں بطفیلِ محمدؐ میری رہنمائی فرمائی۔ میں مفلس وقلاش تھا۔ اللہ نے بتصدّقِ محمدؐ مجھے غنی اور مالدار کر دیا۔ میں عبدالمملوک تھا، اللہ نے بطفیلِ محمدؐ مجھے آزادی اور حرّیت کی نعمت سے مالا مال کر دیا۔ پس یہی میرا حسب ہے اور یہی میرا نسب ہے۔

اس کے بعد حضرت سلمانؓ خدمتِ رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کو سرکارِ رسالتؐ سے بیان کیا اور ان لوگوں کی شکایت کی۔ حضرت فخرِ بنی آدم محمد مصطفےٰؐ ارواحنا لہ الفدا نے لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:۔

یا معاشر القریش ان حسب الرجل دینہ ومروتہ وخلقہ واصلہ عقلہ

"اے تمام قریشیو! کسی آدمی کا حسب اس کا دین

اس کی مروّت اور اس کے اخلاق ہیں اور اس کی اصل اس کی عقل ہے۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے اس حقیقت کو اپنی کتاب حکیم میں اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

اِنّما خلقنا کم من ذکرٍ و انثیٰ و جعلنا کم شعوبًا و قبائل لتعارفوا اِنّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔

ترجمہ:۔ ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ تمہارے لیے خاندانی شاخیں اور قبیلے قرار دیئے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے اکرم وہی ہے، جو تم میں سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔

پھر فرمایا، اے سلمانؓ جان لو! کہ ان میں سے کوئی بھی تم پر فضیلت نہیں رکھتا، مگر تقویٰ الٰہی ہی ذریعۂ فضیلت ہے۔ اگر تمہیں رفعتِ تقویٰ حاصل ہے، تو تم ہی افضل و اکرم ہو نعم ما قیل۔

لعمرک ما الانسان الا بدینہ

فلا تترک التقویٰ اتکالاً علی النسب

لقد رفع الاسلام سلمان فارسی

وقد وضع الشرک الشریف ابالہب

(مجھے تیری زندگی کی قسم انسان کی رفعت صرف دین سے ہی ہے۔ پس تو اپنی خاندانی رفعت پر بھروسہ کرکے تقویٰ کو ترک مت کر۔ اسلام نے فارس کے رہنے والے سلمانؓ کو بلند کر دیا اور شرک نے شرف خاندانی رکھنے والے ابولہب کو قعر ذلت میں گرا دیا۔)

شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ۔

کانت مودۃ سلمان لہ نسباً

ولم یکن بین نوح وابنہ رحماً

(حضرت سلمانؓ کی آلِ محمدؐ سے مودت ان کا

www.khwajaiatectansari.com

نسب ہو گئی اور حضرت نوحؑ اور ان کے بیٹے
کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہ رہا۔)
اس سلسلہ میں حضرت سلمان کے یہ اشعار مشہور
ہیں ؎

ابی الاسلام لا ابی سواہ
اذا فتخروا بقیس او تمیم

(جب بنی قیس اور بنی تمیم اپنے نسب پر فخر
کر رہے ہوں، تو میرا باپ اسلام اور اسلام کے
سوا میرا کوئی باپ نہیں۔)

(ربیع الابرار زمخشری)

کتاب التوحید میں ہے کہ حضرت سلمانؓ کے پاس
ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، اے ابا عبد اللہ میں نوافل
شب (تہجد) پڑھنے کی قوت نہیں رکھتا۔ آپ نے
فرمایا۔ تم دن میں اللہ کی نافرمانی نہ کیا کرو۔ ایک اور شخص
جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس

نے عرض کیا یا امیر المومنین مَیں نے اپنے لئے نوافلِ شب کو حرام قرار دیا ہے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا، تو ایسا شخص ہے کہ تو نے اپنے گناہوں کو مقید کیا ہے۔

سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت کا ایک دروازہ کھولا ہے، جو اس میں داخل ہوا، وہ مومن ہے۔ جو اس سے نکلا وہ کافر ہے۔

زمخشری نے ربیع الابرار میں حضرت سلمان کے یہ شعر لکھے، جو انسانی کفنوں پر لکھے جانے کے لئے موزوں ہیں:-

وفدت علی الکریم بغیرِ زادٍ

من الحسنات و القلب السلیم

وحمل الزاد اقبح کل شی

اذا کان الوفود علی الکریم

مَیں ایک وفد کی صورت میں اللہ کریم کے پاس بغیر زادِ راہ کے حاضر ہوا۔ نہ نیکیاں میرے پاس زادِ راہ تھیں نہ قلب

سلیم ہی، لیکن جب وفود کریم کے پاس جا رہے ہوں، تو زاد اُٹھا کر لے جانا اچھا نہیں۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۱۱

حضرت سلمانؓ کا علم غیب اور علم اسم اعظم

رجال کشی میں مسیب بن نجبتہ الفرازی سے منقول ہے کہ جب سلمانؓ فارسی پیدل چل کر آ رہے تھے۔ ہماری ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کربلا کے متعلق فرمایا۔ یہ میرے بھائیوں کی قتل گاہ ہے۔ یہ ان کے کجاووں کے اترنے کی جگہ اور ان کی سواریوں کے قیام کا مقام ہے۔ یہاں پر ان کے خون بہائے جائیں گے۔ یہاں پر خیر الاولین اور خیر الآخرین کا فرزند شہید کیا جائے گا۔ پھر حضرت سلمانؓ نے سفر کیا اور وہ حرورا کے مقام پر پہنچے۔ فرمایا اس سرزمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، حرورا۔ فرمایا یہاں

www.khwajalateefansari.com

سے شرالاوّلین و شرالآخرین خروج کرے گا۔ پھر آپ نے سفر کیا اور بانقیا پہنچے اور اسی سرزمین پہ کوفہ کا پہلا پُل واقع ہے۔ پوچھا کہ تم اس سرزمین کو کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا بانقیا۔ پھر آپ نے وہاں سے سفر کیا، یہاں تک کہ کوفہ پہنچے۔ فرمایا یہ کوفہ ہے۔ لوگوں نے کہا، ہاں۔ فرمایا یہی قبتہ الاسلام ہے۔

اس روایت میں حضرت سلمانؓ کے اس سفر کا ذکر ہے، جو انہوں نے مدینہ منورہ سے مدائن کی طرف کیا تھا جبکہ خلیفتہ المسلمین حضرت عمر ابنِ خطاب نے حذیفہ یمانی کو معزول کرکے انہیں مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا اور کربلا حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا مقتل ہونے والا تھا۔ حضرت سلمانؓ نے اس سفر میں اس ہونے والے واقعہ کی خبر دی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ انہیں مغیبات پر اطلاع تھی۔

حروراء کوفہ کے علاقہ میں صحرا ہے اور اس صحرا میں اسی

نام کا ایک گاؤں ہے۔ صفین کی جنگ میں فیصلہ حکمین کے بعد امیرالمؤمنین کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کا اجتماع اس گاؤں میں ہوا تھا یہی وہ لوگ تھے، جن کے متعلق سرکارِ رسالت آبؐ نے فرمایا تھا:-

انھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

یعنی یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر گوشۂ کمان سے نکل جاتا ہے اور کثرتِ سجدہ کی وجہ سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ بہت نماز پڑھنے والے اور تلاوتِ قرآن کرنے والے ہوں گے اور ان کا نعرہ لاحکم الا اللہ ہوگا۔ حضرت سلمانؓ نے اس فتنہ کی قبل از ظہور ان الفاظ میں پیشنگوئی کی ہے کہ یہاں سے شرالاولین و شرالآخرین خروج کرے گا۔ یہ حروراء کا فتنہ بہت بڑا فتنہ تھا، جس کی

خبر حضرت سلمان علیہ الرضوان نے بہت عرصہ پہلے بیان کر دی تھی اور یہ اُن کے اخبار مغیبات میں سے ہے۔ اس فتنۂ خوارج کے چند اشخاص لیڈر تھے، عبد اللہ بن ادریہ یزید بن عاصم المحاربی، عروہ، عبد اللہ بن الکوا، عبد اللہ بن وہب الراسبی، ذو الخویصرہ، حرقوص، عبد اللہ بن زبیر التمیمی۔ ان کی قیادت میں بارہ ہزار آدمی تھے، جنہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے خلاف یہ نعرہ بلند کیا تھا، لا حکم الا اللہ ولا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں اور خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔ حالانکہ جناب امیرؑ نقیب الٰہی تھے۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت تھی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں نہروان میں شکست فاش دی۔ ان میں سے بعض خوارج بچ رہے تھے۔

جناب سلمان علیہ الرضوان نے کوفہ کو جو قبۃ الاسلام فرمایا، وہ اس لئے ہے کہ کوفہ کو روایات میں جمجمۃ العرب

رحمہ اللہ (اللہ کا نیزہ) کنز الایمان (ایمان کا خزانہ)
طیبۃ الزکیہ (پاک و پاکیزہ شہر) روضۃ من ریاض
الجنۃ (باغہائے بہشت میں سے ایک باغ) اس
سرزمین میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ اور تین سو ستر
نبیوںؑ اور چھ سو اوصیاء کی قبریں ہیں اور سیّد الاوصیاء
علی مرتضیٰ ارواحنا لہ الفدا کا مزار ہے اور یہ مقام
سرکارِ ولایت علی ابنِ ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا دار الہجرۃ ہے اور اسی مقام سے نشر و اشاعت
علومِ مرتضویہ ہُوا۔ اور اس نشر و اشاعت نے ایران
فردوس نشان کو علوم و حکمِ مرتضویہ سے مالامال کیا ہے۔
ابو بصیر نے حضرت صادقِ آلِ محمدؐ سے روایت کی
ہے کہ جب مسلمان کوفہ میں داخل ہوئے اور اس پر
ان کی نظرِ بصیرت پڑی، تو آپ نے وہاں قائم ہونے
والی حکومتوں کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ کی حکومت
کا ذکر کیا اور پھر اس کے بعد قائم ہونے والی حکومتوں

کا ذکر کیا اور فرمایا، جب ایسا ہو تو اپنے گھروں کی احلاس یعنی اس چادر کو اختیار کرو، جو اونٹ کی پیٹھ پر زین کے نیچے ڈالی جاتی ہے اور اس وقت اس صورت کو اختیار کئے رہو، جب کہ طاہر کا بیٹا، جو دُنیا کو نجاستوں سے پاک کرنے والا ہے، ظہور فرمائے۔ یہ بزرگوار صاحبِ غیبۃ ہے۔ اس خبر میں آئندہ ہونے والے واقعات کی اطلاع ہے۔ چنانچہ کافی میں سدیر سے روایت ہے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اے لوگو! خانہ نشینی اختیار کرو، یہاں تک کہ تمہیں خبر پہنچے کہ سفیانی نے خروج کیا ہے، تو اس وقت رحلت کر کے ہماری طرف آؤ۔ اگرچہ تمہیں پیدل چل کر آنا پڑے۔

نیز اکمال میں حضرت علی مرتضیٰؑ سے روایت ہے جس میں انہوں نے غیبتِ قائم آلِ محمدؐ کے ذکر کے متعلق فرمایا کہ اس زمانے میں صرف ایسے لوگ دین پر قائم

رہیں گے، جو مخلص ہوں گے اور رُوحِ یقین سے بشارت دیئے ہوئے ہوں گے اور جن سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے اور جن کے دلوں میں ایمان کو نقش کیا ہے اور جن کی تائید روح القدس نے کی ہے۔

حسین بن حمدان الحضینی نے اپنی کتاب میں رشید الہجری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے جابر بن عبداللہ انصاری رض سے سُنا ہے کہ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر امّت میں ایک محدّث ہوتا ہے اور اس امّت کا محدّث سلمان رض ہے۔ لوگوں نے پُوچھا، محدّث سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا، محدّث اسے کہتے ہیں، جو لوگوں کو ایسے اخبارِ غیب سے مطلع کرے، جس کے وہ محتاج ہوں۔ لوگوں نے پوچھا، یا رسول صلعم اللہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا، اس کا علم میرا علم ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے، وہ میرے دل سے ہے اور وہ ہوئی ہوئی اور وہ آئندہ ہونے والی

باتوں کا علم ہے۔ (نفس الرحمان ص۶۵)

رجال کشی میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا ہے کہ حضرت سلمان رضؓ کو اسم اعظم کا علم تھا۔

اختصاص میں شیخ مفید علیہ الرحمتہ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت سلمان سلام اللہ علیہ کو اسم اعظم کا علم تھا۔

رجال کشی میں زرارہ بن اعین نے حضرت ابی جعفر یعنی امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام محدّث تھے اور حضرت سلمان علیہ الرضوان محدّث تھے۔

حضرت ابو بصیر نے صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم حضرت علی علیہ السلام محدّث تھے اور حضرت سلمان محدث

تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور محدث کی شرح فرمائیں۔
آپ نے فرمایا، اللہ تعالےٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے، جو
امور کو اس کے کان میں پھونک دیتا ہے۔

حسن بن منصور سے منقول ہے کہ مَیں نے صادق آلِ
محمدؐ کی خدمت میں عرض کیا، کیا سلمانؓ محدّث تھے ؟
فرمایا، ہاں سلمانؓ محدّث تھے۔

ابی بصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابی عبد اللہ
جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، حضرت علی علیہ السلام
محدّث تھے اور سلمانؓ بھی محدّث تھے۔ ابی بصیر کہتے
ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ محدّث سے مراد کیا ہے؟ معصومؑ
نے فرمایا، ان کے پاس فرشتہ آتا تھا اور انہیں امورِ
ضروریہ سے آگاہ کرتا تھا۔ (علل الشرائع شیخ صدوقؒ)

علل الشرائع میں شیخ صدوق علیہ الرحمتہ سے روایت
ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا محدّثہ تھیں اور حضرت
سلمانؓ محدث تھے۔ اس پر صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام

سے سوال کیا گیا کہ سلمانؓ سے ان امورِ مکنونہ کو کون بیان کرتا تھا؟ تو آپ نے فرمایا، رسولؐ اللہ اور جنابِ امیرؑ اور ان دونوں کی وجہ سے وہ محدّث ہو گئے اور یہ دونوں حضرات اور کسی سے یہ اسرارِ الٰہیہ اس لئے بیان نہیں فرماتے تھے، کیونکہ اور لوگوں میں ان اسرار کے برداشت کی طاقت نہیں تھی، کیونکہ یہ علمِ الٰہی کے اسرارِ مخزونہ و مکنونہ تھے۔

احمد بن حمدان المروزی نے صادقِ آلِ محمدؐ سے روایت کیا ہے کہ سلمانؓ محدّث تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان کے محدّث ہونے کا ماخذ ان کے امام تھے نہ کہ ان کا رب۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے تو یہ اسرارِ حجیّت خدا پر ہی واضح ہوتے ہیں۔

یہ آخری خبر جو احمد بن حمدان المروزی سے منقول ہے، بظاہر پہلے اخبار کے منافی معلوم ہوتی ہے۔ مگر امام کے ذریعہ سے محدّث ہونا فرشتہ کے ذریعہ سے محدّث ہونے

کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ کے ذریعہ سے محدّث ہونے اور فرشتہ کی طرف سے محدّث ہونے میں کوئی تلازم نہیں ہے، کیونکہ رب کی طرف سے محدّث ہونے سے مراد بلا واسطہ خدا سے محدّث ہونا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خاص رسولوںؑ کے لئے ہی مخصوص ہے اور امام یا فرشتہ سے محدّث ہونا برابر ہیں، کیونکہ یہ دونوں ہی واسطے ہیں۔ محدّث ہونے سے مراد خاص قسم کا علم ہے، جو قلب پر وارد ہوتا ہے اور اکتسابی نہیں ہوتا۔ یہ علم الہامی ہے۔ اس کے متعلق مختلف احادیث ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ امام محمدؑ باقر علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ فرشتہ کے ذریعہ سے محدّث ہونا کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محدّث کے کان میں ایسی طنین یعنی آواز آتی ہے، جیسا کہ کسی برتن کی آواز ہوتی ہے، جبکہ اسے کسی چیز سے کھٹکھٹایا جائے۔ زرارہ بن اعین امام محمدؑ باقر سے روایت کرتے ہیں کہ محدّث وہ ہے کہ جو آواز سنتا ہے، مگر کوئی چیز دیکھتا نہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام

کا ارشاد ہے کہ محدّث کلام سُنتا ہے، مگر وہ نہ بیداری میں کوئی چیز دیکھتا ہے اور نہ ہی نیند میں اسے کوئی چیز دکھائی دیتی ہے۔ محدّث وہ ہے کہ جو سُنتا ہے، مگر کسی صورت کو نہیں دیکھتا۔ برید امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ محدّث وہ ہے جو فرشتہ کے کلام اور اس کی بات کو سنتا ہے اور کوئی چیز دیکھتا نہیں ہے، بلکہ اس کے کان میں آواز آتی ہے اور اس کے دل میں اُتر جاتی ہے۔ محدّث کے لفظ کا اطلاق رسولؐ اور نبیؐ پر بھی ہوتا ہے ائمہ اور اوصیاء پر بھی اور اس سے عام بھی۔ مگر ان کے اطلاق جداگانہ ہیں۔ جن معنوں میں حضرت سلمانؓ پر محدّث کا اطلاق ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ فرشتہ ان کے بطونِ قلب میں کچھ حقائق ڈال دیتا تھا اور انہیں بعض امورِ غیبیہ کا الہام ہوتا تھا۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ملاء اعلیٰ سے بعض امورِ غیبیہ کو ان کے قلب میں ڈال دیا جاتا تھا اور ان کی ضمیر میں بعض امورِ صحیحہ کو پیدا کر دیا جاتا تھا اور یہ

علمِ غیب کی ایک قسم ہے کہ بعض باتوں کو، جو واقع ہونے والی ہیں، ظاہر کر دیا جاتا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ایک کرامت ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں میں سے جسے اس قابل سمجھتا ہے، مشرف و مکرّم فرماتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ قلب کی صفائی ہے، جس میں لوحِ محفوظ سے بعض امور منعکس ہو جاتے ہیں۔ بعض اربابِ علمِ باطن کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بعض ہونے والی باتوں کو قلوبِ صافیہ میں پیدا کر دیتا ہے۔ بہر کیف محدّث کا مقام بلند ہے۔ یہ ایک منصبِ عظیم ہے، جس پہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان علیہ الرضوان کو فائز فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

www.khwajafateelansari.com

باب ۱۲

حضرتِ سلمانؓ کی آلِ محمدؐ سے وابستگی

حضرت سلمان رضی صحابہؓ کے اس گروہ سے متعلق ہیں جنہیں سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام سے محبت و اخلاص میں ایک امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفیٰؐ ارواحنا لہ الفدا کے ارتحالِ پُرملال کے بعد مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ اس تقسیم میں ایک گروہ علیؑ والوں کا تھا، جو پُرامن گروہ تھا۔ اُنہیں مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا کرنا مطلوب نہیں تھا، وہ حقوقِ جنابِ امیرؑ کے متعلق پُرامن احتجاج کرتے رہے۔

اس نازک دور میں حضرت سلمانؓ حضرت علی علیہ السلام

سے وابستہ رہے۔ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی تاسی میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی بیعت نہیں کی۔

کتاب کامل بہائی میں ہے کہ جناب سلمانؓ نے آلِ رسولؐ کی پیروی میں خلیفۂ اوّلِ مسلمین کی بیعت نہیں کی، تو حضرت خلیفۂ دوم نے اُن سے کہا کہ بنی ہاشم نے تو اس وجہ سے بیعت نہیں کی کہ وہ اپنے آپ کو ہم لوگوں سے افضل کہتے ہیں، مگر تم کو کیا ہوا کہ بیعت سے تخلف کرتے ہو؟ اس پر جناب سلمانؓ نے جواب دیا:-

انا شیعۃ لھم فی الدنیا والآخرۃ

اتخلف بتخلفھم وابایع ببعتیھم

ترجمہ:- میں ان حضرات کا شیعہ ہوں دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ حضرات بیعت سے تخلف کریں گے تو میں بھی کروں گا اور یہ حضرات بیعت کریں گے تو میں بھی کر لوں گا۔

www.khwajadateefansari.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:۔

انا بایع النبی علی نضح المسلمین

والائتمام لعلی ابن ابیطالبؑ

(مجالس المؤمنین صفحہ ۹۲)

"یعنی ہم نے رسولؐ اللہ کی بیعت اس بات پر کی تھی کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اختیار کریں گے اور حضرت علیؑ کو اپنا امام سمجھیں گے۔"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا حضرات خلفائے مسلمین کی بیعت سے انکار اپنے اس راسخ عقیدہ کی بنا پر تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو امام سمجھتے تھے لیکن اس عقیدہ کے باوجود وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے خواہاں اور اُن کی بھلائی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وہ ایک ایسے حزبِ اختلاف میں رہے جس کے قائد علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے اور حوزہ اسلامیہ سے جائز تعاون وہ بلند نظریہ تھا، جس سے آج

www.khwajalateefansari.com

بھی مسلمانوں کے فرقہ وارانہ اختلاف دُور ہو سکتے ہیں۔
آج بھی ہر شیعہ اسی مسلکِ سلمانیؓ پہ گامزن ہے کہ شیعہ
حضرت علی علیہ السلام کو اپنا امام اوّل سمجھتے ہیں اور
خلفائے مسلمین کو سلاطین سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کی فلاح
و بہبود کے خواہاں اور ان کی بھلائی کے لئے ہمیشہ کوشاں
ہیں۔
اب ہم اس اہم مسلک کو وضاحت سے بیان کرتے
ہیں +

www.khwajalateefansari.com

باب ۱۳

حضرت علیؓ اور ان کے حزب کا حکومتوں

سے تعاون اور پُر امن رویّہ

یہ امر کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے استحقاقِ سلطنت کے قائل تھے اور سرکارِ رسالتؐ کے بعد حکومت کو اپنا حق سمجھتے تھے، ایسا مسلّم الثبوت ہے کہ اس سے کسی سلیم الطّبع انسان کو یارائے انکار نہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عصرِ حاضر کے دو فاضل پروفیسروں نے جن کی فنِ تاریخ میں مہارت مسلّم ہے، اس طرح بیان کیا ہے:-

"اگرچہ حضرت علیؓ اپنے حقِ خلافت کے قائل تھے لیکن اسلام کی محبّت نے ان کے سینے کو فراخ

www.khwajalatefansari.com

اور ان کے قلب کو وسیع بنا دیا تھا اور وہ کسی جبر سے نہیں، بلکہ اسلام کی بہبود و بہتری کے خیال سے خاموش رہے اور خلیفۂ وقت کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

(تاریخِ اسلام مؤلّفہ پروفیسر سیّد عبد القادر مرحوم و پروفیسر محمد شجاع الدین ایم۔ اے صفحہ ۱۲۵)

اگر ملک و ملّت کی فلاح و بہبود پیشِ نظر ہو تو امّت کا اختلاف بھی رحمت ہے۔ دنیاوی سلطنت میں دو گروہ ہوتے ہیں، حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف۔ جس طرح کسی سلطنت کے لئے حزبِ اقتدار کی ضرورت ہے کہ جو نفسانی خواہشات پر مفادِ ملّت کو ترجیح دے، دوست نوازی اور کنبہ پروری سے بلند تر ہو، تقسیم بالسویہ یعنی دولت کی مساویانہ تقسیم کا ضامن ہو اور مفادِ ملک و ملّت کو ذاتی اغراض پر ترجیح دے۔ اسی طرح ایک ایسے سلیم حزبِ اختلاف کا ہونا بھی ضروری ہے، جو حزبِ اقتدار

پر مخلصانہ تنقید کر کے انہیں مفادِ ملت کی راہ پر ڈالے
اپنے نقد و تبصرہ سے حزبِ اقتدار کی ذاتی اغراض
کو پنپنے نہ دے۔ ذاتی اختلاف سے الگ ہو کر ملت کی
فلاح و بہبود کے لئے اپنے تعاون میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ کرے اور اپنے حقوق کے اتلاف سے
بے نیاز ہو کر ملک و ملت کی ترقی کے لئے کوشاں
رہے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں خودغرض حزبِ اختلاف
ہی ملک و ملت کی تباہی و بربادی کا سبب رہا ہے۔
حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے گروہ نے اپنے حقوق
کو نظر انداز کر کے حزبِ اختلاف میں رہ کر ملت
کے بہی خواہ اور بہترین حزبِ اختلاف کا نمونہ پیش
کیا ہے۔

حضرت سلمانؓ نے اگرچہ حضرت ابوبکر کی بیعت
نہیں کی تھی، مگر اس اختلاف سے ان کے فلاح و بہبود

مسلمین کے رویّہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ سلطنت میں حضرت سلمانؓ مدینۂ نبویؐ میں رہ کر پُرامن و سکون زندگی بسر کرتے رہے۔

عہدِ حضرت ابوبکرؓ کے آخر یا عہدِ حضرت عمرؓ کی ابتدا میں انہوں نے عراق کی سکونت اختیار کر لی اور ان کے بھائی حضرت ابو دردا انصاریؓ نے شام کو اپنا وطن بنا لیا۔ یہ وطن دنیاوی لحاظ سے حضرت ابو درداؓ کو راس آیا۔ اللہ نے انہیں اولاد بھی کرامت فرمائی اور مال و دولت سے بھی مالا مال کر دیا۔ انہوں نے حضرت سلمانؓ کو خط لکھا کہ تم سے علیحدہ ہونے کے بعد اللہ نے مجھ کو مال و دولت اور اہل و عیال سے ممتاز کیا اور ارضِ مقدس کی سکونت کا اعزاز بخشا۔

انہوں نے اس کے جواب میں لکھا:۔

"یاد رکھو مال اور اولاد کی کثرت میں کوئی خیر نہیں، بلکہ خیر اس میں ہے کہ تمہارا علم

زیادہ ہو، جو تم کو نفع پہنچائے۔ محض
ارضِ مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہیں پہنچا
سکتا، کیونکہ زمین کسی کے لئے عمل نہیں
کرتی، جب تک تمہارا عمل اس قابل نہ
ہو اور عمل بھی اسی طرح ہو کہ گویا خدا
تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مُردہ
سمجھو۔

(اسد الغابہ جلد ۲ ص۳۳) (سیر الصحابہ ص۹۵)

حضرت عمرؓ کے دورِ سلطنت میں حکومت نے ان
کی ضرورت کو محسوس کیا۔ ایران کی فوج کشی میں ضرورت
پڑی کہ کوئی ایرانی ہی اہلِ ایران کو سمجھائے اور لڑائی
کے بغیر جہادِ لسانی سے معاملہ طے ہو جائے۔ چنانچہ یہ
گئے، لیکن ہر قدم پر اصولِ اسلام کو ملحوظ رکھا۔ ایک
ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ اقدام سے
پہلے انہوں نے اہلِ وطن کو، جو محصور تھے، اس طرح

www.khwajalateefansari.com

خطاب فرمایا:-

"میں بھی تمہارا ہم وطن ہوں، مگر مجھے اللہ نے
اسلام کی نعمت سے معزز و ممتاز فرمایا ہے۔
یاد رکھیے تم لوگ عربی حکومت کی اطاعت سے
کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ میں تمہیں سمجھا رہا ہوں
اگر تم اسلام قبول کر کے ہجرت کر کے ہم میں مل
جاؤ، تو تم کو اہلِ عرب کے حقوق دیئے جائیں
گے اور جو قانون ان کے لیے ہے، وہی تم
پر جاری کیا جائے گا اور اگر اسلام قبول نہیں
کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے پر تو ذمیوں
کے حقوق تم کو ملیں گے اور ان کا قانون تم پہ
جاری کیا جائے گا۔"

(مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۴۴۱)

کیسے محتاط الفاظ ہیں۔ کس طرح اپنے اصول کی حفاظت
کا ہے۔ یہ ہیں حکیم الٰہی حضرت علی ابنِ ابیطالب

www.khwajaateeqansari.com

علیہ السّلام کی تعلیمات کے اثرات ۔ غرض تین دن تک تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے اور مَاعَلینا اِلاّ البَلاغ کی تفسیر کے بعد جب کوئی اثر نہ ہوا لوٹ آئے ۔

مدائن کی گورنری

حضرت عمرؓ کے زمانۂ حکومت میں مدائن کی گورنری پہ ان کا تقرّر ہوا ۔ سیاست کا تقاضا تھا کہ حضرت عمرؓ مدائن میں، جو ایرانی حکومت کا صدر مقام رہ چکا تھا، کسی ایرانی ہی کو گورنر بنا کر بھیجیں ۔ یہ مسلمانوں کی فتوحات کا دَور تھا ۔ اس زمانہ میں اسلامی تہذیب و تمدّن کی ایرانی تہذیب و تمدّن سے ٹکّر تھی ۔ قاعدہ ہے کہ فتوحات کے بعد کسی قوم کے تعیّش کا دَور شروع ہوتا ہے ۔ ایران کسروی حکومت میں غیر اسلامی تمدّن کی چوٹی پہ پہنچ چکا تھا ۔ اس سرزمین پہ کسی ایسے گورنر کی ضرورت تھی، جو اسلام کی سادگی کا مظہر ہو اور اسلام

کے عظیم الشان تمدن کو پیش کرے۔ حضرت عمرؓ کی نگاہِ انتخاب نے ایسے موقعہ و محل کے لئے انہیں ہی چُنا۔ چنانچہ اُنھوں نے اختلافات کے باوجود مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس پیشکش کو قبول فرمایا۔ تنخواہ پانچ ہزار درہم ماہانہ تھی، مگر اس تنخواہ میں سے کبھی ایک پیسہ بھی اپنی ذات پر صَرف نہیں کیا۔ جب یہ وظیفہ ملتا فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے خود کما کر کھاتے تھے۔ اس طریق کار کا نتیجہ یہ تھا کہ اکثر تنگدستی میں گزر ہوتی تھی۔ اس کے متعلق ہم ایک سبق آموز واقعہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذرؓ کی رہنمائی

گورنری کے زمانے میں حضرت ابوذرؓ ان کی ملاقات کے لئے مدائن آئے۔ کھانے کا وقت تھا۔ دسترخوان پر کھانا چُنا گیا۔ حضرت ابوذرؓ نے پہلے ہی لقمہ پر کہا نمک کم ہے۔ یہ گھر میں گئے، دریافت پر معلوم

ہوا کہ گھر میں نمک نہیں ہے اور پیسہ بھی نہیں تھا کہ نمک خرید لاتے۔ آخر دوکاندار کے پاس اپنا عصا گرو رکھ کر نمک لائے۔ حضرت ابوذرؓ نے کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ کہا۔ اس پر فرمایا، بھائی ابوذرؓ! الحمد للہ کہنے کا تب لطف تھا اگر تم نے نمک کے لئے اپنے مومن بھائی کا عصا گرو نہ رکھوایا ہوتا

آپ کام میرا کام

ابو قلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت سلمانؓ کے ہاں گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا، خادم کہاں ہے؟ فرمایا کام کے لئے بھیجا ہے اور فرمایا مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ دو دو کاموں کا بار اس پر ڈالوں۔

(طبقات ابنِ سعد جزو ۴ قسم ۱ صہ ۶۴)

مزدورانہ شان

ایک عبسی نے مویشیوں کے لئے چارہ خریدا۔

حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، کہا اس کو گھر تک پہنچا دو۔ اُنہوں نے چارہ اُٹھایا اور لے چلے۔ راستے میں لوگوں نے دیکھا، کہنے لگے، "لائیے ہم پہنچا دیں۔" یہ حال دیکھ کر عبسی نے پُوچھا۔ "آخر یہ کون ہیں"؟ لوگوں نے کہا، حضرت سلمانؓ صحابئ رسولؐ ہیں۔ وہ سن کر بہت نادم ہؤا اور کہا، آپ تکلیف نہ کیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا، اس میں مجھے نیّت کا ثواب ہے۔ اب میں اس بوجھ کو بغیر پہنچائے نہیں رکھ سکتا۔

(ابن سعد جزو ۴ قسم ا ص ۶۴)

مکان

حضرت حذیفہؓ یمانی نے حضرت سلمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے لئے ایک مکان نہ بنوا دوں؟ آپ نے پوچھا، کیوں؟ اور پھر فرمایا، کیا میرے لئے ایسا مکان بنانا چاہتے ہو جیسا مدائن میں آپ کا گھر ہے۔ انہوں نے کہا، نہیں، بلکہ پھوس کا مکان، جس کی چھت چٹائی

کی ہو اور ایسی ہو کہ جب آپ کھڑے ہوں تو آپ کے سر پر گرنے کے قریب ہو اور جب آپ سو رہیں تو آپ کی آنکھ میں گرنے کے قریب ہو۔ جناب سلمانؓ نے جواب دیا، تم نے میرے دل کی بات کہی اور جو میری خواہش تھی اس کو بیان کیا۔ اُنہوں نے ایک جھونپڑی بنوا دی۔ آپ کا کوئی گھر نہیں تھا۔ دیواروں اور درختوں کے سایہ میں بسر کر لیتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا، آپ کے رہنے کو مکان بنوا دوں، فرمایا، مجھے اس کی حاجت نہیں۔

ذریعۂ معاش

جب آپ مدائن کے گورنر تھے، اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتّے بُنتے تھے۔ لوگوں نے کہا، آپ والی ہیں اور مشاہرہ پاتے ہیں، پھر مزدوری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی مزدوری سے اپنی غذا مہیّا کروں۔ چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی

www.khwajalateefansari.com

حصّہ اصل سرمایہ کے لئے رکھ لیتے تھے۔ ایک تہائی بال بچّوں پر صرف کرتے تھے اور ایک تہائی خیرات کرتے۔ اربابِ علم کے بہت قدردان تھے۔ جب کوئی رقم ملتی، شائقینِ علمِ حدیث کو بلا کر کھلا دیتے۔

(ابنِ سعد جز۴ قسم ۱ صـ۶۴)

لباس

آپ کی ایک چادر تھی۔ آدھی کو آپ بطور لباس پہنتے تھے اور آدھی کو بطورِ فرش بچھاتے تھے۔

رہبانیت سے اجتناب

یہ سادگی تھی۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ نے رہبانیت کو اختیار کر لیا تھا۔ آپ کو رہبانیت سے اجتناب تھا اور انہیں دنیاوی حقوق کا پورا لحاظ تھا۔ جیسا کہ ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

جناب ابو درداء انصاریؓ، جن سے ان کا عقدِ مواخاۃ ہوا تھا، بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔

www.khwajateefansari.com

قائم اللّیل تھے۔ ساری ساری رات نوافل پڑھتے تھے اور دنوں کو روزے رکھتے تھے۔ مسلمان ان کی ملاقات کے لئے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے ان کی بیوی کو نہایت پریشان حالات میں دیکھا۔ پُوچھا بہن! یہ کیا صورت بنا رکھی ہے؟ اُنہوں نے کہا، مَیں زیب و زینت کیا کروں، جبکہ تمہارے بھائی کو دنیا کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

حضرت ابو درداؓ جب واپس گھر آئے، تو ملاقات کے بعد کھانا منگایا، مگر خود عذر پیش کیا کہ مَیں روزے سے ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا، جب تک تم نہیں کھاؤ گے، مَیں بھی نہیں کھاؤں گا۔ پھر رات کو ایک ہی جگہ لیٹے اور ان کو دیکھتے رہے۔ جب وہ نوافلِ شب کے لئے اُٹھے تو فرمایا:-

"تم پہ تمہارے ربّ، تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے۔ روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری

کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے۔ اس کے بعد دونوں دربارِ رسالت ؐ میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کو سرکارِ رسالت ؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ سرکارِ رسالت ؐ نے فرمایا، ابو درداؓ! سلمانؓ تم سے زیادہ مذہب کے واقف ہیں۔

صدقات سے پرہیز

صدقات سے بہت پرہیز تھا۔ جس چیز میں صدقہ کا ذرا سا بھی شبہ ہو، اس سے پرہیز کرتے تھے۔ ایک غلام نے عرض کیا کہ مجھے مکاتب بنا دیجئے، فرمایا، تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کیا، مَیں لوگوں سے مانگ کر ادا کر دوں گا، فرمایا، تم مجھے لوگوں کے ہاتھوں کی میل کھلانا چاہتے ہو۔ حالانکہ یہ مانگا ہوا مال ان کے لئے صدقہ نہیں تھا۔

(ابنِ سعد جزو ۴ قسم ۱ صـ۶۴)

www.khwajalateefansari.com

باب ۱۴

سلمان اور جنان

شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے عیون میں سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا :-

الجنة تشتاف الیك والی عمار و
سلمان و ابوذر و المقداد -

یعنی اے علیؑ! جنت تیری، عمارؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کی مشتاق ہے -

کتاب الخصال کے پانچویں باب میں بھی یہی امر منقول ہے -

www.khwajaalatafansari.com

مشکوٰۃ المصابیح میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے، وہ علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ ہے۔ ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ مرزا محمدؒ نے تلخیص المقال کے حاشیہ میں تہذیب الاسماء اور ترمذی سے نقل کیا ہے:-

ان النبی قال ان اللہ اوحیٰ إلیّ إن الجنۃ تشتاق الیٰ ثلاثۃ نفر من اصحابی منهم سلمان الخیر۔

یعنی سرکارِ رسالتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر وحی کیا ہے کہ میرے اصحاب میں سے جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے، ان میں سے ایک سلمانؓ الخیر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ جنت اس سے زیادہ سلمانؓ کی مشتاق ہے، جتنے

سلمانؓ جنّت کے مشتاق نہیں۔ (نفس الرحمٰن ص۹۷)

روضۃ الواعظین میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے منقول ہے کہ جنّت حضرت سلمانؓ کی اس سے زیادہ شوق رکھتی ہے، جتنا حضرت سلمانؓ جنّت کا شوق رکھتے ہیں۔ (نفس الرحمٰن ص۹۷)

اہل اللہ کے نزدیک ان احادیث کا یہ مفہوم ہے کہ جنّت صوریہ سلمانؓ کا اس سے زیادہ مشتاق ہے، جتنا سلمانؓ جنّت کے مشتاق ہیں۔ کیونکہ حضرت سلمانؓ جنّتِ معنویہ کے شائق ہیں، جو جنّتِ صوریہ سے الگ اور علیحدہ ہے۔ جنّت معنویہ اہل اللہ اولیاء و اوصفیاء کا مطلوب ہے۔ چنانچہ بعض کاملین کی دعا میں یہ جملہ موجود ہے:-

اَللّٰھُمَّ لا تجعلنی من المتعبدین بالجنۃ

(اے معبُود! ہمیں جنّت کے لئے عبادت کرنے والوں میں قرار نہ دے۔)

اس سے ان کی مراد جنّتِ صوریہ یعنی ظاہری جنّت

ہے۔ اولیاءاللہ کی جنّت اللہ کا قربِ معنوی ہے اور اللہ سے دُوری ان کے لئے جہنّم ہے۔ جیسا کہ سرکار امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

لو ادخلتنی نارک لم اقل انھا نار و
اقول انھا جنتی لان جنتی رضاءک
فاینما انزلتنی اعرف ان رضاءک
فیہ وھجرہ اعظم من نار و وصلہ
اطیب من جنۃٍ (نفس الرحمٰن ص۹)

"اے معبود! اگر تُو مجھے اپنے جہنّم میں داخل کرے، مَیں اسے جہنّم نہیں کہوں گا اور کہوں گا کہ یہ میری جنّت ہے، کیونکہ میری جنّت تو تیری رضا ہے۔ جہاں بھی تُو مجھے اتار دے، مَیں جانتا ہوں کہ یہی تیری رضا ہے اور تیری رضا سے جدا ہونا میرے لئے سب سے بڑا جہنّم ہے اور تیری رضا سے وصل میرے لئے جنّت سے زیادہ پسند ہے۔"

بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ کی ایک ایسی جنّت بھی ہے کہ نہ اس میں حوریں ہیں، نہ محلّات ہیں نہ دودھ اور شہد کی نہریں ہیں، نہ جنّت کے مادّی پھل ہیں، بلکہ اس میں ان کے لئے علوم و اسرارِ الٰہی کے میوے ہیں، جو دنیاوی میووں سے جداگانہ ہیں۔ چنانچہ اسی جنّت کے متعلّق اللہ تعالیٰ کا قرآنِ مجید میں یہ ارشاد ہے:-

ظِلٍ ممدودٍ وماءٍ مسکوبٍ وفاکھۃ کثیرۃٍ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ

(الواقعہ آیت ۳۰ پ ۲۷ ع ۱۴)

ترجمہ:- لمبے لمبے سائے ہوں گے اور جھرنے کے پانی، کثیرالتعداد میوے ہوں گے، جو نہ کبھی ختم ہوں گے، نہ ان کے کوئی روک ٹوک ہوگی۔

اس جنّت میں جانے اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے جو عبادت کی جاتی ہے، وہی عبادۃ الاحرار ہے۔ یعنی آزاد انسانوں کی عبادت ہے، جو جہنّم کے خوف اور

جنّت کی طمع سے آزاد ہے۔ کسی ایرانی شاعر نے اس
کے متعلق کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

از بہشت و دوزخش دل کندہ ایم
میتواں گفتن خدا را بندہ ایم

(ہم نے بہشت و دوزخ کے خیال سے اپنے
دل کو الگ کر لیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم خدا
ہی کے بندے ہیں۔)

شیخ میثم البحرانی نے قولِ معصوم کی شرح میں خوب
کہا ہے :-

قولِ معصومؑ فی صفۃ الجنّۃ درجات
متفاضلات ومنازل متفاوتات

یعنی جنّت کی صفت میں ہے کہ جنّت کے بہت
سے فضیلت کے درجے ہیں اور ان کی مختلف
منزلیں ہیں۔

یہ صفات اس جنّت کی ہیں، جو جنّتِ محسوسہ ہے،

جس کا قرآنِ حکیم میں وعدہ کیا گیا ہے اور جو جنّتِ معقولہ ہے، اس پر عقلاً متفق ہیں کہ وہ جنّت وہی ہے جو معارفِ عقلیہ کے نام سے موسوم ہے۔ وہ وجہ اللہ ذو الجلال والاکرام پر نظر ہے اور اس جنّت تک، جو ملکوتی اثمار سے مالا مال ہے، پہنچنے کی جدو جہد کرتی ہیں۔ اس جنّت کے بھی مختلف مراتب ہیں اور درجاتِ متفاضلہ ہیں۔

اسی کے متعلق امیر المومنین علیِ مرتضیٰ[ع] کا قول ہے۔

ما عبدتک خوفاً من نارک ولا طمعاً للجنتک ولکن وجدتک اھلاً للعبادۃ فعبدتک۔

"نہ میں نے تیرے دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کی اور نہ تیری جنّت کی طمع میں کی ہے۔ میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا، پس میں نے تیری عبادت کی۔"

www.khwajdateefansari.com

نصیبی نے رجال کشی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا، اے سلمانؓ! سیّدہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ مجھے جنّت کے تحفوں میں سے کوئی تحفہ عنایت فرمائیے۔ حضرت سلمانؓ خدمتِ عالیہ معصومہؑ کونین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا میں حاضر ہوئے، تو دیکھا کہ سیّدہؑ کے ہاتھ میں تین تحفے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا بنتِ رسولؐ اللہ! کیا آپ مجھے تحائفِ جنّت میں سے کوئی تحفہ عنایت فرمائیں گی؟ فرمایا یہ تین تحفے ہیں جو مجھ پہ نازل ہوئے ہیں۔ یہ تینوں جدا جدا اوصاف سے موصوف ہیں۔ آپ ان سے ان کے نام دریافت کیجئے۔ جب میں نے دریافت کیا، تو ان میں سے ایک نے کہا، میں سلمٰی سلمانؓ کے لئے ہوں۔ دوسری نے کہا، میں ذرہ حضرت ابوذرؓ کے لئے ہوں اور تیسری نے کہا، میں مقدودہ

مقدادؓ کے لئے ہوں۔ پھر سیدہؑ نے مجھے جو کچھ عطا کیا، میں نے اسے لے لیا اور میں اسے لے کر جہاں سے گزرتا تھا، وہ فضا پاکیزہ خوشبو سے مملو ہو جاتی تھی۔ یہ تین تحفے جنت کی تین حوریں تھیں، جو ان تین بزرگوار صحابیوں کے نام سے موسوم و منسوب ہوئیں۔ سلمانؓ سے سلمیٰ، ابوذرؓ کے نام سے ذرہ اور مقدادؓ کے نام سے مقدودہ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مہج الدعوات میں منقول ہے۔ سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے دس دن بعد میں اپنے گھر سے نکلا۔ فرزند عم رسولؐ علی مرتضیٰؑ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا، اے سلمانؓ! رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد ہم پہ سختی ہوئی۔ میں نے عرض کیا:۔

"میرے حبیب یا ابا الحسنؑ، رسولؐ اللہ کی وفات رنج و الم کے سوا آپ پر کیا جفا ہو سکتی ہے؟ اور مجھے بھی رنج و الم تھا،

جس نے مجھے آپ حضرات کی ملاقات سے
محروم رکھا۔"

پھر سرکارِ ولایت علی مرتضیٰ ع نے فرمایا، اے سلمان رض!
سیّدۂ طاہرہ فاطمہ ع زہرا بنتِ رسول ص سلام اللہ علیہا
کے گھر چلے جاؤ۔ عصمتِ کبریٰ کو آپ کی ملاقات کا
اشتیاق ہے۔ وہ آپ کو جنّت کے تحفوں میں سے
ایک تحفہ جو تمہیں عطا ہوا ہے، دکھانا چاہتی ہیں۔
سلمان رض کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا، معصومۂ طاہرہ کو
وفاتِ رسول ص اللہ کے بعد کوئی تحفہ عطا ہوا ہے؟
آپ نے فرمایا ہاں، کل عطا ہوا ہے۔ مَیں یہ سُن کر
فاطمہ ع بنتِ رسول ص کے گھر دوڑ کر گیا۔ سیّدہ سلام اللہ
علیہا نے فرمایا، اے سلمان رض! بابا کی وفات کے بعد ہم
پہ سختی ہوئی۔ مَیں نے عرض کیا، یا بضعۃ الرسول ص، کیا آپ
پہ سختی ہوئی؟ فرمایا، اچھا بیٹھ جاؤ، جو کچھ مَیں تم سے
بیان کروں، اسے غور سے سنو۔ فرمایا مَیں کل اسی بیٹھنے

کے مقام پر بیٹھی ہوئی تھی اور گھر کا دروازہ بند و لبستہ تھا، میں انقطاعِ وحی اور فرشتوں کے اس منزل سے انصراف پر غور و فکر کر رہی تھی۔ میں ان ہی افکار میں تھی کہ گھر کا دروازہ بغیر اس کے کہ کوئی اسے کھولے کھُل گیا اور تین عورتیں داخل ہوئیں، جو اپنے حُسن میں، اپنی ہیئت میں اور اپنے چہروں کی تر و تازگی اور اپنی خوشبو کی پاکیزگی میں بے مثل و بے نظیر تھیں۔ میں نے جب انہیں دیکھا، تو میں اُٹھ کر ان کے پاس گئی۔ پھر میں نے اُن سے پُوچھا کہ آپ مکّہ کی رہنے والی ہیں یا مدینہ کی رہنے والی ہیں؟ انہوں نے کہا، یا بنتِ محمدؐ! نہ ہم مکّہ کی رہنے والی ہیں، نہ مدینہ کی اور نہ ہی زمین میں سکونت رکھتی ہیں۔ ہم دارالسلام یعنی بہشت کی حُوریں ہیں، کیونکہ ہم آپ کی زیارت کی مشتاق تھیں، اس لئے ربّ العالمین نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام مقدودہ ہے۔

www.khwajalateefansari.com

میں نے کہا، تمہارا نام مقدودہ کیوں ہے ؟ اُس نے کہا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحابی رسولؐ مقدادؓ بن الاسود الکندی کے لئے خلق کیا ہے۔ میں نے دوسری سے پوچھا تیرا نام کیا ہے ؟ اس نے کہا، ذرّہ۔ میں نے کہا، تو مجھے شریف عورت معلوم ہوتی ہے۔ تیرا نام ذرّہ کیوں ہے ؟ اس نے کہا، اس لئے کہ خالقِ عالم نے مجھے صحابیٔ رسولؐ ابوذر غفاریؓ کے لئے خلق کیا ہے۔ پھر میں نے تیسری سے پوچھا، تیرا نام کیا ہے ؟ اس نے کہا سلمیٰ ہے۔ میں نے کہا، تیرا نام سلمیٰ کیوں ہے ؟ اس نے کہا، اس لئے کہ اللہ نے مجھے آپ کے پدرِ بزرگوار کے غلام سلمانؓ فارسی کے لئے خلق کیا ہے۔ پھر جنابِ سیّدہؑ نے کھجوروں کا ایک طبق نکالا، جو برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھیں اور فرمایا، اے سلمانؓ! تم کل ان ہی کھجوروں سے روزہ افطار کرنا۔ میں نے وہ کھجوریں سیّدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا سے لے لیں۔

ان کھجوروں کو لئے ہوئے میں اصحابِ رسول اللہ کی ایک جماعت کے پاس سے گذرا۔ ان سب نے کہا اے سلمانؓ! تیرے پاس مشکِ ناف ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ جب افطار کا وقت آیا، تو میں نے ان کھجوروں سے افطار کیا۔ ان کھجوروں میں گٹھلی نہیں تھی۔ دوسرے روز میں جناب سیّدہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے کل آپ کے عطا کردہ تحفہ سے روزہ افطار کیا۔ ان کھجوروں میں گٹھلی نہیں تھی۔ سیّدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ ان کھجوروں میں گٹھلی کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہ ان پودوں سے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے دارالسلام (بہشت) میں کاشت کیا ہے۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سیّدہ طاہرہ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا نے مجھے ایک ایسا کلام تعلیم فرمایا، جو انہوں نے سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفداء سے حاصل کیا تھا اور فرمایا، یا سلمانؓ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس

دارِ دُنیا میں کبھی مرضِ بخار میں مبتلا نہ ہوں، تو صبح و شام ہمیشہ اس کلام کو پڑھا کریں اور وہ کلام یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ نُوْرِ النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ نُوْرٌ
عَلٰى نُوْرٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ مُدَبِّرُ الْاُمُوْرِ
بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ
وَاَنْزَلَ النُّوْرَ عَلَى الطُّوْرِ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ
بِقَدَرٍ مَّقْدُوْرٍ عَلٰى نَبِيٍّ مَّحْبُوْرٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ هُوَ بِالْعِزِّ مَذْكُوْرٌ وَّبِالْفَخْرِ مَشْهُوْرٌ
وَّعَلَى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ مَشْكُوْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ ط

(مہج الدعوات لِطاؤس رضی الدین علیؒ
نیز یہ دعا مفاتیح الجنان للشیخ عباس القمی میں بھی ص١٠٩
پر موجود ہے۔ اس کا نام دُعائے نور ہے۔)

حضرت سلمانؓ نے کہا ہے، جب میں نے حضرت
فاطمہ سلام اللہ علیہا سے یہ کلام شفا التزام حاصل کیا،
تو بخدائے لایزال میں نے اسے اہلِ مکّہ و مدینہ کے ہزار
سے زیادہ آدمیوں کو، جو بخار میں مبتلا تھے، پڑھایا، خدا
کے حکم سے سب کو شفا و صحت حاصل ہوئی۔

السیّد المحدّث الجزائری نے اپنی تالیف میں اپنی اسناد
سے حضرت سلمانؓ فارسی سے روایت کیا ہے کہ میں خدمت
امیر المومنین علیہ السلام میں حضرت عمر ابن خطاب کی وفات
کے بعد حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا، یا امیر المومنین! یومِ ارتحال
رسولؐ اللہ سے آج تک میں بہت رنج و الم میں رہا ہوں۔ اب
میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ولیانہ کرامات سے مجھے محظوظ
و مسرور فرمائیں، جس سے میرے اس غم و الم کی کیفیّتیں
دُور ہو جائیں۔ جنابِ امیرؑ نے حکم دیا کہ سرکارِ رسالتؐ
کی دونوں خچریں لائی جائیں۔ جب دونوں خچریں آ گئیں، تو
ایک پر جنابِ امیرؑ سوار ہوئے اور دوسری پر میں سوار ہوا۔

www.khwajalateefansari.com

مکانات پھولوں کے باغات سے گھرے ہوئے تھے۔ اس میں مشروبات کی نہریں، دودھ اور شہد کی نہریں بھی تھیں اور وہ سب کچھ تھا جس کا اللہ نے اپنے نبیؐ کی زبان پر جنت کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔ ہم نے یہ سب کچھ دیکھا۔ مَیں نے امیرالمومنینؑ سے عرض کیا، یہ منازل اور مکانات کیا ہیں؟ فرمایا، اے سلمانؓ! موت کے بعد یہ ہمارے شیعوں کی منازل اور رہائش گاہیں ہیں۔ پھر فرمایا، اے سلمانؓ! کیا تم اپنی منزل اور اپنا مقام دیکھنا چاہتے ہو؟ پس جناب امیرؑ آنِ واحد میں مجھے میری منزل پر لے گئے۔ اس میں یاقوت اور زبرجد کی دیواریں تھیں، جن میں موتی جڑے ہوئے تھے اور اس میں ہر وہ چیز تھی، جس کی نفسِ انسانی خواہش کرے۔ مَیں نے اس کے پھلوں میں سے انار لیئے اور خدمتِ امیرالمومنینؑ میں عرض کیا، یہ میری منزل ہے۔ اب اس سے مَیں نہیں نکلوں گا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا، اے سلمانؓ، یہ تیری منزل موت کے بعد ہے۔

www.khwajalateefansari.com

اور ہمارے شیعوں کی یہ منازل موت کے بعد ہیں۔ یہ دُنیا کی جنّت ہے، جس میں ہمارے شیعہ مرنے کے بعد آئیں گے اور وہ قیامت تک اس جنّت کی نعمتوں سے بہرہ ور رہیں گے۔ پھر وہاں سے وہ جنّتِ آخرت میں منتقل کئے جائیں گے۔ پھر فرمایا، آؤ اے سلمانؓ، اب ہم یہاں سے باہر نکلیں، اور جب ہم یہاں سے نکلے، تو اس جنّت کے رہنے والوں نے ہمیں وداع کیا۔ بس ہمارے نکلتے ہی دروازہ بند ہوگیا۔ ہم چل پڑے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا، اے سلمانؓ! جو کچھ تیرے مولا نے تجھے دکھایا، کیا تُو اسے محبوب رکھتا ہے؟ مَیں نے عرض کیا، ہاں۔

(نفس الرحمٰن ص۸۵ و ص۸۶)

www.khwajalateefansari.com

باب ۱۵

کراماتِ حضرت سلمانؓ

ایک دفعہ حضرت مقداد کندیؓ حضرت سلمانؓ کے
ہاں وارد ہوئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ حضرت سلمانؓ نے
ایک دیگ چولھے پر رکھی ہوئی ہے۔ اس چولھے میں آگ
روشن تھی اور دیگ اُبل رہی تھی۔ انہوں نے حضرت سلمانؓ
سے کہا، اے ابو عبد اللہ! دیگ آگ کے بغیر اُبل رہی
ہے۔ حضرت سلمانؓ نے دو سنگریزے اُٹھائے اور دیگ
کے نیچے رکھ دئے۔ سنگریزوں سے شعلے نکلنے لگے اور
دیگ اُبل کر باہر نکلنے لگی۔ حضرت سلمان نے مقدادؓ سے
کہا کہ دیگ کے اُبال کو روکئے۔ مقداد نے کہا، میرے
پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس میں دیگ کے جوش کو ساکن

کرسکوں۔ حضرت سلمانؓ نے اپنے دستِ مبارک کو چمچہ کی طرح دیگ میں ڈال دیا۔ دیگ کا اُبال رُک گیا اور پھر آگ اپنے ہاتھ سے اُٹھائی اور مقداد کے پاس لائے۔ مقدادؓ کو اس واقعہ سے سخت تعجّب ہوا اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفٰےؐ اروا حنا لہ الفدا سے بیان کردیا۔

(منتھی الآمال ص۸۴)

رجال کشی میں حضرت جابرؓ نے حضرت ابی جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر جناب سلمانؓ کے پاس آئے، جبکہ حضرت سلمانؓ ہنڈیا پکا رہے تھے۔ ان دونوں نے آپس میں باتیں کرنا شروع کیں۔ اس اثنا میں ہنڈیا مُنہ کے بل زمین پر گر پڑی۔ اس میں جو سالن تھا وہ زمین پر نہیں گرا۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نہایت حیران تھے۔ حضرت سلمانؓ نے ہنڈیا کو اُٹھا کر پہلے کی طرح آگ پر رکھ دیا۔ پھر وہ ابوذرؓ کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور باتیں

کہنے لگے۔ پھر ہانڈی منہ کے بل زمین پر گری اور کوئی چیز اس میں سے نکل کر زمین پر نہ گری۔ حضرت ابوذرؓ انتہائے تعجب میں سوچتے ہوئے وہاں سے چل پڑے۔ رستے میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے پوچھا، اے ابوذرؓ! تم سلمان کے پاس سے کیوں چلے آئے اور تم نے وہاں کیا دیکھا۔ انہوں جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا اور اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

"اے ابوذر! اگر سلمان تم سے وہ بیان کر دے جو کچھ وہ جانتا ہے، تو تم کہو گے کہ اللہ سلمانؓ کے قاتل پر رحم کرے۔"

جناب امیرؑ نے فرمایا:۔

یا اباذر ان سلمان باب اللہ فی الارض من عرفہ کان مومناً و من انکرہ کان کافراً ان السلمان منا اھل البیتؑ۔

یعنی اے ابوذر! سلمانؓ زمین پر اللہ کا دروازہ ہے، جس نے اس کا عرفان حاصل کیا، وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا، وہ کافر ہے۔

سلمانؓ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے۔

کتاب زینت الاعیاد میں ہے کہ جب سلمانؓ مدائن میں گورنر بنا کر بھیجے گئے، تو مدائن میں چوری اور دوسرے جرائم کثرت سے تھے۔ وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے ان سے اس صورتِ حال کا ذکر کیا، جب آپ مسجد سے باہر آئے، تو آپ نے ایک کتا دیکھا۔ آپ نے اسے اشارہ کیا۔ وہ کتا ان کے پاس آیا۔ آپ نے کتے سے اس کی زبان میں کلام کیا۔ وہ کتا تیزی سے دوڑا اور ایک بلند مقام پر چڑھ گیا اور اس نے بلند آواز سے دوسرے کتوں کو پکارا۔ شہر کے تمام کتے وہاں جمع ہو گئے۔ آپ نے انہیں کچھ ارشاد فرمایا۔ اس پر وہ تمام شہروں میں منتشر ہو گئے۔ پھر حضرت سلمان نے تمام شہروں

میں منادی کرادی کہ فلاں وقت کے بعد اگر کوئی شخص گھر سے باہر نکلے گا، وہ زندہ نہیں رہے گا۔ رات کو جو اپنے حاکم کی پروا نہ کرتے ہوئے چوری کے لئے نکل پڑے، کتوں نے انہیں پھاڑ ڈالا اور ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔

اسی کتاب زینت الاعیاد میں ہے کہ دو آدمی حضرت سلمانؓ کے پاس آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے وحشیانہ گفتگو شروع کر دی حضرت سلمانؓ نے زمین سے ارشاد فرمایا، اے زمین اسے نگل جا، زمین اسے نگل گئی۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمانؓ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیمار تھا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب اس کے پاس پہنچے، تو دیکھا کہ عالم نزع میں ہے۔ آپ نے فرمایا، اے ملک الموت!

www.khwajafateemansari.com

اس اللہ کے ولی سے نرمی اختیار کر۔ اس پر ملک الموت نے جو کلام کیا اسے تمام حاضرین سُن رہے تھے۔ اس نے کہا، اے ابو عبداللہ! مَیں تمام مومنین سے نرمی ہی اختیار کرتا ہوں۔ اگر یہ کسی پر ظاہر ہوئی ہو، تو آپ پر بھی ظاہر ہو جائے۔

کتاب العروس میں خصوصیاتِ جُمعہ میں احمد بن علی القمی نزیل الری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی رضؓ جمعہ کے دن ایک قبرستان میں سے گزرے۔ قبرستان میں ٹھہر کر فرمایا :-

السّلام علیکم یا اھل الدیار فنعم دار قوم مومنین یا اھل الجمع ھل علمتم ان الیوم الجمعۃ۔

(اے اس دیار کے رہنے والو! تم پر سلام ہو۔ مومنین کے لئے یہ بہترین گھر ہے۔ اے اس جگہ

www.khwajahateefansari.com

مجمع لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ آج جمعہ کا دن ہے۔)

پھر حضرت سلمان رضؓ وہاں سے لوٹے اور گھر پہنچ کر اپنی خوابگاہ میں سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ اس قبرستان کے مُردے آپ سے کہہ رہے ہیں۔

اے اللہ کے بندے، آپ ہمارے پاس آئے اور آپ نے ہم پر سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جمعہ کے دن پرندے کیا کرتے ہیں۔ پرندے جمعہ کے دن کہتے ہیں:۔

سبّوحٌ قدّوسٌ ربّ الملائکۃ والرّوح

سبقت رحمتك غضبك ما عرف عظمتك

من حلف باسمك کاذبًا۔

ترجمہ۔ تُو پاک و پاکیزہ ہے، فرشتوں اور روح کا مربّی و پروردگار ہے۔ تیری رحمت تیرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے جس شخص نے تیرے نام سے جھوٹی قسم کھائی، اس نے تیری عظمت کو نہیں پہچانا۔

www.khwaladafeefansari.com

باب ۱۶

خصائصِ سلمانؓ

شیخ صدوق نے اپنی امالی میں ابی البصیر سے روایت کی ہے کہ مَیں نے امام جعفر صادقؑ سے سُنا، وہ فرما رہے تھے کہ میرے باپ نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ تم میں سے کون ہے جو صائم الدہر ہو؟ سلمانؓ نے عرض کیا، مَیں ہوں یا رسولؐ اللہ۔ پھر آپ نے پوچھا، کون ہے جو احیائے شب کرتا ہو، یعنی ساری ساری رات عبادتِ الٰہی میں بسر کرتا ہو۔ سلمانؓ نے کہا، مَیں ہوں یا رسولؐ اللہ۔ پھر آپ نے فرمایا، تم میں سے کون ہے جو ہر روز ختمِ قرآن کرتا

www.khwajaifateafansari.com

ہو۔ سلمانؓ نے عرض کیا، مَیں ہوں یا رسول اللہ۔
یہ سُن کر بعض اصحابؓ غضبناک ہوئے۔ ان میں سے
ایک کہنے لگا۔ یا رسولؐ اللہ، سلمانؓ فارس کا رہنے والا ہے
اور چاہتا ہے کہ ہم سب قریشیوں پر فخر و مباہات کرے۔
آپؐ نے دریافت کیا کہ تم میں سے صائم الدہر کون ہے؟
اس نے کہا، مَیں ہوں، حالانکہ اکثر ایّام میں وہ کھانا رہتا
ہے آپؐ نے پوچھا کہ آپ میں سے احیائے شب کون
کرتا ہے؟ اس نے کہا، میں، اور وہ اکثر راتوں کو سویا ہوتا ہے۔
آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہر روز ختم کرتا ہے۔ اس
نے کہا، مَیں، حالانکہ وہ اکثر ایّام میں خاموش ہوتا ہے۔ جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا، اے شخص!
تم میں سے کون ہے جو سلمانؓ کے سوا لقمانؑ حکیم کی مانند ہو۔
تم اسی سے سوال کرو، وہ تمہیں بتلائے گا۔ پس اس شخص نے
حضرت سلمانؓ سے کہا، اے ابو عبداللہ! تُو نے یہ کس طرح
گمان کیا کہ تُو صائم الدہر ہے، حالانکہ ہم نے اکثر تجھے دِنوں

ہیں کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ سلمانؓ نے کہا، میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں اور اللہ نے اپنی کتابِ حکیم میں فرمایا ہے :-

من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا

یعنی جو ایک نیکی بجا لائے، اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔

اس لئے میں صائم الدہر ہوں۔ اس نے کہا، تُو نے یہ گمان کیا کہ تُو ہر رات عبادت میں بسر کرتا ہے، حالانکہ تُو اکثر راتوں کو سویا ہُوا ہوتا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے اس کے جواب میں کہا، مَیں نے اپنے حبیب رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ جو شخص رات کو باطہارت سوئے یعنی باوضو رات گزارے، گویا کہ اس نے ساری رات خدا کی عبادت کی اور مَیں ہمیشہ باوضو رات بسر کرتا ہوں۔

پھر اس شخص نے کہا، تُو نے یہ کیسے گمان کیا کہ تُو ہر روز ختمِ قرآن کرتا ہے، حالانکہ ہم نے اکثر ایّام میں تجھے خاموش

دیکھا ہے - حضرت سلمانؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے حبیب رسولؐ اللہ سے سُنا ہے کہ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے :-

"اے ابوالحسنؑ ! تُو میری اُمّت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کی مانند ہے۔ جس نے اس سورۂ مبارکہ کو ایک دفعہ پڑھا، گویا اس نے قرآنِ مجید کے تیسرے حصّہ کی تلاوت کی اور جس نے دو دفعہ سورۂ اخلاص کو پڑھا، تو اس نے دو ثلث قرآنِ مجید کی تلاوت کی اور جس نے تین مرتبہ سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰه کو پڑھا، گویا اس نے ختمِ قرآنِ مجید کا ثواب حاصل کیا - اِسی طرح یا علیؑ، جس نے زبان سے تیری محبّت کو اختیار کیا، اُس نے ایمان کے تیسرے حصّہ کو مکمّل کر لیا اور جس نے زبان اور دل دونوں سے تیری محبّت کو اختیار کیا، اس نے ایمان کے دو حصّوں کو درجہ تکمیل تک پہنچا دیا اور جس نے زبان اور دل سے تیری محبّت کو اختیار کیا اور ہاتھ سے تیری مدد کی، وہ کُل ایمان

کے درجہ پر فائز ہوا۔ اور اے علیؑ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے، اگر اہلِ زمین تجھ سے اسی طرح محبت کرتے، جس طرح اہلِ آسمان کرتے ہیں، تو اللہ تعالےٰ کسی آدمی کو بھی جہنم سے عذاب نہ کرتا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تین دفعہ ہر روز سورۂ قُل ھُوَاللہ پڑھتا ہوں، اس لئے میرے لئے ہر روز ختمِ قرآن کا ثواب ہے۔ اس جواب سے سب ساکت ہو گئے۔ اس حدیث کو نیشاپوری نے روضۃالواعظین میں اور علامہ جزائری نے انوار میں نقل کیا ہے۔

رجال کشی میں زرارہ بن اعین نے امام ابی جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ یہ زمین سات آدمیوں کے لئے خلق ہوئی ہے۔ ان ہی کی وجہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے، ان ہی کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے آسمان سے بارش برستی ہے۔ ان

ہیں سے سلمانؓ ہیں، ابوذرؓ ہیں، مقدادؓ ہیں، عمارؓ ہیں اور حذیفہ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ علیہم ہیں اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ میں ان کا امام ہوں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرکارِ عصمت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نمازِ جنازہ پڑھی ہے۔

تفسیر فرات میں فرات ابن ابراہیم کوفی نے آیۂ مبارکہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تفسیر میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین سات آدمیوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ انہی کی وجہ سے رزق عطا ہوتا ہے، ان ہی کی وجہ سے بارش برستی ہے اور ان ہی کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے اور وہ ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، حذیفہؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں اور میں ان کا امام ہوں۔ شیخ صادق علیہ الرحمۃ نے بھی اس خبر کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نمازِ جنازہ سیدۂ طاہرہ میں حاضر تھے۔ اس خبر کے متعلق شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب ابتدا سے

انتہا تک نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ ارض کے لئے ان ذواتِ گرامی سے فوائد اس وقت سے شروع ہوئے جب کہ یہ نمازِ جنازۂ معصومۂ کونینؑ پر حاضر ہوئے، اس لئے یہاں خلق سے مراد خلق تقدیری ہے، خلق تکوینی نہیں ہے۔

کافی میں صالح الاحول سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر غفاریؓ کو حضرت سلمانؓ کا بھائی بنایا اور ان میں رشتۂ اخوت قائم کیا اور اس سلسلہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ پر یہ شرط عائد کی کہ وہ کبھی سلمانؓ کی نافرمانی نہ کریں۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اپنی امالی کی مجلس ۱۷ میں زبانِ صدق ترجمانِ صادقِ آلِ محمد علیہ السلام سے یہ ارشاد ضبطِ تحریر میں لائے ہیں کہ جناب سلمانؓ بیمار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا، اے سلمان! تیری اس بیماری سے اللہ کو تین

خصوصیات مطلوب ہیں، تاکہ تو اللہ کی طرف سے اس کے
ذکر میں مصروف رہے اور اس میں تیری دعا مستجاب ہو اور
یہ بیماری تیرے لئے کوئی گناہ باقی نہ چھوڑے، بلکہ اسے
مٹا دیں اور تیری موت کے زمانے تک اللہ تجھے عافیت
سے بہرہ اندوز رکھے۔

شیخ صدوق نے اپنی کتاب کے پانچویں باب میں ایک
ہمدانی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ
سے سُنا کہ جناب امیر علیہ السلام فرما رہے تھے کہ سابق
الایمان پانچ ہیں۔ میں سابق العرب ہوں، سلمانؓ سابق فارس
ہیں، صہیبؓ سابق الروم ہیں، بلالؓ سابق الحبشہ ہیں اور خباب
سابق النبط ہیں۔

اس روایت کو نیشاپوری نے بھی مرسلاً روضۃ الواعظین
میں نقل کیا ہے۔

www.khwajaiateefansari.com

باب ۱۷

حضرت سلمانؓ کی علالت۔ قبل وفات کے حالات

علالت

حضرت عثمانؓ کے عہدِ سلطنت میں حضرت سلمانؓ بیمار ہوئے۔ سعد بن ابی وقاصؓ عیادت کے لئے حاضر ہوئے حضرت سلمانؓ رونے لگے۔ سعدؓ نے کہا، ابو عبداللہ یہ رونے کا کونسا مقام ہے؟ حضور سرورِ کائناتؐ دُنیا سے جاتے وقت آپ سے خوش گئے ہیں۔ آپ ضرور حوضِ کوثر پہ پہنچ کر ان کی زیارت کی سعادت حاصل کریں گے۔ بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات ہو گی۔

www.khwajalateefansari.com

فرمایا، واللہ مجھے موت کا خوف نہیں اور نہ اب دنیا میں رہنے کی حرص ہے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہیں ہوگا، حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسبابِ دنیوی) جمع ہیں۔

حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ کُل سامان جسے اُنہوں نے سانپ کے لفظ میں ادا کیا اور ظاہر کیا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہیں تھا۔ سعد نے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ فرمایا:۔

"کسی کام کا قصد کرتے وقت، کسی معاملہ کا فیصلہ کرتے وقت، کوئی چیز تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو۔"

(ابنِ سعد جزو ۴ قسم ۲ صفحہ ۶۵ سیر الصحابہ صفحہ ۹۶)

زمانۂ علالت میں اکثر احباب آتے، تو خواہش کرتے کہ

www.khwajgateefansari.com

نصیحت فرمائیں۔ ان کے جواب میں فرماتے :۔

"جس کسی سے ہو سکے وہ اس کی کوشش کرے

کہ وہ حج ، عمرہ ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے

جان دے اور فسق و فجور اور خیانت کی

حالت میں نہ مرے۔

(ابن سعد، سیر الصحابہ صـ۹۶)

اصبغ بن نباتہ سے باسناد صحیحہ روایت ہے کہ میں اس زمانے میں جبکہ وہ مدائن کے گورنر تھے۔ ایک دن ان کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ مرض الموت میں زندگی کے دن گزار رہے تھے۔ جب مرض شدت پکڑ گیا اور انہیں اپنی موت کا یقین ہوگیا، تو وہ میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا، اے اصبغ بن نباتہ، میرے آقا و مولا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تیری موت کا زمانہ قریب آئے گا تو ایک مُردہ تجھ سے گفتگو کرے گا۔ اب میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میری موت کا زمانہ قریب

ہے یا کہ نہیں ؟ مجھے تم ایک تخت پر لٹا کر قبرستان میں لے چلو۔ ہم نے ان کے ارشاد کی تعمیل کی۔ جب ہم نے تخت کو قبرستان میں رکھ دیا، تو انہوں نے ان لوگوں سے جو اس وقت حاضر تھے، ارشاد فرمایا، میرا چہرہ قبلہ کے رُخ کردو۔ انہوں نے قبلہ رُخ ہو کر بلند آواز سے کہا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ عَرْصَةِ الْبَلَاءِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا مُحْتَجِبِيْنَ عَنِ الدُّنْيَا

اے میدانِ بلا کے مکینو! تم پر سلام ہو۔
اے دُنیا سے حجابِ آخرت میں مستور ہونے والو! تم پر سلام ہو۔

کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ انہوں نے اس طرح پکارا

السلام علیکم یا من جعلت المنا یا غذاء
السلام علیکم یا من جعلت الارض علیھم غطاء
السلام علیکم یا من لقوا اعمالھم فی دار الدنیا

www.khwajalateefansari.com

السّلام علیکم یا منتظرین نفخۃ الاولیٰ
سئلتکم باللہ العظیم والنّبی الکریم
الّا اجابنی منکم مجیب فانا سلمان الفارسی
مولیٰ رسول اللہ فانہ قال یا سلمان اذا
دنت وفاتک سیکلمک میّت وقد اشتہیت
ان ادری دنت وفاتی ام لا

ترجمہ:- اے وہ لوگو! جن کی غذا موت ہوگئی تم پر
سلام ہو۔
اے وہ لوگو! جو زمین کے پردہ میں چھپ گئے،
تم پر سلام ہو۔
اے وہ لوگو! جو ان اعمال کا نتیجہ دیکھ چکے، جو
تم نے دُنیا میں کئے تھے، تم پر سلام ہو۔
اے وہ لوگو! جو پہلی صورِ اسرافیل کے پھونکے
جانے کے منتظر ہو، تم پر سلام ہو۔
مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام

www.khwajalateefansari.com

سلمان فارسی ہوں۔ اللہ العظیم کا واسطہ، نبی الکریم کا واسطہ، مجھے تم میں سے کوئی جواب دینے والا جواب دے۔ مجھے میرے آقا رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ اے سلمان! جب تیری موت قریب ہو جائے گی، تو تجھ سے ایک مردہ کلام کرے گا۔ مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ میری موت قریب آ پہنچی ہے یا ابھی نہیں؟"

جب حضرت سلمان رضؓ اپنا کلام ختم کر چکے، تو ایک مُردہ اپنی قبر سے اس طرح گویا ہوا:۔

السّلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا اھل البناء والفناء المشتغلون لعرضۃ الدّنیا نحن بکلامک مستمعون والجوابک مسرعون فسل عما بذالک یرحمک اللہ۔

ترجمہ:۔ اے عمارات میں رہنے والے اور ثروت

کی زندگی بسر کرنے والے۔ اے دنیا کے میدان میں اور جو کچھ اس میں ہے، اس میں مشغول رہنے والے تجھ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ جو کچھ پُوچھنا چاہتے ہو، پوچھ لو، تم پر اللہ رحم کرے۔

سلمان رضی نے کہا، اے موت کے بعد بولنے والے، اور اے حسرتِ مرگ کے بعد کلام کرنے والے، کیا تُو خدا کی عفو کی وجہ سے اہلِ جنت سے ہے یا عدلِ الٰہی کی وجہ سے دوزخی ہے؟

اس نے کہا، اے سلمان رضی! مَیں اللہ کے عفو سے ان لوگوں میں سے ہوں، جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور اپنے عفو و کرم سے اہلِ جنت قرار دیا ہے۔

سلمان رضی نے کہا، اے اللہ کے بندے، تُو نے موت کو کیسا پایا؟ تُو نے موت سے کس طرح ملاقات کی؟ کیا دیکھا اور کیا معائنہ کیا؟

www.khwajafareefansari.com

صاحبِ قبر نے جواب دیا۔ اے سلمانؓ! خدا کی قسم! موت کی کیفیت مجھ پر اس طرح طاری تھی، جس طرح کسی چیز کو مقراض سے کاٹا جاتا ہے یا چھریوں سے ٹکڑے کیا جاتا ہے۔ نزع کی تکلیف کے مقابلہ میں تلوار کی ضرب بھی کم ہے۔

سلمانؓ نے فرمایا، دُنیا میں تیرے کیا حالات تھے؟

اے سلمانؓ تو جانتا ہے کہ میں دُنیا میں ایسا شخص تھا، جس کے دل میں اللہ نے بھلائی اور نیک عمل ڈال دیئے تھے۔ میں شرعی فرائض کو ادا کرتا تھا اور کتابِ الٰہی کی تلاوت کرتا تھا، ماں باپ سے نیکی کرنے میں بہت حریص تھا، میں محرمات اور حرام امور سے پرہیز کرتا تھا اور مظالم سے بچتا تھا، دن اور رات طلبِ حلال میں شدّت سے مصروف رہتا۔ اس خوف سے کہ میں کسی سے سوال کرنے پر مجبور نہ ہو جاؤں، میں انتہائی عیش و فرحت و سرور کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں بیمار ہوا، اتنے دن مریض رہا کہ میرے دُنیا میں ٹھہرنے کی مدّت ختم ہو گئی اور موت سر پہ آ پہنچی۔ پھر

www.khwajalateefansari.com

ایک عظیم الخلقت اور ہیبت ناک شخص میرے سامنے آموجود ہوا۔ نہ وہ آسمان کی طرف صعود کر رہا تھا اور نہ زمین پر نازل ہو رہا تھا۔ اس نے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ بینائی جاتی رہی۔ اس نے میری سماعت کی طرف اشارہ کیا، سننے کی طاقت زائل ہو گئی۔ پھر زبان کی طرف اشارہ کیا، گویائی رخصت ہو گئی۔ نہ مَیں کچھ دیکھ رہا تھا، نہ سُن رہا تھا، نہ بول سکتا تھا۔ اسی حالت میں مجھے میرے اہل و عیال، اعزا و اقربا، بہن بھائیوں اور ہمسایوں کے گریہ و بکا کی آوازیں محسوس ہوئیں۔ اس وقت مَیں نے اس سے کہا، آخر آپ کون ہیں، جنہوں نے مجھے میرے اہل و عیال، میرے مال اور میری اولاد سے جدا کر دیا ہے اور میرے بازو تمہارے خوف سے کانپ رہے ہیں۔ اُس نے کہا، مَیں ملک الموت ہوں، تیری قبضِ روح کے لئے آیا ہوں تاکہ تجھے دارِ دُنیا سے دارالآخرت کی طرف منتقل کروں۔ تمہارے دُنیا میں ٹھہرنے کی مدّت ختم ہو گئی ہے اور موت

سر پہ آ پہنچی ہے - وہ اِس طرح مجھ سے باتیں کر رہا تھا
کہ دو اور خوبصورت شخصیتیں کہ ان سے بڑھ کر خوش منظر
صورتیں مَیں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں، آ موجود ہوئیں - ایک
میرے داہنے طرف تھی، دوسری بائیں طرف تھی- پھر ان
دونوں نے کہا، السلام علیک ایہا العبد ورحمۃ اللہ
وبرکاتہٗ، ہم تیرے پاس تیری یہ کتاب لے کر آئے
ہیں- تُو اب اسے لے لے، اسے پڑھ اور اسے دیکھ
کہ اس میں کیا ہے؟ مَیں نے ان سے کہا، خدا آپ
دونوں پہ رحم کرے، آپ کون ہیں اور میرے لئے یہ
کیسی کتاب ہے کہ جسے میں دیکھوں اور پڑھوں؟ انہوں
نے کہا، ہم وہ دو فرشتے ہیں، جو ہمیشہ دُنیا میں تیرے ساتھ
تیرے کندھوں کے قریب رہے اور جو تیرے منفعت
کے لئے تھا یا تیرے خلاف تھا، اُسے لکھتے رہے -
گویا یہ تیرا نامۂ اعمال ہے - پس جب مَیں نے اپنی کتاب
الحسنات پر نظر ڈالی، جس میں میری نیکیاں مرقوم تھیں، تو

مجھ پہ ایک فرحت و سرور کا عالم طاری ہوا۔ میری نیکیوں کا نامۂ اعمال اس فرشتے کے ہاتھ میں تھا، جس کا نام رقیب ہے۔

پھر میں نے کتاب السئیات پر نظر ڈالی، جس میں میری برائیاں درج تھیں، تو میں رونے لگا۔ میرا یہ بدیوں کا نامۂ اعمال اس فرشتے کے ہاتھ میں تھا، جس کا نام عتید ہے۔ پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا، تیرے لئے بشارت ہو کہ تیرے لئے خیر اور بھلائی ہے۔ پھر ملک الموت میری طرف بڑھا اور میری روح کو قبض کیا۔ اس وقت لوگوں کے رونے پیٹنے اور جزع فزع کی آوازیں آنے لگیں اور اس میں انہوں نے شدّت اختیار کی۔ ملک الموت نے غیظ و غضب سے ان کی طرف دیکھا اور کہا، اے تمام لوگو! تمہارا یہ رونا پیٹنا کس لئے ہے؟ خدا کی قسم، ہم نے کوئی ظلم نہیں کیا، جس کی تم کو شکایت ہو اور نہ ہم نے کوئی بات حد سے گزر کر کی، جس پر تم سسکیاں بھرتے اور روتے ہو۔ ہم اور تم سب اس وحدہٗ لاشریک کے بندے

ہیں۔ اگر وہ معبود تمہیں ایسا حکم دیتا، جیسا اس نے ہمیں دیا ہے، تو تم بھی ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا ہے۔ خدا کی قسم ہم نے اس کی روح کو قبض نہیں کیا، مگر جب کہ اس کا رزق منقطع ہوچکا اور اس کی مدّتِ عمر ختم ہوچکی۔ اب یہ اپنے ربِ کریم کی طرف پلٹ کر چلا آیا۔ اب جو چاہے وہ معبود اس کے لئے کرے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اگر تم صبر کروگے، تو اس کا اجر اسی اللہ کے پاس ہے اور اگر تم خلافِ شریعت جزع فزع کروگے، تو گناہ کے مرتکب ہوگے۔ میں تو بار بار پلٹ پلٹ کر تمہارے پاس آؤں گا اور اسی طرح تمہارے بیٹوں اور بیٹیوں تمہارے باپ اور ماں کو لے جاؤں گا۔

پس ملک الموت روح لے کر پلٹ پڑا۔ پھر ایک دوسرا فرشتہ آیا، اس نے روح کو اس سے لے لیا اور اسے ایک سبز ریشمی کپڑے میں رکھ کر آسمان پر لے جایا گیا اور بارگاہِ احدیت میں پیش کر دیا گیا۔ اور یہاں

صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے متعلق نماز، ماہِ مبارک رمضان کے روزوں، حج بیت اللہ، قرأتِ قرآنِ حکیم، زکوٰۃ وصدقات اور اوقات وایام گزارنے کے سوالات ہوئے۔ اطاعتِ والدین، قتلِ نفسِ زکیہ بغیر الحق، سود خوری اور یتیم کا مال کھانے، زنا اور فواحشات، مظالمِ عباد، حقوق الناس ادائیگی نمازِ تہجد، جبکہ لوگ محوِ خواب تھے، یعنی اس قسم کے تمام امور کے متعلق جس طرح پیا مجھ سے دریافت کیا گیا۔ پھر اللہ کے حکم سے رُوح زمین کی طرف پلٹ آئی۔ اتنے عرصہ میں غسلِ میّت دینے والا آپہنچا۔ اس نے میرے کپڑے اتارے اور غسل دینا شروع کیا۔ اس وقت رُوح پکارنے لگی۔ اے غسل دینے والے، خدا کے لئے میرے کمزور جسم سے نرمی اختیار کر۔ خدا کی قسم اے رُوح میری جس رگ سے نکلی ہے۔ اسے منقطع کر دیا ہے اور جس عضو سے باہر نکلی ہے، اسے درد میں مبتلا کر دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر غسل دینے والا میرے اس قول کو سنتا تو کبھی کسی میّت کو غسل نہ

دیتا۔ پھر اس نے پانی سے مجھے تین غسل دیئے اور تین
کپڑوں سے کفن پہنایا اور میرے جسم کو حنوط کیا۔ صرف یہ
میرا سامانِ سفر تھا، جو مَیں دُنیا سے دارالآخرۃ میں لایا۔
میرے داہنے ہاتھ سے انگوٹھی تک اتار کر میرے فرزندِ
اکبر کے سپرد کر دی گئی اور اس سے کہا گیا، تیرے باپ
کے متعلق خدا تجھے اجر دے اور یہ بہترین اجر ہو اور اس
سے لوگوں نے تعزیت کی۔ اور مجھے کفن میں لپیٹ کر میرے
اہل و عیال اور ہمسایوں کو آواز دی گئی۔ "آؤ آگے بڑھو اور
اسے الوداع کہو۔ جب وہ مجھ سے وداع ہو چکے، تو پھر
مجھے ایک تخت پر لٹا کر چار آدمی کاندھوں پر اُٹھا کر لے
چلے۔ اس وقت روح میرے سامنے موجود تھی۔ میرے چہرہ
اور کاندھوں میں تھی اور اہل و عیال اور اولاد سے اس طرح مخاطب
تھی۔ "اے میرے اہل و عیال اور اے میری اولاد! دنیا تمہارے
ساتھ بھی وہی کھیل نہ کھیلے، جو اس نے میرے ساتھ کھیلا ہے۔ یہ
سب کچھ ہے جو مَیں نے سفر و حضر، خوشی، صحت اور بیماری

www.khwajafateefansari.com

میں جمع کرکے تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجھے نمازِ جنازہ کے لئے زمین پر رکھ دیا۔ مجھ پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ پھر مجھے اُٹھا کر قبر پر لے گئے۔ پھر مجھے قبر میں رکھ دیا گیا، جہاں مجھے بہت ہی خوف اور ہول محسوس ہوا۔ اے سلمانؓ! اے خدا کے بندے! جب مجھے قبر میں رکھا گیا، تو میں نے خیال کیا، گویا کہ میں آسمان سے لحد کی زمین پر گرا دیا گیا ہوں۔ لوگ مجھے دفن کرکے پلٹ پڑے۔ پھر رُوح کا سایہ مجھ پر پڑا اور میں نے ندامت سے کہا۔ کاش میں ان پلٹنے والوں کے ساتھ پلٹ جاتا۔ مجھ پر ضغطہ وغیرہ کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس وقت میں کہہ رہا تھا

"اے کاش میں لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹ جاؤں

پھر دُنیا میں جا کر نیک عمل بجا لاؤں"۔

قبر کی طرف سے ایک جواب دینے والے نے مجھے جواب دیا:-

کلا انہا کلمہ انت قائلہا ومن ورائھم

برزخ الی یوم یبعثون ط

ہرگز نہیں یہ وہ بات ہے جو تُو کہہ رہا ہے۔ اس

سے ورے تو برزخ ہے، جہاں یہ لوگ یوم

قیامت تک رہیں گے۔

اس پہ مَیں نے کہا، اے مجھ سے باتیں اور کلام کرنے

والے آپ کون ہیں؟

اس نے کہا، مَیں مبنہ ہوں۔

مَیں نے کہا، مبنہ یعنی کیا؟

اس نے کہا، مَیں ایک فرشتہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ

نے تمام مخلوقات پہ مقرر کیا ہے کہ انہیں خبر دوں اور ان

سے ان کے اعمال کو لکھواؤں۔

پھر اس نے مجھے اُٹھا کر بٹھا لیا اور کہا، اپنے بھلے

اور بُرے اعمال لکھو۔ وہ اعمال جو تم نے دارِ دُنیا میں

کئے ہیں۔

میں نے کہا، نہ مَیں نے ان کی گنتی کی ہے اور نہ مجھے

www.khwajalateefansari.com

ان کی معرفت ہے۔

اس نے کہا۔ کیا تُو نے اپنے رب کا قول نہیں سُنا؟

احصاہ اللّٰہ ونسوہ

اللہ نے انہیں شمار کرایا تھا، مگر وہ بھُول گئے۔ پھر اس نے کہا اس وقت میں تمہیں لکھواتا ہوں، تم لکھو۔

پس مَیں نے کہا کاغذ کہاں ہے؟ اس نے کفن کی ایک طرف اُٹھا کر کہا۔ یہ تمہارا صحیفہ یعنی نوٹ بک ہے۔

مَیں نے کہا، قلم کہاں ہے؟ اس نے کہا، تمہاری سبابہ انگلی تمہارا قلم ہے۔

پھر مَیں نے کہا سیاہی کہاں ہے؟ کہا تمہارا لعاب دہن تمہاری سیاہی ہے۔ پھر اس نے کہا، اوّل عمر سے آخر عمر تک جو کچھ تم نے دارِ دُنیا میں کیا ہے، اسے لکھو۔ میرا صغیرہ وکبیرہ کوئی عمل نہ رہا جسے مَیں نے نہ لکھا ہو۔

ووجدوا ما عملوا ولا یظلم ربّک احدًا

(جو کچھ انہوں نے عمل کیا تھا پا لیا۔ تیرا رب کسی

پر ظلم نہیں کرتا۔)

پھر مبنہ نے نامۂ اعمال کو لیا اور مُہر کر کے میرے گلے میں ڈال دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوُا کہ دُنیا کے تمام پہاڑ میری گردن میں ڈال دئے گئے ہیں۔ مَیں نے کہا اے مبنہ، تُو نے کس لئے کیا ہے۔ اُس نے کہا، تمہارے رب کا قول ہے :-

کُلَّ انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہٖ ونخرج
لہ یوم القیامۃ کتابا یلقٰہ منشورًا ٥
اقراء کتابک ، کفیٰ بنفسک الیوم علیک
حسیبًا ٥

(بنی اسرائیل ۱۲-۱۴ پ ۱۵ ع ۲)

ترجمہ :- ہم نے ہر آدمی کا نامۂ اعمال اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے (کہ اس کی قسمت اس کے ساتھ رہے) اور قیامت کے دن ہم اس کے نامۂ اعمال اس کے سامنے نکال کے رکھیں گے کہ وہ اس کو

ایک کھلی ہوئی کتاب اپنے روبرو پائے گا۔ اور ہم اسے کہیں گے کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے اور آج اپنا حساب لینے کے لئے تو آپ ہی کافی ہے

پھر ایک خوبصورت صورت مجھے دکھائی دی، جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ستون تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا، تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبیؐ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو دُنیا میں کس طریق پر تھا؟ شدّتِ خوف سے میری زبان پر مہرِ سکوت لگ گئی اور ہیبت طاری تھی۔ رحمتِ الٰہی میرے شاملِ حال ہوئی۔ میرے ذہن نے موافقت کی اور میری زبان چل پڑی!

اشهد ان لا إله الا الله وان محمد رسول الله وان الله ربي ومحمد نبي والاسلام ديني والقرآن كتابي والكعبة قبلتي وعلي امامي وبعده اولاده الطاهرين ائمتي والمومنون اخواني وان الموت حق والسوال حق

والصراط حق والجنۃ حق والنار حق وان
الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا وان اللہ یبعث
من فی القبور فھذا قولی واعتقادی وعلیہ
القی ربی فی معادی۔

ترجمہ:- کوئی معبود نہیں مگر صرف اللہ اور محمدؐ
اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ میرا رب ہے اور محمدؐ
میرے نبی ہیں۔ اسلام میرا دین ہے۔ قرآن میری
کتاب ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے۔ علیؑ میرے امام
ہیں اور ان کے بعد ان کی پاک اولاد میرے ائمہ
ہیں اور تمام ایمان والے میرے بھائی ہیں۔ تحقیق
موت حق ہے اور بعد موت سوالات حق ہیں
صراط حق ہے۔ جنت اور دوزخ حق ہیں، قیامت
ضرور آئے گی، اس میں شک نہیں اور اللہ تعالیٰ
قبروں سے لوگوں کو ضرور اٹھائے گا۔ یہ میرا قول
ہے اور یہی میرا اعتقاد ہے، جس پر میں قیامت

www.khwajalateefansari.com

کے دن اللہ سے ملاقات کروں گا۔

پس اس فرشتے نے کہا، اے اللہ کے بندے، میں تجھے سلامتی کی بشارت دیتا ہوں۔ تُو نے مجھ سے نجات پائی۔ پس اب دولہن کی سی نیند سو جا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

پھر ایک اور شخص آیا، جو اس سے بھی ہولناک تھا اور وہ "نکیر" کے نام سے معروف تھا۔ اس نے پہلی آواز سے بھی زیادہ ہولناک آواز میں پکارا۔ اس کی آواز سے مجھ پہ کپکپی طاری ہوئی۔ پھر اس نے کہا، اے اللہ کے بندے! اب اپنے عمل بتا، جن اعمال کے ساتھ تُو دُنیا سے نکل کر اس عالم میں آیا ہے۔

من ربّك ومن نبيك ومادينك

"تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟"

میں اس کا جواب دینے میں حیران و متفکر تھا۔ خدا کی رحمت نے میری رہنمائی کی۔ اس کی توفیق میرے شاملِ حال

ہوئی۔ میرے ایمانی دلائل کو اللہ نے میرے سوال میں ڈال دیا۔ نکیر نے اس سے کہا۔

اے اللہ کے بندے! مجھ سے نرمی اختیار کر اور مجھے جھڑک نہیں اور ٹھہر تا کہ میں اطمینان سے تیرا جواب دوں۔ اس نے کہا، اچھا کہو۔ میں نے کہا، میں ان اعتقادات کے ساتھ دُنیا سے آیا ہوں ؏

من شہادۃ ان لا الہ الاّ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ وان امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب و ائمۃ الطاہرین من ذریتہ الیتی وان الموت حق والقبر حق والصراط حق والمیزان حق والحساب حق ومسائلۃ منکر ونکیر حق وان الجنۃ وما وعد اللہ فیہا من النسیم حق وان النار وما وعد اللہ فیہا من

www.khwajalateefansari.com

العذاب حق وانّ السّاعة اٰتیة لاریب
فیھا وانّ اللہ یبعث من فی القبور

ترجمہ :- میں دنیا سے اس شہادت پہ باہر
آیا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں - وہ یکتا و
یگانہ ہے - کوئی اس کا شریک نہیں اور میں شہادت
دیتا ہوں محمدؐ اس کے معصوم بندے اور رسول
ہیں اور تحقیق امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب
اور ان کی اولاد کے پاک و پاکیزہ امام میرے
ائمہ ہیں - موت حق ہے ، قبر حق ہے - صراط حق
ہے اور میزان حق ہے اور منکر نکیر کے سوالات
حق ہیں اور جنت اور جو کچھ نعمتوں کا اس میں
اللہ نے وعدہ کیا ہے حق ہے اور دوزخ اور
جو کچھ اللہ نے عذاب کا اس میں وعدہ کیا ہے
حق ہے - تحقیق قیامت ضرور آئے گی - اس
میں شک نہیں اور اللہ تعالے قبروں سے

www.khwajalateefansari.com

رگوں کو محشور فرمائے گا۔

پھر اس نے مجھ سے کہا، اے اللہ کے بندے! میں تجھے ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور قائم رہنے والی بھلائیوں کی بشارت دیتا ہوں۔

پھر اس نے مجھے لٹا دیا اور کہا دولہن کی سی نیند سو جا۔ پھر اس نے میرے سر کی طرف ایک دروازہ کھولا، جو جنّت سے تھا۔ پھر اس لے ایک دروازہ میرے پاؤں کی طرف کھولا، جو جہنم سے تھا۔ پھر کہا اے اللہ کے بندے! دیکھ کہ اللہ نے تجھے جنّت سے کس طرح مستفیض کیا ہے اور اس جہنّم کی آگ سے تجھے کس طرح نجات دی ہے۔ پھر اس نے اس دروازے کو جو میرے سر کی طرف تھا کھلا چھوڑ دیا۔ مجھے جنّت کی ہوائیں آ رہی تھیں۔ میری لحد حدِ نظر تک وسیع ہو گئی۔ میری قبر میں چراغ روشن تھا، جس کی روشنی سورج اور چاند سے زیادہ تھی۔

www.khwajalateefansari.com

اے سلمانؓ! یہ میری اپنی سرگذشت ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ موت کی تلخی میرے حلق میں قیامت تک رہے گی۔ بس آپ لوگ ان ہولناک واقعات سے عبرت حاصل کریں، جن میں سے صالحین کو بھی گزرنا پڑتا ہے۔ اس پر میّت کا کلام منقطع ہوا۔ اس پر سلمانؓ نے اصبغ اور جو کوئی بھی اس کے ساتھ تھا، ان سے کہا، اب مجھے اُٹھا کرلے چلو اور مجھے میرے گھر پہنچا دو اور وہاں جا کر زمین پر رکھ دو۔ ہم نے تخت کو زمین پر رکھ دیا۔ انہوں نے ایک نظر آسمان کی طرف کی اور اس طرح گویا ہوئے :۔

یامن بیدہٖ ملکوت کُل شی و الیہ یرجعون
وَھُوَ یجیر و لا یُجار علیہ بک امنت
وعلیک توکلت و نبیک اقررت وبکتابک
صدقت وقد اتانی الذی وعدتنی یامن
لا یخلف المیعاد فلقنی جودک واقبضنی
الٰی رحمتک وانزلنی الٰی دار کرامتک

فانی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ
لاشریک لک و اشہد ان محمداً عبدک
ورسولک وان علیاً امیرالمومنین و
امام المتقین والائمۃ من ذریتہ المتی
وسادتی فلما اکمل شہادتہ وقضیٰ
نحبہ ولقی ربہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔
ترجمہ :- اے وہ معبود کہ تیرے ہاتھ میں ہر چیز
کی ملکوت ہے اور اسی کی طرف سب لوگ رجوع
کرنے والے ہیں۔ میں تجھ پر ایمان لایا اور تجھی پر
میں نے بھروسہ کیا اور میں نے تیرے نبی کا اقرار کیا
اور تیری کتاب کی تصدیق کی۔ اب مجھے وہ عطا
فرما، جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اے وہ
معبود کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس مجھے
اپنی جود سے مشرف فرما۔ اپنی رحمت میں لے لے۔
اپنے دارِ کرامت میں مجھے جگہ عطا فرما، کیونکہ میں

گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ تیرے بندے اور رسول ہیں اور حضرت علیؑ امیرالمومنین امام المتقین اور ان کی اولاد کے ائمہ میرے امام اور سردار ہیں۔

جب اس نے یہ شہادت ختم کی، وہ موت سے ہمکنار ہو کر اپنے رب سے جا ملے۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔

یہ خبر جس کو ہم نے یہاں نقل کیا ہے بالفاظ مختلفہ اکثر کتب احادیث و اخبار معتبرہ میں موجود ہے۔ اس خبر میں بعض ایسے امور ہیں کہ ان کی وضاحت ضروری ہے۔

مثلاً اس روایت میں ہے کہ مَیں نے ملک الموت کو دیکھا۔ اس کی شکل نہایت ہیبت ناک تھی الخ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر کچھ گناہوں کا بوجھ تھا۔ اللہ نے چاہا کہ موت کے وقت وہ بار ہلکا ہو جائے اور اس کے ان گناہوں کا اس طرح کفارہ ہو جائے۔ ورنہ مومنین

کے لئے جن کے ذمہ ایسے گناہ نہ ہوں، ملک الموت جب آتا ہے تو اس کی شکل وصورت ایسی ہوتی ہے کہ اس مرنے والے پر سرور وفرحت کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

چنانچہ امالی میں ہے کہ جو شخص ماہِ رجب المرجب میں چھبیس ۲۶ روزے رکھے، تو جب ملک الموت اس کی قبضِ روح کے لئے آتا ہے تو نہایت خوش منظر ہوتا ہے۔ وہ دیباجِ سبز کے حلوں میں ملبوس ہوتا ہے اور جنّت کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سبز ریشم کا رومال ہوتا ہے، جو مشکِ نافہ سے معطّر ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ ہوتا ہے جو جنّت کے مشروبات سے پُر ہوتا ہے۔

کافی میں ہے کہ صادقِ آلِ محمدؐ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ مومن کے پاس ملک الموت کس طرح آتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ملک الموت جب مومن کی قبضِ روح کے لئے آتا ہے، تو اس پر جزع وفزع کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

ملک الموت کہتا ہے جزع نہ کرو۔ اگر اس وقت تمہارا باپ بھی آ جائے، تو میں اس سے بھی تجھ پر رحیم ہوں۔ اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو۔ جب وہ دیکھتا ہے تو سرکار ختمی مرتبت محمد مصطفےؐ اور سرکارِ ولایت علی مرتضیٰؑ کو وہ عالمِ نزع میں دیکھتا ہے۔ ان کی زیارت اس کے لئے نیک بشارت ہوتی ہے۔

تنبیہ الخواطر میں ایک حدیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب مومن کی قبضِ روح کے لئے ملک الموت آتا ہے، تو اس طرح آتا ہے، جس طرح غلام اپنے آقا کے پاس آتا ہے اور اسے جنّت کی بشارت دیتا ہے۔

اور یہ جو اعمال لکھنے والے دو فرشتوں کا اس روایت میں ذکر ہے۔ اس روایت کی توثیق جامع الاخبار میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ کوئی مومن اس وقت تک نہیں مرتا، جب تک اس پر دو فرشتے، جو اس کے کاتبانِ اعمال ہیں، نازل نہ ہوتے ہوں۔ اگر وہ اللہ کا مطیع بندہ ہے، تو اسے یہ

دونوں فرشتے کہتے ہیں، خدا تمہیں ہماری طرف سے بہترین جزا دے اور اگر وہ فاسق و فاجر ہوتا ہے تو یہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، خدا تمہیں ہماری طرف سے نیک جزا نہ دے۔

علامہ طبرسی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ داہنے طرف کا فرشتہ، جو کاتب امورِ خیر ہے، بائیں طرف کے فرشتے پر حاکم ہوتا ہے۔ جب کسی شخص سے عملِ خیر ہوتا ہے، تو داہنے طرف کا فرشتہ دس گنا نیکیاں لکھتا ہے اور جب اس سے کوئی برائی صادر ہوتی ہے اور اسے بائیں طرف کا فرشتہ لکھنا چاہتا ہے، تو دائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے، سات ساعت تک توقف کرو، ٹھہرو۔ اگر اس نے سات ساعات تک توبہ کرلی، تو استغفار کے بعد اس کی اس برائی کو نہ لکھنا اور اگر اس نے اس مدت میں استغفار نہ کی، تو ایک برائی لکھ لینا۔ بحار میں زرارہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ دو فرشتے

www.khwajalateefansari.com

نہ ہوں - جو کچھ انسان کہے وہ لکھ لیتے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یہ دونوں فرشتے کچھ نہیں لکھتے مگر وہی جو انسان کی زبان سے صادر ہوتا ہے۔ زرارہ بن اعین کا قول ہے کہ فرشتہ کچھ نہیں لکھتا، مگر وہی جو وہ سنتا ہے اور بولنے والے کا قول اس کی تائید کرتا ہے۔

اور اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:-

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید

یعنی کوئی قول الفاظ میں نہیں آتا، مگر اس کے قریب رقیب وعتید دو فرشتے ہیں۔

اور اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے:-

کنت انت الرقیب علی من ورائہم والشاھد لما خفی عنھم۔

یعنی ان کے علاوہ تم خود اپنے اعمال کے نگہبان ہو اور جو کچھ چھپا کر کیا جاتا ہے، اس کے گواہ ہو۔

www.khwajaleefansari.com

امالی شیخ مفیدؒ میں صادق آلِ محمدؑ کا ارشاد ہے کہ مومن کی روح قبض کی جاتی ہے، تو ایک فرشتہ اسے آسمان کی طرف لے جاتا ہے اور بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کرتا ہے، بارِ الٰہا یہ تیرا بندہ ہے، جو تیری اطاعت میں جلدی کرنے والا اور تیری معصیت میں دیری کرنے والا تھا۔ اس کی روح قبض کر کے تیرے سامنے پیش کر دی ہے۔ اس کے بعد اس کے بارے میں اب تیرا کیا حکم ہے؟ ربّ جلیل کا حکم ہوتا ہے، اسے زمین پر لے جاؤ۔ اس کی قبر کے قریب رہو۔ اس سے عزّت و آبرو سے پیش آؤ، یہاں تک کہ میں اپنے بندے کو اس کی قبر سے اٹھاؤں۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے سدیر بن حکیم بن صہیب الصیرفی الکوفی سے ارشاد فرمایا ہے۔ مرنے کے وقت انسان کے پاس ملک الموت آتا ہے، اس کی روح کو قبض کرتا ہے۔ روح جسم سے خارج ہونے کے وقت

www.kitabmart.in

پکارتی ہے۔ اگر مرنے والا مومن ہے، تو خروجِ روح کو
محسوس نہیں کرتا۔ اسی امر کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے
اس طرح بیان فرمایا ہے:-

یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربک
راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی و
ادخلی جنتی ہ

یعنی اے مطمئن نفس! تُو اپنے رب کی طرف لوٹ
آ۔ اس حالت میں کہ تُو اپنے رب سے راضی ہے
اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ پس تُو میرے
بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنّت میں داخل
ہو جا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ یہ صورت اس وقت ہے،
جب کہ مرنے والا (پرہیزگار) اپنے ایمانی بھائیوں سے
مواسات کرنے والا، یعنی برادرانِ مومن کی حاجتوں کو
اپنی حاجات پر ترجیح دینے والا ہو۔ اور اپنے اعزّا و اقربا

سے صلۂ رحم کرنے والا ہو اور اگر اس کے برخلاف مرنے والا پرہیز گار نہ ہو اور نہ اپنے اخوان سے صلۂ رحم کرنے والا ہو تو اسے کہا جاتا ہے کہ تجھے پرہیز گاری اور مومنین سے مواسات کرنے سے کس نے منع کیا تھا؟ تو محمدؐ اور آلِ محمد علیہم السلام کا زبان سے دعویٰ کرتا تھا اور اپنے افعال سے اس کی تصدیق نہیں کرتا تھا۔ جب رسولؐ اللہ اور امیر المومنین سے ملاقات کرے گا، وہ تجھ سے اعراض کرنے والے اور قطع تعلق کرنے والے ہوں گے اور تیری شفاعت کرنے والے نہیں ہوں گے۔ سدیر نے عرض کیا، ایسے ہی لوگ ہیں، جن کو اللہ ذلیل کرتا ہے۔

اس پر حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، ہاں یہ ایسا ہی ہے۔

(نہج البلاغہ الامام الصادق ص۸۲)

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سرکارِ رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے

اصحاب میں سے ایک شخص کے پاس آئے، جو عالمِ نزع میں تھا۔ آپ نے فرمایا، اے ملک الموت میرے اس صحابی سے نرمی اختیار کر کیونکہ یہ مومن ہے۔ ملک الموت نے عرض کیا، یا محمدؐ آپ کو بشارت ہو کہ میں ہر مومن سے نرمی اختیار کرتا ہوں۔ یا رسولؐ اللہ! جب کسی فرزندِ آدم کی رُوح کو قبض کرتا ہوں، تو اس کے اہل و عیال اس پر گریہ و بکا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جزع و فزع کیا ہے، خدا کی قسم میں نے اس کی مدّتِ مقررہ سے پہلے تعجیل نہیں کی۔ اور اس کی قبضِ رُوح میرے لئے گناہ نہیں ہے۔ تم اس کا محاسبہ کیوں نہیں کرتے۔ اگر تم صبر کرو گے، تو تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ اگر تم جزع فزع کرو گے تو تم معصیت اور گناہ کے مرتکب ہو گے اور جان لو کہ میں تمہارے پاس بار بار آؤں گا اور مشرق و مغرب میں کوئی گھرانہ ایسا نہیں، جس کو میں اس قبضِ رُوح سے پانچ وقت متنبہ نہیں کرتا۔ اسی حقیقت کا اظہار جناب امیر علیہ السلام

نے اپنے اشعار میں یوں کہا:۔

الا یا ساکن القصر المعلیٰ

ستدفن عنقریب فی التراب

لھم ملک ینادی کل یوم

لدو للموت وابنوا للخراب

ترجمہ:۔ اے بلند محلات میں رہنے والو! تم عنقریب مٹی میں دفن کر دیئے جاؤ گے۔ ان کے لئے ایک فرشتہ ہے، جو انہیں ہر روز پکار کر کہتا ہے، موت کے لئے اولاد جنتے جاؤ اور کھنڈرات ہونے کے لئے مکان بناتے جاؤ۔

جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ ملک الموت کی یہ ندا نمازِ پنجگانہ کے وقت بلند ہوتی ہے۔

جامع الاخبار میں سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، مجھے قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے،

www.khwajalateefansari.com

اگر لوگ مرنے کے بعد اپنا مقام دیکھ لیں اور اس فرشتے کے کلام کو سُن لیں، تو اُن کی آرزوئیں اور تمنائیں پگھل جائیں اور وہ اپنے نفسوں پر گریہ و بُکا کریں۔ جب نعش کو اُٹھایا جاتا ہے، تو اس کی رُوح نعش پر منڈلاتی ہے اور بآوازِ بلند کہتی ہے، اے میرے اہل و عیال اور اے میری اولاد دُنیا تمہارے ساتھ یہ کھیل نہ کھیلے غرضیکہ اس قسم کی باتیں ذکر کرتی ہے۔

www.khwajalatcefansari.com

باب ۱۸

وفات اور تجہیز و تکفین

تاریخ انس الجلیل میں ہے کہ وفات حضرت سلمان علیہ الرضوان سنہ ۳۶ھ میں ہوئی اور آپ مدائن میں دفن ہوئے اور ان کی اسی تاریخِ وفات کو ابنِ حجر مکی نے اختیار کیا ہے۔ آغا محمد علی نے نقد الرجال کے حاشیہ میں سید نے شافی میں اور سید علی خان بلاغت نے شرح صحیفہ سجادیہ میں تحت شرح دعاء الرزق اور شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں حضرت سلمانؓ کی وفات کی یہی تاریخ لکھی ہے۔

خلیفۃ المسلمین عثمانؓ بن عفان کا انتقال ماہ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ میں ہوا اور جنگ جمل سنہ ۳۶ھ جمادی الاخری

میں ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلمانؓ کی وفات حسرت آیات زمانۂ خلافتِ جنابِ امیر علیہ السلام میں ہوئی ہے، لیکن کتاب التقریب میں ہے کہ حضرت سلمانؓ کا انتقالِ پُر ملال ۳۶ھ میں ہوا ہے اور اس کی تائید کتاب الخرائج والمناقب وغیرہ سے ہوتی ہے اور ان کی تغسیلِ میّت کے لئے جنابِ امیر علیہ السلام مدینہ طیبّہ سے تشریف لائے تھے۔

السیّد الشریف الکاظمی نے اس کا ذکر اپنے قصیدہ الکراریہ میں اس طرح کیا ہے:۔

والی المدائن من سویٰ من طیبتہ۔ لیلاً وعاد

وصبحہ لم لیسفر

ترجمہ:۔ جنابِ امیر علیہ السلام نے مدینہ طیبّہ سے مدائن کی طرف ایک رات سفر کیا اور آپ مدینہ میں صبح کی پو پھٹنے سے پہلے لوٹ آئے تھے۔

www.khwajaitectariyat.com

طلباً لتغسیل المطہر سلمان ۔ التقی الطاہر المتطہر ۔

ترجمہ :۔ اور اس سفر سے آپ کی غرض حضرت سلمانؓ کی نعش کو غسل دینا تھا ۔ وہ سلمانؓ جو متقی والمتطاہر ہیں ۔

مجمع البحرین علامہ طریحی میں ہے کہ حضرت سلمانؓ کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی ۔ یہ روایت بہت ضعیف ہے ۔ وقتِ وفات حضرت سلمانؓ نے سب لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد جب لوگ پھر لوٹ آئے تو دیکھا کہ ان کی رُوحِ اقدس اس مقامِ رفیع کی طرف پرواز کر گئی ہے ، جو عرصہ سے اس کا مشتاق تھا ۔ یعنی رُوحِ اقدس جسمِ عنصری سے نکل کر جنّت کی شاخِ طوبیٰ پہ پہنچ چکی ہے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

محدث جلیل شیخ سعید بن عبد اللہ راوندی سے روایت

www.kawsajafarisari.com

ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علی مرتضٰے علیہ السلام مدینہ میں مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے اور لوگوں سے کہا، میں نے خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرما رہے ہیں کہ سلمانؓ وفات پا گئے ہیں اور مجھ سے وصیت فرمائی کہ میں مدائن میں جا کر ان کی تجہیز و تکفین میں حصّہ لوں، انہیں غسل دوں اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھاؤں۔ اس لئے میں مدائن جا رہا ہوں۔

آپ چل پڑے اور مدینہ کے مقام ترخص تک لوگ ان کے ساتھ تھے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور پھر قبل ظہر مدینہ میں واپس تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا کہ میں ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آیا ہوں۔ اکثر لوگوں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد مدائن سے ایک خط موصول ہوا، جس میں لکھا تھا کہ فلاں دن حضرت سلمانؓ کا انتقال ہوا اور جناب امیر علیہ السلام یہاں پہنچے۔ انہوں نے حضرت سلمانؓ کو غسل

دیا، کفن پہنایا اور انہیں دفن فرمایا اور پھر مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اس پر سب لوگ متحیّر و حیران تھے۔

(نفس الرحمٰن باب السادس عشر صفحہ ۱۵۴)

نزولِ رحمت

جنابِ امیرالمومنین علی مرتضےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سلمانؓ کے جنازے پر تشریف لائے۔ چہرہ سے چادر ہٹائی۔ جنابِ سلمانؓ نے تبسّم فرمایا۔ پھر حضرت نے سلمانؓ سے ارشاد فرمایا :-

مرحبا یا ابا عبد اللہ اذا لقیت رسول اللہ فقل لہ ما لرّ علیٰ اخیك من قومك

ترجمہ :- مرحبا اے سلمانؓ! جب آپ رسولؐ اللہ سے ملاقات کریں، تو اس کے بعد جو واقعات ان کے بھائی پر گزرے، انہیں بتا دینا۔

حضرت علی علیہ السّلام نے خود تجہیز و تکفین فرمائی اور خود نمازِ جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت جعفر طیارؑ

اور حضرت خضر علیہ السلام نے نمازِ جنازہ میں شرکت فرمائی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر صفیں فرشتوں کی تھیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے اسی وقت مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

روضۂ مطہرہ

حضرت سلمانؓ کا روضۂ مقدسہ مدائن میں ایک قبہ میں ہے اور اس میں ایک بڑا صحن بھی ہے اور زیارت گاہِ خلائق ہے اور سلمان پاک کے نام سے موسوم ہے۔

عُمر

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک آپ ساڑھے تین سو برس تک زندہ رہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ اڑھائی سو برس تک زندہ رہے۔ ذہبی کا خیال ہے کہ آپ کی عمر وفات کے وقت اسی سال تھی۔ شیخ صدوق اکمال الدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلمانؓ حضرت سیّد الاوّلین والآخرین

محمدؐ مصطفیٰ ارواحنا لہ الفدا کی تلاش میں چار سو سال تک مختلف ممالک میں سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ ایک عالم سے دوسرے عالم اور ایک فقیہ سے دوسرے فقیہ کے پاس منتقل ہوتے رہے۔ اگر ان کی اس جستجو کا ساٹھ یا ستّر برس کی عمر میں آغاز ہوا تھا، تو ان کی عمر تقریباً پانچ سو برس تھی۔ ان کی عمر کی تصدیق شیخ الطائفہ کی کتاب غیبت سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا ذکر معمرین یعنی طویل العمر اشخاص کے زمرہ میں کیا ہے۔

اصحابِ اخبار سے ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ ہمارے نبی سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفیٰ ارواحنا لہ الفدا کے زمانے تک، بلکہ ان کے انتقالِ پُر ملال کے بعد بھی زندہ رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان پانچ سو

www.khwajafateehansari.com

سال کا فاصلہ ہے۔ جیسا کہ اخبار معتبرہ سے ثابت ہے۔

حسین بن حمدان سے روایت ہے کہ سرکار ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان مسلمانوں سے فرمایا جو کہ حضرت سلمان رضؓ کی خدمت میں ان کے اظہارِ اسلام پر ہدیۂ تبریک پیش کر رہے تھے کہ تم آج اسے مبارک باد کہہ رہے ہو، حالانکہ وہ ساڑھے چار سو برس سے بنی اسرائیل کو ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ سلمان رضؓ میرے دیکھنے والی آنکھ ہے، جیسے کہ تم دوسرے لوگوں کو دیکھتی ہو، ایسا اسے گمان نہ کرو۔ وہ میری بعثت سے ساڑھے چار سو برس پہلے لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیتا تھا۔

سیّد اجل سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی تالیف شافی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے اخبار و احادیث موجود ہیں کہ حضرت سلمان رضؓ نے ساڑھے تین سو برس زندگی بسر

کی، بلکہ بعض میں ہے کہ وہ چار سو برس تک زندہ رہے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے

بعد وفات حسرت آیات

روضتہ الواعظین میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سلمانؓ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ سلمانؓ ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں میں سلمانؓ ہوں۔ میں نے کہا، کیا آپ رسولؐ اللہ کے غلام ہیں۔ کہا، ہاں میں رسولؐ اللہ کا غلام ہوں۔ میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے سر پر یاقوت کا گراں بہا تاج تھا اور وہ بیش بہا ملبوس میں ملبوس تھے۔ میں نے کہا، اے سلمان! اللہ تعالےٰ نے آپ کو کس قدر منزلتِ حسنہ عطا فرمائی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا، اچھا یہ تو بتاؤ کہ جنّت میں اللہ اور رسولؐ پر ایمان کے بعد کونسی چیز افضل ہے۔ کہنے لگے کہ جنّت

ہیں اللہ اور رسولؐ پر ایمان کے بعد جو چیز سب سے افضل ہے، وہ حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ کی محبتؑ اور ان کی پیروی ہے۔

تفسیر عیاشی میں مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت قائم آلِ محمدؑ ظہور فرمائیں گے، تو پشتِ کعبہ سے ستائیس ۲۷ آدمی موجود ہوں گے۔ ان میں پچیس ۲۵ قوم موسیٰ علیہ السلام سے ہوں گے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا ہے: اَلَّذِین یہدون بالحق وبہ یعدلون۔ وہ لوگ جو حق کی ہدایت کرتے تھے اور عدل و انصاف کرتے تھے۔ اصحابِ کہف میں سے سات بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ اور ان میں سے دو یوشعؑ وصی موسیٰ علیہ السلام اور مومنِ آلِ فرعون ہوں گے۔ پھر ان میں سلمان فارسیؓ، ابو دجانہ انصاریؓ اور مالک بن اشترؓ بھی شرکت فرمائیں گے۔ ایسی ہی ایک

www.khwajalatteefansari.com

روایت کو شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی تالیف ارشاد کے آخری حصہ میں نقل کیا ہے۔

حضرت شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری علی الرحمۃ والرضوان نے مجالس المومنین میں سیّد عز الدین الآقافی الکوفی کے حالات میں لکھا ہے کہ المستنصر عباسی خلیفہ نے ایک روز قبرِ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ سیّد مذکور بھی اس کے ساتھ تھے۔ عبّاسی خلیفہ نے کہا غالی شیعہ کتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابیطالب ؑ نے ایک رات میں مدینہ سے مدائن تک کی مسافت کو طے کیا اور سلمان رضؓ کو غسلِ میّت دے کر مدینہ لوٹ گئے۔

سیّد نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار کہے:-

انکرت لیلۃ اذا زاد الوصی الی

ارض المدائن ان لھا طلبا

وغسل الطھر سلمانا دعا دالی

عراص یثرب والاصباح مادجیا

www.khwajatofansari.com

وقلت ذا السن قول الغلات وما
ذنب الغلاة اذ لم یوردوا الکذبا
فاصف قبل رد الطرف من سبا
جرش بلقیس وافی یخرق الحجبا
فانت فی آصف لم تغل فیہ بلی
فی حیدر انا غال ان ذا عجبا
ان کان احمد خیر المرسلین فذا
خیر الوصیین او کل حدیث ھبا
(زیارات واردہ لسلمان المحمدی)

ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے :-
تم نے جناب امیرؑ کا مدینہ سے مدائن پہنچ کر حضرت سلمانؓ کی میت کو غسل دے کر لوٹنے پر تعجب کیا اور غالیوں کا جھوٹ کہا۔ حالانکہ جناب آصف بن برخیا وصی سلیمانؑ چشم زدن میں بلقیس کا تخت لے آئے تھے۔ حیدر کرار خیر المرسلینؐ کے خیر الوصیین کی بات پر

تعجب کیا اور اسے غالیوں کا آخرا کہنا کیا معنی؟

(زیارات وارده لسلمان المحمدی)

شیخ الطائفہ نے تہذیب میں حضرت سلمانؓ کی زیارت اس طرح لکھی ہے :-

۱- اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ سَلْمَانَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا تَابِعَ صَفْوَةِ الرَّحْمٰنِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلىٰ بَنِيْهِ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ الْاِيْمَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ خَالَفَ حِزْبَ الشَّيْطَانِ يَا مَنْ نَطَقَ بِالْحَقِّ وَلَمْ يَخَفْ صَوْلَةَ السُّلْطَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ نَابَذَ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةً مِنْ نَبْعِ الْوَحْيِ زَوْجَ سَيِّدَةِ النِّسْوَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ جَاهَدَ فِي اللهِ مَرَّتَيْنِ مَعَ النَّبِيِّ وَالْوَصِيِّ اَبِي السِّبْطَيْنِ يَا مَنْ صَدَّقَ وَكَذَّبَهُ اَقْوَامٌ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ قَالَ لَهُ سَيِّدُ الْخَلْقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ؛

www.khwajalateefansari.com

انت منا اهل البیت یا سلمان۔ السلام علیک
یا من تولی امرہ عند وفاته ابوالحسنین۔
السلام علیک یا من جوزیت عنه بکل
احسان۔ السلام علیک ملقد کنت خیر
ادیان۔ السلام علیک ورحمة اللّٰہ وبرکاته
اتیتک یا اباعبد اللہ زائرًا قاضیًا ضیک حق
الانام وشاکرًا لبلائک فی الاسلام فاسئل اللّٰہ الذی
خصّک بصدق الدین ومتابعة الخیرین الفاضلین
ان یحیینی حیاتک وان یمیتنی مماتک و
یحشرنی فی محشرک وعلی انکار ما انکرت ومنابذة
ما نابذت والرد علی ما خالفت الا لعنة اللّٰہ علی
الظالمین من الاولین والاخرین فکن یا ابا
عبد اللہ شاهدًا لی بهذہ الشهادة عند
امامی وامامک وجمع اللّٰہ بینک وبینهم فی
مستقر رحمته لمنه ولی ذالک والقادر

www.khwajalateefansari.com

علیہ الثناء۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
وہو قریب مجیب وصلی اللہ علی خیرہ من
خلقہ محمدٍ وآلہ الطاہرین وسلم وجعلنا و
ایاہم من جمیع المومنین والمومنات فی جنات
النعیم بمنہ وجودہٖ۔

(۲)

السَّلَامُ عَلیٰ رسول اللہ محمد بن عبد اللہ خاتم
النبیین۔
السلامُ علیٰ امیر المومنین وسید الوصیینْ
السَّلَامُ علیٰ الائمۃ المعصومین الراشدین
السَّلَامُ علیٰ الملائکۃ المقربین
السَّلَامُ علیکَ یا صاحب رسول اللہ الامین
السَّلَامُ علیکَ یا ولی امیر المومنین
السَّلَامُ علیک یا مودع اسرار السادۃ المیامین
السَّلَامُ علیکَ یا بقیۃ اللہ من البررۃ الماضیین

اَلسّلامُ علیکَ یا اَبا عبدِاللّٰہ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ
اطعت اللّٰہ کما امرکَ واتبعت الرسول کما ندبکَ
وتولّیت خلیفتہ کما الزمک ودعوت الی
الاھتمام بذریت کما وقفک وعلمت الحق
یقیناً واعتمدتہ کما اکرمک اشہد انّک
باب وصی المصطفیٰ وطریق حجۃ اللّٰہ المرتضیٰ
وامین اللّٰہ فیما استودعت من علوم الاصفیاء
اشہد انک من اھل بیت النبی النجبا
اشہد انک صاحب العاشرۃ والبراھین
والدلائل القاھرہ واقمت الصلوٰۃ واتیت
الزکوٰۃ وامرت بالمعروف ونہیت عن المنکر
وادیت الامانۃ ونصحت اللّٰہ ولرسولہ و
صبرت علی الاذیٰ فی جنبہٖ حتی اتاکَ الیقین
لعن اللّٰہ من جاحد حقک وحط من قدرک
ولعن اللّٰہ من اذاک فی موالیک لعن اللّٰہ

من اغشنك فى اهل بيتك لعن الله من لامك
فى سادتك لعن الله عدو لمحمد من الجن والانس
من الاولين والآخرين وضاعف عليهم
العذاب الاليم صلى الله عليك يا ابا عبدالله
صلى الله عليك يا صاحب رسول الله و
عليك يا مولى امیر المومنین وصلى الله على
روحك الطيبه وجسدك الطاهر والحقنا
بمنّه وجوده اذا توفانا بك وبمحل السادة
الميامين وجمعنا معهم بجوارهم فى جنات
النعيم صلى الله عليك يا ابا عبد الله وصلى
الله على اخوانك المشيعة البررة من السلف
الميامين وادخل الروح والرضوان على الخلف
من المومنين والحقنا واياهم ممن تولاهم
من العترة الطاهرين وعليه وعليهم السلام
ورحمة الله وبركاته - السلام على سيدنا

www.khwajalateefansari.com

محمدٍ النبی خاتم النبیین وعلی الہ الائمة
الطاہرین۔ السلام علی انبیاء اللہ اجمعین و
ملائکتہٖ المقربین وعبادہ اللہ الصالحین۔
السلامُ علیک ایھا النبی الصالح والمومن
المخلص الناصح السلام علیک یامن خلطہ
ایمانہٖ باھل بیت الطاھرین وباعدہ
اسلامہ من جملة الکفار والمشرکین السلامُ
علیک یا عبد اللہ ووصیتہٗ وصاحب رسول
اللہ وصفیہ السلام علیک ایھا الطائعُ العابد
وانی شیع الزاھد السلامُ علیک یا سلمان
رحمة اللہ وبرکاتہٗ، اشھد انک عشت
حمیداً ومضیت سعیداً لم تنکث عھداً
ولا حللت من الشرائع عقداً ولا رضیت
منکراً ولا انکرت معروفاً ولا والیت مخالفاً
ولا خالفت مو العاً ولا لعبت دینک بدنیاک

www.khwajatectarsari.com

ولا اثرت على ما يبقى ما يفنى واشهد انك
مضيت على سنة خاتم النبيين وولايته
امير المومنين واهلبيته الطاهرين وانك
صرت على احمد جوار واسعد قرار فهناك
الله انعامه المتويد واكرامه وجعلك فى
زمرة مواليك الطاهرين وائمتك الاكرمين و
نفعنى بزيارتك واخلاصى فى محبتك وجمع
بيننا مستقر الرحمة ومحل النعمة انه على
ذالك القدير اللهم انى اسئلك بحق محمد و
اهلبيته الطاهرين الهادين ان تصلى عليهم
اجمعين وان تضاعف انعامك واكرامك
وتترادف امسائك وامتنانك على عبيد سلمان
الذى شرفه بالاسلام وايمان وقرب من نبيك
ووصيه عليهم السلام وان تجعل زيارتى له
كفارة لذنوبى وممحصة لعيوبى وزيادة فى يقينى و

www.kitabmaktab-e-tafsiri.com

مئوکدۃ الایمانی وان تخمد نی عاقبتہ امری
فی دنیائی ودینی وتغفرلی والد والوالدی
واھلی انک علیٰ کلّ شیٍٔ قدیر۔ حسبی اللّٰہ
ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۱۹

ازواج و اولاد

رجال کشی میں ہے کہ حضرت سلمانؓ نے بنی کندہ کی ایک خاتون سے عقد کیا اور اس سے فرائضِ زوجیت کو باحسن الوجوہ انجام دیتے رہے۔

ابو عبد اللہ الشہید نے قواعد کے حاشیہ میں ابن جوزی کی کتاب صفوۃ الصفوہ سے نقل کیا ہے۔ عبد الرحمٰن بن السلمی کہتے ہیں کہ سلمان فارسی نے بنی کندہ کی ایک عورت سے عقد کیا۔ جب عقد کے بعد شبِ اوّل میں آپ اس عورت کے پاس بیٹھے۔ آپ نے اس کی پیشانی کو کشادہ کر کے اس کے لئے برکت کی دعا کی۔

اور اس سے کہا، جس چیز کا میں تجھے حکم دوں، کیا تو اس

www.khwajalateefansari.com

کے لئے میری اطاعت کرے گی۔ اس نے کہا، ہاں۔ فرمایا،
میرے خلیل رسولؐ اللہ نے مجھے وصیّت کی ہے کہ جب
تم اور تمہاری بیوی مجتمع ہوں اور چاہیئے کہ اللہ کی اطاعت
پر مجتمع ہوں۔ پس حضرت سلمان بھی اور ان کی بیوی بھی اُٹھ
کر مسجد میں گئے اور اس کے بعد مسجد سے باہر آئے۔ پھر آپ
نے وظیفۂ زوجیّت کو ادا کیا۔

منہج الدعوات میں بعنوان حدیث تحفۃ الجنّۃ تحریر ہے
کہ حضرت سلمانؓ کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام عبداللہ تھا۔
غالبًا اسی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

زمخشری کی ربیع الابرار میں ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی
نے ایک قریشی عورت سے خطبہ کیا۔ یعنی نکاح کے لئے
استدعا کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ ابودرداؓ بھی تھے۔
انہوں نے حضرت سلمانؓ کے فضائل بیان کئے، مگر اس
قریشی کے افراد خاندان نے کہا کہ ہم سلمانؓ سے تزویج
نہیں کریں گے۔ ہاں اگر تیرا ارادہ ہو تو تجھ سے عقد کر دیں گے۔

حضرت ابو دردا نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ پھر حضرت سلمان رضؓ کے پاس آئے اور کہا بھائی جان، میں نے ایسی بات کی ہے، جس سے میں آپ سے حیا محسوس کر رہا ہوں اور انہیں حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ حضرت سلمان رضؓ نے کہا، مجھے آپ سے حیا محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے ایسی عورت سے کیوں تمنائے عقد کی جو اللہ نے آپ کے لئے مقسوم فرمائی تھی۔

بعض کتب رجال میں ہے کہ حضرت سلمان رضؓ نے اپنے بعد تین لڑکیاں چھوڑیں۔ ایک اصفہان میں آباد تھیں، اور دو مصر میں آباد تھیں۔

کتاب الفہرس میں علی بن بابویہ قمی سے منقول ہے کہ حضرت سلمان کی اولاد سے بلدہ رے میں شیخ بدرالدین ایک فصیح اور صالح واعظ تھے، جن کا شجرۂ نسب اس طرح سے ہے۔ شیخ بدرالدین بن الحسن بن علی بن سلمان بن ابی جعفر بن ابی الفضل بن الحسین بن ابی بکر بن سلمان بن عمّار

بن احمد بن ابی بکر بن علی بن سلمان بن منذر بن محمد بن عمار بن ابراہیم بن سلمان بن محمد بن سلمان الفارسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ یہ ۵۰۰ھ میں ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۰۰ھ تک حضرت سلمان کی اولاد بلدہ رے میں موجود تھی اور ان کے ایک بیٹے کا نام محمد بھی تھا۔

گازرونی کی کتاب المنتقی میں کہا گیا ہے کہ سلمانؓ کی اولاد اصفہان میں تھی اور ان کے ایک بھائی شیراز میں تھے۔ ان کی نسل شیراز میں تھی اور ان کی ایک بیٹی اصفہان میں تھیں، جنہیں سے ان کی نسل کا سلسلہ چلا اور ان کی دو بیٹیاں مصر میں تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے ایک بیٹے کا نام کثیر تھا۔ بعض مغل حضرات اپنا شجرۂ نسب حضرت سلمانؓ تک پہنچاتے ہیں اور اپنے آپ کو سلمان کی اولاد بنا کر زمرۂ اہل البیت میں داخل ہونا چاہتے ہیں، جو کسی طرح بھی صحیح نہیں، کیونکہ حضرت سلمان آریائی نژاد ہیں اور مغل

منگولین یعنی تاتاری نسل سے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے نسب سے نکل کر کسی دوسرے نسب میں داخل ہو وہ ملعون ہے۔ خارج النسب ملعونٌ ودا خل النسب ملعونٌ۔ فتد بروا لا تکن من الجاھلین۔

www.khwajalateefansari.com

باب ۲۰

مرویاتِ حضرت سلمانؓ

یعسوب المومنین

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم لعلی اول من امن لی وھٰذا یعسوب المومنین (اخرجہ الدیلمی)

ترجمہ:۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم جنابِ امیرؑ کی نسبت ارشاد فرماتے تھے، جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور یہ مومنوں کا سردار ہے۔ (ارجح المطالب صہ ۲۱)

صدیق الاکبر:۔ عن سلمان الفارسی وابی ذر الغفاری

www.khwajadateefunsari.com

فالا اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم بید علی فقال ان ھذا اول من امن

بی وھذا فاروق ھذہ الامۃ وھذا یعسوب

المومنین وھذا من یصافحنی یوم القیامۃ

وھذا الصدیق الاکبر (اخرجہ الطبری و

الدیلمی والطبرانی فی الکبیر فی مسند سلمان)۔

ترجمہ:۔ سلمان فارسی اور ابی ذر غفاری رضی اللہ

عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا،

بتحقیق کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے

اور یہ اس امت میں حق اور باطل میں فرق کرنے

والا ہے اور یہ مومنوں کا یعسوب یعنی امیر ہے

اور یہ وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے

پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا اور یہ صدیق اکبر

ہے۔ (ارجح المطالب ص۲۱)

فاروق الاعظم

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ھذا اول من امن بی وھذا اول من یصافحنی یوم القیامۃ وھذا الصدیق الاکبر وھذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق والباطل وھذا الیعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین (اخرجہ الدیلمی والطبرانی)

ترجمہ:۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر علیہ السلام کی نسبت فرماتے تھے۔ یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور یہ وہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے ملے گا اور یہ صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم ہے اور مومنوں کا یعسوب یعنی امیر ہے،

www.khwajahateefansari.com

اور مال منافقوں کا امیر ہوتا ہے (ارجح المطالب ص۲۳)

الوصی

عن ابی اسعیل الحذری عن سلمان الفارسی قال قلت یارسول اللہ لکل بنی وصی فمن وصیک قال ھل تعلم من وصی موسٰی قلتُ نعم یوشع بن نون قال لما قلتُ لانّہ کان اعلمھم قال فان وصی وموضع سری وخیر من انرک بعدی ولیقضی دینی علی ابن ابی طالب - ا اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ والطبرانی فی الکبیر فی سند سلمان الفارسی)

ترجمہ :- ابو سعید خدریؓ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا، یارسولؐ اللہ ہر ایک نبی کے لئے ایک وصی ہوتا ہے۔ حضور کا وصی کون ہے؟ فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ حضرت

www.khwajalateefansari.com

موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا؟ مَیں نے عرض کیا، یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا، کیوں؟ مَیں نے گزارش کیا، اس لئے کہ وہ حضرت موسیٰ کی اُمّت میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ پس فرمایا، میرا وصی اور میرا راز دار اور جن لوگوں کو مَیں اپنے بعد چھوڑتا ہوں، ان سب سے بہتر اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا اور میرے قرض کا ادا کرنے والا علیؑ ابن ابیطالب ہے۔

(ارجح المطالب صـ۱۴)

(۲) عن انس بن مالك قال حدثنی سلمان انه سمع رسول اللہ صلّی اللہ علیه وآلہٖ وسلم یقول اخی ووزیری ووصی وخیر من اخلف بعدی علی ابن ابیطالب (اخرجه ابن مردویه)

ترجمہ:- انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مَیں نے جناب

رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بیان کرتے

ہوئے سنا ہے کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا

وصی اور میرے پیچھے رہنے والوں میں سب سے

افضل علیؑ ابنِ ابیطالب ہے

(ارجح المطالب صد ۲۴)

شیخ الثقہ علی بن محمد نے کفایتہ الاثر کے پانچویں باب

میں حضرت سلمان الفارسی سے روایت کیا ہے کہ جناب

رسالتمآبؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا:-

"اے تمام لوگو! میں عنقریب اس دنیا سے جانے

والا ہوں اور تم سے جدا ہونے والا ہوں میں تمہیں

اپنی عترت کے بارے میں وصیّت کرتا ہوں کہ ان

سے بھلائی اور حُسنِ سلوک سے پیش آنا اور بدعات

سے بچنا اور پرہیز کرنا، کیونکہ بدعت گمراہی ہے

اور بدعت اختیار کرنے والے جہنّمی ہیں۔ اے تمام

لوگو! جب شمس نظروں سے اوجھل ہو جائے تو قمر

سے تمسک اختیار کرنا اور جب قمر نگاہوں سے
چھپ جائے تو فرقدین سے متمسک ہو جانا اور
جب فرقدین غروب ہو جائیں تو نجوم زاہرہ۔
(چمکدار ستاروں) کا دامن میرے بعد مضبوطی
سے تھام لینا، مَیں تمہیں یہ بات کہتا ہوں اور
اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے طلب
مغفرت کرتا ہوں۔ پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف
لائے اور چل پڑے۔ مَیں بھی حضورؐ کے پیچھے پیچھے
چل پڑا، یہاں تک کہ سرکارِ رسالتؐ اُمّ المومنین
حضرت عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ مَیں بھی داخل
ہوا۔ مَیں نے خدمتِ عالیۂ رسالتؐ میں عرض کیا،
یا رسولؐ اللہ، میرے ماں باپ آپ پہ قربان
ہوں، مَیں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب
شمس آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو قمر سے
تمسک کرو اور جب قمر نگاہوں سے اوجھل

www.khwajajateelansari.com

ہو جائے، تو فرقدین کی پیروی کرو اور جب فرقدین غائب ہو جائیں، تو نجوم زاہرہ کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔ جنابؐ کی شمس سے کیا مراد ہے؟ اور قمر، فرقدین اور نجوم زاہرہ کون ہیں۔ فرمایا شمس مَیں ہوں، قمر حضرت علی مرتضیٰؑ ہیں، فرقدین حسنین شریفین ہیں اور نجوم زاہرہ صلبِ امام حسینؑ سے نو ائمہ طاہرین ہیں، جن کا نواں فرد ان کا مہدیؑ ہے اور یہی میرے بعد میرے خلفا اور اوصیا ہیں اور ائمہ ابرار ہیں اور یہی تعداد حضرت یعقوبؑ کے اسباط اور حضرت عیسےٰؑ کے حواریوں کی تھی۔ مَیں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہمیں آپ ان کے اسمائے مبارکہ سے آگاہ فرمائیں۔ فرمایا ان کے اول اور ان کے سردار علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ ان کے بعد سبطینِ رسول حسنینؑ شریفین ہیں اور ان دونوں کے بعد زین العابدین علیؑ ابن الحسینؑ

www.khwajatcefanseri.com

ہیں۔ ان کے بعد محمدؑ بن علی باقر علم النبیین ہیں اور جعفرؑ صادق بن محمدؑ ہیں اور ان کے بیٹے کاظمؑ جن کا اسمِ گرامی موسیٰؑ بن عمران کے نام پہ رکھا گیا اور ان کے بیٹے علیؑ ہیں، جو ارضِ غربت میں شہید کئے جائیں گے۔ پھر ان کے بیٹے محمدؑ ہیں اور پھر دو صادق علی نقیؑ اور حسن عسکریؑ ہیں۔ پھر قائم المنتظرؑ جو غیبت میں رہیں گے۔ یہی میری عترت ہیں۔ ان کا خون میرا خون ہے، ان کا گوشت میرا گوشت ہے۔ ان کا حکم میرا حکم ہے، جو ان کے بارے میں مجھے ایذا پہنچائے گا۔ اللہ میری شفاعت اسے نصیب نہیں کرے گا۔

(نفس الرحمٰن ص۹۵ و ص۹۶)

ابی فحام نے حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد ائمہ بارہ ہیں۔ ان کی تعداد سال کے مہینوں کی تعداد ہے۔ ہم میں سے ہی اس امت کے مہدی ہیں، جن میں حضرت

موسیٰؑ کی ہیبت، حضرت عیسیٰؑ کی بہادری، حضرت داؤدؑ کا حکم اور حضرت ایوبؑ کا صبر ہے۔

(نفس الرحمٰن ص۹۶)

علیم ازدی نے حضرت سلمانؓ فارسی سے روایت کیا ہے کہ سرورِ دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد ائمہ بارہ ہیں اور تمام قبیلۂ قریش سے ہیں۔ آخری زمانہ میں ہمارا قائمؑ ظہور فرمائے گا اور مومنین کے قلوب اس سے شفایاب ہوں گے۔ اے لوگو! وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں، اس لئے انہیں تعلیم نہ دو، وہ میرا گوشت ہیں، میرا خون ہیں۔ جو کوئی ان کے بارے میں مجھے ستائے گا، اللہ اسے میری شفاعت سے بہرہ ور نہیں فرمائے گا۔ (نفس الرحمٰن ص۹۶)

سائب الثقفی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ میں ایک روز خدمت رسول اللہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس حضرت امام

حسن علیہ السلام بھی موجود تھے اور امام حسین علیہ السلام بھی موجود تھے اور کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ ایک لقمہ امام حسن علیہ السلام کے دہنِ اقدس میں ڈال رہے تھے اور ایک لقمہ امام حسین علیہ السلام کے دہنِ اقدس میں۔ جب وہ دونوں کھانے سے فارغ ہوئے، سرکارِ رسالتؐ نے امام حسنؑ کو اپنے کندھے پر بٹھایا اور امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیا۔ پھر فرمایا، سلمانؓ! ان سے محبّت کرو۔ میں نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! میں ان سے کیسے محبّت نہ کروں، ان کی جو منزلت آپؐ کے نزدیک ہے، وہ میرے نزدیک ہے۔ پھر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا، جس نے ان دونوں سے محبّت کی، اس نے مجھ سے محبّت کی، جس نے مجھ سے محبّت کی، اس نے اللہ سے محبّت کی۔ پھر آپؐ نے اپنا دستِ مبارک امام حسین علیہ السلام کے کندھے پر رکھا۔ یہ امام ہے، امام کا بیٹا ہے، امام کا بھائی ہے اور یہ ان نو اماموں کا باپ ہے، جو تمام کے تمام معصوم ہیں۔ ان میں نواں امام ان کا

قائمؑ ہے۔ (نفس الرحمٰن صـ ۹۶)

سلیم بن قیس الھلالی نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ میں خدمت سرکارِ رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ رسولؐ اللہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور حسینؑ ان کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسولؐ اللہ کبھی ان کی جبینِ مبارک کو چومتے تھے اور کبھی ان کے دہن اقدس کو، اور فرما رہے تھے، اے حسینؑ! تو سیّد ہے اور سیّد کا بیٹا ہے۔ تو امام ہے اور امام کا فرزند ہے اور نو ائمہ کا باپ ہے۔ تو حجّتِ خدا ہے اور نو حجج اللہ کا باپ ہے۔ نو حجج الٰہی تیری صلب میں ہیں اور ان حجج اللہ کا نواں ان کا قائمؑ ہے۔ (نفس الرحمٰن صـ ۹۶)

محمد بن حازم نے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد ائمہ بارہ ہیں۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے نقباء بھی بارہ تھے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کی پشت پر رکھا۔ ان میں سے اس کی صلب سے نو امام ہوں گے اور ان میں سے نواں ان کا مہدیؑ

ہے، جو زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا۔ جبکہ وہ ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ ان سے دشمنی رکھنے والے کے لئے ویل ہے۔ (نفس الرحمٰن ص۹۶)

ابی قرہ نے سلمان الفارسیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، اے سلمان! ہر صبح کو یہ کہا کرو:-

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا شَرِیْكَ لَكَ اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ

اور جب شام ہو تو ایسا ہی شام کو کہا کرو، کیونکہ ایسا کہنے سے جو صبح و شام کے درمیان تم نے گناہ کئے ہیں، ان کا کفّارہ ہو جائے گا۔ یعنی اللہ تمہارے ان گناہوں کو معاف کر دے گا۔

(نفس الرحمٰن ص۹۷)

روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ سے فرمایا۔ کیا میں تمہیں

قیامت کی نشانیاں بتاؤں :-

اس زمانے میں نماز کو ضائع کیا جائے گا اور شہوات کی پیروی کی جائے گی، خواہشاتِ نفسانیہ کی طرف میلان ہوگا۔ مالداروں کی تعظیم کی جائے گی۔ دین کو دنیا کے لئے فروخت کیا جائے گا۔ ایسے موقعہ پر مومن کا دل اپنے جوف میں اس طرح پگھل جائے گا، جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ وہ افعالِ حرام کو دیکھے گا اور اس میں تغیّر پیدا کرنے کی اس میں استطاعت نہیں ہوگی۔

اس پر سلمانؓ نے عرض کیا کہ کیا ایسا ہو کر رہے گا؟ رسول اللہ نے فرمایا، ہاں مجھے قسم ہے اس کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہو کر ہی رہے گا۔ اے سلمان! یہ وہ زمانہ ہے، جب گناہ کو ثواب اور ثواب کو گناہ سمجھا جائے گا۔ خیانت کرنے والے کو امین اور امین کو خائن کہا جائے گا۔ کاذب کی تصدیق کی جائے گی۔

اور صادق کو جھٹلایا جائے گا۔ سلمانؓ نے عرض کیا، کیا یہ بات بھی ہونے والی ہے۔ فرمایا، اے سلمان! مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ ضرور ہوگا۔ اس زمانہ میں عورتوں کی حکومت ہوگی اور کنیزوں سے مشورہ کیا جائے گا اور چھوکرے منبروں پر بیٹھیں گے۔ زکوٰۃ ترک کر دی جائے گی۔ لوگ اپنی ماں کو اذیت دیں گے اور دُمدار ستارے طلوع ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایسا ہی ہونے والا ہے۔ اے سلمانؓ! اس زمانہ میں عورت اپنے شوہر کے ساتھ شریکِ تجارت ہوگی، بارش وقت پر نہیں ہوگی۔ شرفا مغلوب الغضب ہوں گے اور انسان تنگدستی سے حقیر ہو جائے گا۔

سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! یہ بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے

کہ یہ بھی ہونے والا ہے۔

اے سلمانؓ! اس زمانے میں نہ چھوٹوں پر رحم کیا جائے گا اور نہ بڑوں کا ادب کیا جائے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کے جسم انسانوں کے جسم ہوں گے اور ان کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ کیا یہ بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا، مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا۔

اے سلمانؓ! اس زمانہ میں مرد مردوں پر اکتفا کریں گے اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کریں گی۔ مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی۔ عورتیں زین پر اسی طرح سوار ہوں گی جس طرح مرد سوار ہوتے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، مجھے قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہی ہوگا۔

اے سلمانؓ! اس زمانے میں مسجدوں کو اس طرح

زینت دی جائے گی، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے عبادتخانوں یعنی گرجوں اور کنائس کو زینت دیتے ہیں۔ مصاحف کو غلاف چڑھائے جائیں گے۔ مینار بلند کئے جائیں گے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ، کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہی ہوگا۔

اے سلمانؓ! اس زمانے میں میری امّت کے مرد سونا پہنیں گے، ریشم اور دیباج پہننے لگیں گے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا بھی ہو کر رہے گا۔

اے سلمانؓ! زنا عام ہو جائے گا، غیبت عام طور پر پھیل جائے گی، رشوت عام ہوگی، دین کو پست کیا جائے گا اور دنیا کو بلند کر دیا جائے گا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا، مجھے اس

ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہو کر رہے گا۔

اے سلمانؓ! اس زمانے میں میری اُمّت کے مالدار فخر و مباہات کے لئے حج کریں گے۔ میری اُمّت کے اوسط طبقہ کے لوگ تجارت کے لئے حج کریں گے اور میری اُمّت کے فقراء ریاکاری کے لئے حج کریں گے۔ قرآن کی تعلیم کا مقصد اللہ کی خوشنودی نہیں ہوگا۔ اس زمانے کے لوگ اللہ کے لئے فقہ نہیں پڑھیں گے۔ اولادِ زنا زیادہ ہو جائے گی۔ قرآنِ مجید کی تلاوت غنا سے ہو گی۔ حصولِ دُنیا کا شغف بڑھ جائے گا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یہ بھی ہونے والا ہے۔

اے سلمان! اس زمانے میں محارم کی ہتک کی جائے گی۔ گناہوں کا اکتساب کیا جائے گا۔ جھوٹ کی نشر و اشاعت

کی جائے گی، خوشامد عام ہو جائے گی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انکار کیا جائے گا۔ حتّٰی کہ میری امت میں مومن اس زمانے میں ذلیل ترین انسان خیال کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس زمانہ کے قراء اور عباد ملکوت السمٰوات میں نجاسات اور ناپاکیاں کہلائیں گے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہی ہوگا۔

نمازِ حضرتِ سلمانؓ

یہ نماز تیس رکعت ہے، جو دو دو کر کے ماہِ مُبارک رجب میں پڑھی جاتی ہے۔ پڑھنے کا طریقہ حسبِ ذیل ہے:-

دس رکعت ماہِ رجب کی پہلی تاریخ کو دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الحمد کے بعد سورۃ قُل یا ایّہا الکافرون تین تین مرتبہ پڑھے

اور ہر دو رکعت کے ختم کرنے کے بعد ہاتھ آسمان کی طرف
بلند کرکے کہے :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ
الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ
حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ
لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔

پھر ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملے
نیمہ ماہِ رجب یعنی پندرھویں تاریخ کو دس رکعت اسی
طریقہ سے جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے، یعنی سورۂ الحمد
کے بعد تین تین دفعہ سورۂ قل یا ایھا الکافرون پڑھے۔
ہر دو رکعت کے سلام کے بعد ہاتھوں کو بجانب آسمان
بلند کرکے کہے :-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ
الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ

لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اِلٰھًا وَّاحِدًا اَحَدًا فَرْدًا صَمَدًا لَّمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً
وَّلَا وَلَدًا

پھر ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر ملے۔
ماہِ رجب کی آخری تاریخ کو اسی طرح دس رکعت نماز بجا
لائے اور ہر دو رکعت کے سلام کے بعد یہ دعا پڑھے:-

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ
الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ
حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

پھر ہاتھوں کو حسبِ طریقِ سابق منہ پر ملے اور اپنی حاجت
طلب کرے۔

اس نماز کا پڑھنا بے حد اجر و ثواب اور فضیلت
رکھتا ہے اور فوائدِ کثیرہ پہ مشتمل ہے۔

الشیخ الاجل فرات ابن ابراہیم الکوفی نے اپنی تفسیر میں
حضرت سلمان سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی بیویوں میں سے ایک بیوی نے سرکارِ
رسالتؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! یہ کیا بات
ہے کہ جتنا آپؐ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے محبت
کرتے ہیں کسی اور سے نہیں کرتے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ
جب میں شبِ معراج آسمان پر گیا تو جبرئیلؑ امین مجھے شجرۂ
طوبیٰ کے پاس لے گئے۔ اس کے پھلوں میں سے ایک
پھل مجھے دیا۔ میں نے اسے تناول کیا۔ پھر میں نے
اپنے ہاتھوں کو اپنے شانوں کے نیچے مَس کیا۔ پھر جبرئیلؑ
نے مجھ سے کہا، یا محمدؐ، اللہ تعالےٰ آپ کو فاطمہؑ کی بشارت
دیتا ہے۔ وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بطنِ اطہر سے
ہوں گی۔ پس اس کے بعد سیّدہ طاہرہ فاطمہؑ کی ولادت
ہوئی۔ پس جب مجھے جنّت کا اشتیاق ہوتا ہے، میں اپنی
لختِ جگر فاطمہؑ کے قریب آتا ہوں، مجھے اس سے جنّت

کی خوشبو آتی ہے۔ یہ میری بیٹی حوراء انسیہ ہیں۔

عبداللہ ابنِ عباس سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمان رضؓ فارسی سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اس مرض کے زمانہ میں، جس مرض میں رسولؐ اللہ نے ارتحال فرمایا، میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ کے سامنے بیٹھا۔ سیّدہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ بھی زیارتِ رسالتؐ سے مشرّف ہوئیں۔ جب ان کی نظر رسولؐ اللہ پر پڑی، تو ان کی آنکھوں سے آنسو ان کے رخساروں پر جاری ہوئے۔ سرکارِ رسالتؐ نے فرمایا، بیٹی! تجھے کس چیز نے رُلایا؟ سرکارِ عصمت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا۔ بابا جان، میں کیوں نہ روؤں جبکہ میں آپ کو اس ضعف کی حالت میں دیکھ رہی ہوں۔ پس آپ کے بعد ہمارا کون ہے؟ سرکارِ رسالتؐ نے ارشاد فرمایا، تمہارا اللہ ہے، اس پر توکّل کرو اور ایسا صبر کرو، جو صبر کرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو انبیاء میں

سے قرار دیا اور تیری ماں کو رسولؐ کی بیوی بنایا۔ اے فاطمہؑ! کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیرے باپ کو منتخب کیا اور اسے نبی قرار دیا اور رسولؐ بنا کر مبعوث فرمایا۔ پھر اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے علیؑ کو چُنا اور اس کی تجھ سے تزویج فرمائی اور اس کو وصی بنایا اور مسلمانوں پر تیرے باپ کے بعد اس کا سب سے زیادہ حق ہے۔ وہ مسلم ہونے کے لحاظ سے سب پر مقدّم ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک تیرے باپ کے بعد سب سے زیادہ صاحبِ عزّت ہے اور خلقت کے لحاظ سے جمیل ترین انسان ہے۔ وہ اللہ کی محبّت میں اور غیظ و غضب میں اشد ہے۔ اور دل کے لحاظ سے سب سے زیادہ شجاع ہے اور وہ ثباتِ قدم میں یگانہ ہے۔ اور کشادگئ دست میں سخی ترین ہے۔

یہ سُن کر معصومۂ کونین فاطمہؑ پہ انتہائی فرحت طاری ہوئی۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا، بیٹی، کیا تو مسرور ہوئی؟ عرض کیا، ہاں یا رسولؐ اللہ۔ آپ نے مجھے مسرور و شادمان فرمایا۔

پھر فرمایا بیٹی! کیا میں تجھے تیرے شوہر کے بارے میں مزید امورِ خیر کو بیان کروں۔ سیدہؑ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسولؐ اللہ۔

حضرت نے فرمایا، بیٹی! علیؑ سب سے پہلا انسان ہے، جو اللہ پر ایمان لایا۔ وہ رسول کے چچا کا بیٹا بھی ہے اور رسولؐ کا بھائی بھی ہے اور وصیِ رسولؐ بھی ہے اور اس کے بیٹے سبطینِ رسولؐ اللہ ہیں اور اس کا چچا حمزہؑ سیّد الشہداء اور رسولؐ اللہ کا چچا ہے اور اس کا بھائی جعفرِ طیّار جنّت میں ہے اور وہ رسولؐ اللہ کا ابنِ عم ہے اور مہدیؑ موعود، جس کے پیچھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔ تیری اور علیؑ کی اولاد سے ہے اور یہ ایسے خصائل ہیں، جو نہ اس سے پہلے کسی کو عطا ہوئے اور نہ اس کے بعد کسی کو

عطا ہوئے۔ بیٹی! کیا اس سے تجھے خوشی ہوئی۔ عرض کیا، ہاں بابا جان۔

پھر فرمایا، کیا میں تیرے شوہر کے بارے میں اس سے بھی زیادہ بھلائی کو بیان کروں، عرض کیا، ہاں بابا جان بیان فرمائیے۔

فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو قسم کی خلق کو خلق کیا اور مجھے اور تیرے شوہر کو اس میں سے جو بہترین خلق تھی، اس میں پیدا فرمایا۔ اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

واصحاب الیمین وما اصحاب الیمین

پھر ان دو قسموں کو تین حصوں میں تقسیم کیا، مجھے اور تیرے شوہر کو بہترین تیسرے حصہ میں رکھا۔ اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

واصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ

والسابقون السابقون اولئک ھم المقربون

فی جنّات النعیم ط

(القس الرحمٰن ص۹۹)

شیخ مفید علیہ الرحمتہ نے سلمان رضؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو حسنؑ اور حسینؑ سے محبّت کرے، میں اس سے محبّت کرتا ہوں۔ اور جس سے میں محبّت کرتا ہوں، اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبّت کرے، وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ جو حسنؑ اور حسینؑ سے دشمنی رکھے، اس سے میں دشمنی رکھتا ہوں۔ جس سے میں دشمنی رکھوں، اس سے اللہ دشمنی رکھتا ہے جسے اللہ دشمن رکھے، وہ جہنّم میں داخل ہوگا۔ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

کتاب عدد القویتہ الدفع المخاوف الیومتیہ تالیف علی بن یوسف اخی العلامہ میں مرسلاً حضرت سلمان رضؓ سے روایت ہے۔ میں امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کی اولاد میں سے قائمؑ کب ظہور فرمائیں گے؟ حضرتؐ نے لمبی سانس بھر کر کہا، قائمؑ اس وقت تک ظہور نہیں فرمائیں گے جب تک امورِ دنیا پر چھوکرے مسلّط نہ ہو جائیں۔ اُس وقت اللہ کے حقوق ضائع کر دیئے جائیں گے اور قرآن کی تلاوت غنا سے ہو گی۔ بصرہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس وقت میرے بیٹے حسینؑ کی اولاد سے قائمؑ اصلاحِ عالم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

دیلمی نے اپنی تالیف ارشاد القلوب کے دوسرے جزو میں حضرت سلمانؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت عبّاسؓ ابن عبدالمطلب رسولؐ اللہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ رسولؐ اللہ نے سلام کا جواب دیا اور حضرت عبّاسؓ عمِ رسولؐ اللہ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ ہم اہلبیتؑ پر علیؑ ابنِ ابیطالب کو کیا فضیلت ہے؟ درحالیکہ ہم ایک ہی معدنِ مکان سے ہیں۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا، چچا، کیا مَیں تمہیں بتاؤں، اللہ نے مجھے اور علیؑ کو اس وقت خلق کیا، جب نہ آسمان تھے، نہ زمین تھی، نہ جنّت تھی، نہ دوزخ تھا، نہ لوح تھی، نہ قلم تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری خلقت کے آغاز کا ارادہ کیا، ایک کلمہ سے تکلّم فرمایا۔ پس وہ کلمہ نوُر تھا۔ پھر ایک دوسرے کلمہ سے تکلّم فرمایا، پس وہ رُوح تھا۔ پھر اس نوُر اور رُوح کے درمیان اعتدال سے رابطہ پیدا کیا۔ اس رابطہ سے مجھے اور علیؑ ابنِ ابیطالب کو پیدا کیا۔ پھر میرے نوُر کو شگافتہ کیا۔ اس سے نورالعرش کو پیدا کیا۔ پس میرا نوُر عرش کے نوُر سے زیادہ جلیل ہے۔ پھر نوُرِ علیؑ ابنِ ابیطالب کو شگافتہ کر کے نوُر السّمٰوات کو پیدا کیا۔ پس علیؑ کا نوُر نور السّمٰوات سے زیادہ جلیل ہے۔ پھر امام حسنؑ کے نوُر کو شگافتہ کر کے سورج کے نوُر کو خلق کیا اور امام حسینؑ کے نوُر کو شگافتہ کر کے چاند کے نوُر کو پیدا کیا۔ پس حسنینؑ کا نوُر شمس و قمر کے نوُر سے زیادہ جلیل ہے۔ ملائکہ اللہ کی

تسبیح کر رہے تھے "سبوحٌ قدوسٌ من انوارٍ ما اکرمہا علی اللہ"۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ہماری نورانی خلقت کا اظہار فرمائے، اللہ تعالےٰ نے ایک تاریک بادل ان پر بھیج دیا۔ فرشتے نہ اس کے اوّل کو آخر تک دیکھ رہے تھے اور نہ آخر کو اوّل سے دیکھ رہے تھے۔ فرشتوں نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا۔ اے ہمارے معبود اور ہمارے آقا، ہم نے اس حالت کو جس میں ہم اب ہیں، نہیں دیکھا۔ ہم ان انوار کے حق سے تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اس تاریکی کو ہم سے دُور فرما۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا، مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔ پس حضرت فاطمہ زہراؑ کے نورؑ کو خلق فرمایا، جو ایک قندیل میں تھا۔ پھر اس قندیل کو عرش میں آویزاں کیا۔ اس سے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں روشن ہو گئیں۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ کو زہرا کے اسم سے موسوم فرمایا۔ فرشتے اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے

لگے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم کہ اس خاتون کی، اس کے باپ کی، اس کے شوہر کی، اور اس کے بیٹوں کی محبّت کی وجہ سے تمہاری اس تسبیح اور تمہاری اس تقدیس کے ثواب کو یوم قیامت تک برقرار رکھوں گا۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت عبّاسؓ عمِ رسولؐ، رسولؐ اللہ سے رخصت ہو کر حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہیں اپنی چھاتی سے لگایا اور ان کی پیشانی کو دونوں آنکھوں کے درمیان چوما اور کہا، اہلِ بیتؑ میں سے عترتِ مصطفےٰ پر میرے باپ قربان ہوں، تم ہی لوگ اللہ کے نزدیک اکرم ہو یعنی سب سے زیادہ مکرّم ہو۔

دیلمی نے اپنی تالیف ارشاد القلوب کے جزوِ ثانی میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سُنا۔ حضورؐ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! جب تمہیں بڑی حاجتوں میں سے کوئی درپیش ہو تو تمہیں چاہیئے کہ جو میرے نزدیک احب الخلق ہیں،

www.khwajalateefansari.com

یعنی مخلوقات میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔
ان کو اپنا وسیلہ اور شفیع بناؤ اور جان لو کہ میرے
نزدیک سب سے زیادہ مکرّم اور سب سے زیادہ
محبوب اور افضل محمدؐ اور ان کے بھائی علیؑ اور ائمہ
اہلِ بیت علیہم السّلام ہیں، جن کو میں نے اپنے اور
مخلوق کے درمیان وسیلہ قرار دیا ہے اور جو شخص اپنی
اہم حاجت میں نفع چاہتا ہو اور شدید ترین مصیبت
میں ضرر و نقصان کے دُور کرنے کا خواہاں ہو، وہ محمدؐ اور
ان کی آلِ طاہرین کو وسیلہ بنائے میں اس کی حاجات کو
باحسن الوجوہ پورا کرتا ہوں۔ وہ قضائے حاجات میں
مخلوقات کی شفاعت کرنے والے ہیں اور میرے نزدیک
اعز الخلائق ہیں۔ منافقوں اور مشرکوں کے گروہ ہیں، جو ان کی
اس عزّت پر استہزا کرتے ہیں۔ اے سلمانؓ! تو مجھے اور
ان ذواتِ قدسیہ کو وسیلہ بنا کر اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتا، تاکہ
اللہ تعالےٰ تجھے اہلِ مدینہ میں سے سب سے زیادہ غنی

کر دے۔ حضرت سلمانؓ نے پھر لوگوں سے بیان کیا کہ میں
نے انہیں وسیلہ بنا کر اس طرح دُعا کی :۔

طیب لی لسانا الحمد والثناء ذاکراً و قلباً
لالائہ شاکراً وبدناً علی الدواھی الداھیۃ
صابراً

ترجمہ :۔ میری حمد و ثنا کا ذکر کرنے والی زبان کو
پاک و پاکیزہ کر دے اور ایسا قلب عطا فرما، جو اللہ
کی نعمتوں پر شکر کرنے والا ہو اور ایسا بدن عطا
فرما، جو شدید ترین مصائب پر صبر کرنے والا ہو۔

اللہ نے میری اس دعا کو قبول فرمایا اور تینوں نعمتیں
میرے لئے دنیا کی سلطنت اور اس کے مزخرفات سے
لاکھ درجہ بہتر تھیں۔

دیلمی نے اپنی تالیف ارشاد القلوب میں حضرت
سلمانؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا کہ میں
اس مرض کے زمانے میں، جس میں رسولؐ اللہ کا ارتحال پُرملال

ہوا ہے، حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیّدۂ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جب ان کی نظر سرکارِ رسالت کے ضعف و کمزوری پر پڑی تو رونے لگیں اور آنسو ان کے رخساروں پر جاری ہو گئے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا، بیٹی فاطمہؑ تم اس طرح کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا، آپ کے بعد میں اور میرے بیٹے ضائع ہو جائیں گے۔ اس پر رسولؐ اللہ کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر گئے اور فرمایا، اے بیٹی فاطمہؑ، کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیتؑ کے لئے دُنیا پر آخرت کو اختیار کیا ہے۔ تمام مخلوق کے لئے اللہ نے حتمی طور پر فنا کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات میں سے تیرے باپ کو منتخب کیا۔ پھر کائنات میں سے تیرے شوہر کو چُنا اور اسے ولایت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ میرا وزیر اور میری اُمّت میں سے میرا خلیفہ قرار دیا۔

www.kitwajalateefansari.com

تیرا باپ خیر الانبیاء ہے اور تیرا شوہر خیر الاوصیاء ہے اور تو میرے اہل میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی۔ پھر اللہ نے کائنات میں سے تجھے اور تیرے بیٹوں کو منتخب کیا۔ تو سیّدۃ النّساء اہل الجنتہ ہے اور تیرے بیٹے سیّدا شباب اہل الجنّتہ ہیں اور تیرے شوہر کے بیٹے قیامت تک میرے اوصیا ہیں۔ یہ تمام ہدایت کرنے والے اور خود ہدایت یافتہ ہیں۔ پس میرے جو یہ اوصیا میرے بعد ہیں، ان میں سے پہلے میرے بھائی علیؑ ہیں، پھر حسنؑ پھر حسینؑ ہیں۔ پھر حسینؑ کی اولاد میں سے حسینؑ کے نو فرزند ہیں۔ یہ سب میرے درجہ میں اور حضرت ابراہیمؑ کے درجہ میں ہیں۔ اے بیٹی تو یہ جان لے کہ تیرا باپ اور تیرا شوہر خیر البشر ہیں۔ تیرا شوہر میرے اہل بیت میں بہترین فرد ہے اور اسلام میں سب سے مقدّم ہے۔ حلم میں اعظم ہے اور علم میں اعلم ہے۔ اس پر سرکار عصمتؑ مسرور و خوشنود ہوئیں۔

www.khwajalateefansari.com

پھر فرمایا، اے بیٹی! تیرے شوہر کو اللہ اور رسول پر ایمان کے لحاظ سے ایسی سبقت ہے، جو میری امّت میں سے کسی کو نہیں ہے اور جو اسے کتاب اللہ اور میری سنّت کا علم ہے، وہ میری امّت میں سے کسی کو نہیں ہے۔ علیؑ کے سوا میرے تمام علم کا کوئی مالک نہیں۔ اللہ نے مجھے ایسا علم تعلیم فرمایا کہ میرے سوا کسی اور کو تعلیم نہیں فرمایا۔ اللہ نے جو ملائکہ اور رسل کو تعلیم دی، مجھے تمام ملائکہ اور رُسل کا بھی علم دیا۔ میں ان سب سے زیادہ عالم ہوں۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں اپنا وہ سارا علم علیؑ کو تعلیم دوں۔ پس میری امّت میں سے کوئی بھی میرے علم، میرے فہم اور میری حکمتوں کا علیؑ کے سوا مالک نہیں، اور بیٹی تو اُسی علیؑ کی بیوی ہے اور تیرے دونوں بیٹے میرے سبط ہیں۔ وہ میری امّت کے سبطین ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مامور ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا ہے۔

اور اے بیٹی! میرے اہلبیتؑ کو اللہ نے چھ ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں، جو نہ اُن کو عطا فرمائیں جو ان سے پہلے تھے اور نہ ان کو عطا فرمائے گا جو ان سے بعد ہوں گے۔ ہمارا نبیؐ خیرالانبیاؑ والمرسلینؑ ہے اور وہ تیرا باپ ہے۔ ہمارا وصی خیرالاوصیا ہے اور وہ تیرا شوہر ہے۔ ہمارا شہید خیرالشہداء ہے اور وہ حمزہؓ بن عبدالمطلب ہیں، جو تیرے باپ کے چچا ہیں۔ سیدہؑ نے عرض کیا، کیا وہ سیدالشہداءؑ ہیں، ان شہیدوں کے سردار ہیں، جو ان کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔ فرمایا سوائے انبیاء اور اوصیاء کے وہ اوّلین و آخرین کے سیدالشہداء ہیں اور جعفرؑ بن ابیطالب ذوالجناحین فرشتوں کے ساتھ جنّت میں پرواز کرتے ہیں اور تیرے دونوں بیٹے حسنؑ اور حسینؑ میری اُمّت کے سبطین ہیں اور جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور مجھے قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس اُمّت کا مہدیؑ، جو زمین کو

اسی طرح عدل و داد سے پُر کر دے گا، جیسی کہ وہ ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہو گی، ہم میں سے ہے۔ سیّدؓ نے عرض کیا، ان میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا، میرے بعد علیؑ، میری اُمّت میں سب سے افضل ہے۔ حمزہؓ اور جعفرؑ سوائے علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور میرے بیٹے حسینؑ کے نو اوصیاء کے افضل اہلِ بیت ہیں۔ پھر امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ مہدیؑ ان ہی کی اولاد سے ہوں گے۔

اللہ نے ہم اہلِ بیت کے لئے آخرت کو آخرت دُنیا پر اختیار کیا ہے۔ پھر رسول اللہؐ نے سیّدہ طاہرہؑ، ان کے شوہر اور ان کے دونوں بیٹوں کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے سلمانؓ! میں اس سے صلح رکھتا ہوں، جو ان سے صلح رکھے اور ان سے جنگ کرتا ہوں، جو ان سے جنگ کرے۔ یہ جنّت میں میرے ساتھ ہوں گے

ارشاد القلوب میں ہے۔ دیلمی نے مرفوعاً حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام

www.khwajafateemansari.com

نے فرمایا اے سلمانؓ! ویل اور پوری ویل ہے اس شخص کے لئے جو ہمارے حق کو اس طرح نہ پہچانتا ہو جو پہچاننے کا حق ہے یا ہماری فضیلت سے انکار کرے۔ اے سلمانؓ! یہ بتاؤ کہ سلیمانؑ اور داؤدؑ افضل ہیں یا محمدؐ مصطفےٰؐ افضل ہیں؟ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، محمدؐ مصطفےٰؐ افضل ہیں۔ پھر فرمایا، اے سلمانؓ! یہ آصف بن برخیا ہیں، جو چشم زدن میں بلقیس کا تخت اُٹھا لائے تھے۔ ان کے پاس علم کتاب کا ایک حصّہ تھا۔ مَیں ان سے کئی گُنا زیادہ علمِ کتاب رکھتا ہوں۔ مجھے اس کتاب کا بھی علم ہے، جو شیثؑ پر نازل ہوئی اور وہ پچاس صحیفے تھے اور اس کتاب کا بھی علم ہے جو ادریسؑ پر نازل ہوئی اور وہ تیس صحیفے تھے اور اس کتاب کا بھی علم ہے، جو ابراہیمؑ پر نازل ہوئی اور وہ بیس صحیفے تھے۔ مجھے توریت، انجیل، زبور اور فرقان کا بھی علم ہے۔ مَیں نے عرض کیا، یا امیر المومنینؑ آپ

سچ فرماتے ہیں۔ اے سلمانؓ! اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب
میں ہماری ولایت کو فریضہ قرار دیا ہے اور اس پر عمل
کو واجب قرار دیا ہے، جو کہ غیر مکتوب ہے۔

ارشاد القلوب میں حضرت سلمانؓ سے مرسلاً روایت
ہے کہ سرکارِ رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو حضرت
فاطمہؑ سے محبت رکھے، آخرت کے سو مواقع ہیں جن
میں اسے فائدہ پہنچے گا۔ موت، قبر، میزان، حشر،
صراط، محاسبہ وغیرہا۔ جس سے میری بیٹی فاطمہؑ رضامند
ہے، اس سے میں رضامند ہوں اور اس سے اللہ
راضی ہے۔ جس سے فاطمہؑ غضب ناک ہے، اس سے
میں غضبناک ہوں۔ جس سے میں غضبناک ہوں، وہ
مغضوبِ الٰہی ہے۔ اس شخص کے لئے ویل ہے جو
اس پر ظلم کرے، اس کے شوہر امیرالمومنین علیؑ ابنِ
ابیطالب پر ظلم کرے، اس کی ذریت اور اس کے
شیعوں پر ظلم کرے۔ ابوالحسن محمد بن احمد شاذان نے

بھی اس روایت کو اپنے مناقب میں نقل کیا ہے۔

فقیہ ابی الحسن مغازلی نے اپنی تالیف مناقب کی تیرھویں فصل میں حضرت سلمانؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفٰےؐ سے سُنا، فرما رہے تھے کہ میں اور علیؑ اَللہ کے حضور میں آدمؑ کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے ایک نُور تھے اور اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے۔ جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اس نُور کو ان کی صلب پر سوار کیا۔ ہم حضرت عبدالمطلب کی صلب میں اکٹھے ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل ہوتے رہے۔ پھر ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔ ایک نُورِ نبوّت تھا دوسرا نُورِ خلافت (نورِ نبوّت حضرت عبداللہ کی صلب میں منتقل ہوُا اور نُورِ خلافت حضرت عمران ابوطالب کی صلب میں منتقل ہوُا۔)

بحار میں مناقب شہر آشوب سے منقول ہے،

www.khwajalateefansari.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد ہجرت جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابو ایّوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کو شرفِ نزول عطا فرمایا تو ان کے گھر میں ایک دُنبہ اور ایک صاع جَو تھے۔ انہوں نے دُنبہ کو ذبح کیا اور جَو پیس کر آٹا گُوندھا۔ دُنبہ اور روٹیاں پکا کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابو ایّوب انصاریؓ کو حکم دیا کہ وہ منادی کر دیں کہ جس نے طعام تناول کرنا ہو وہ آجائے۔ منادی کی آواز سُن کر لوگ سیل کی طرح ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ایّوب رضی اللہ عنہ کا گھر کثرتِ ناس سے بھر گیا۔ حضرت ابو ایّوبؓ نے کھانا کھلایا۔ سب سیر ہو گئے اور کھانا کم نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، ہڈیوں کو جمع کرو۔ ہڈیوں کو جمع کر کے آپؐ کے سامنے رکھا گیا۔ آپؐ

www.khwajalateefansari.com

نے فرمایا: قومی باذن اللہ تعالیٰ - اللہ کے حکم سے اُٹھ کھڑے ہو- دُنبہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا- لوگوں نے کلمۂ شہادتیں پڑھنا شروع کیا-

ابوالقاسم طبرانی نے اپنی تالیف بشارۃ المصطفےٰ کے دوسرے جزو میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے- جنابِ امیر علیہ السلام خدمتِ رسالت میں حاضر ہوئے- سرکارِ ختمی مرتبت ص نے ارشاد فرمایا، یا علیؑ! کیا میں تجھے ایک بشارت سے آگاہ کروں- جناب امیر علیہ السلام نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ فرمائیے- سرکارِ رسالت ص نے فرمایا- یہ میرے حبیب جبریلؑ ہیں- اللہ کی طرف سے خبر لائے ہیں کہ اللہ نے تمہارے محبّوں اور شیعوں کو سات خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں--- موت کے وقت رفق (نرمی) وحشت کے وقت انس، تاریکی کے وقت

نور، بے چینی کے وقت امن، میزان کے وقت عدل، صراط کے وقت گزرنا، دوسری قوموں سے اسّی سال پہلے جنّت میں داخل ہونا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سُنا۔ یا علیؑ تیرا محب میرا محب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے۔

کتاب منتخب میں فخرالدین ابن طریح نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیّدنا امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہم سے اکثر اخبار مغیبات کی باتیں بیان کیا کرتے تھے۔ یہ ایسے اخبارِ غیب تھے، جو بہت سے سالوں کے گزرنے کے بعد پیش آنے والے تھے۔ ایک جمعہ کے دن آپ مسجدِ کوفہ میں منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

www.khwajalateefansari.com

ایّھا النّاس سلونی قبل ان تفقدونی

اَے لوگو! جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ۔ میں یوم قیامت تک واقعہ ہونے والے سینکڑوں واقعات کی تمہیں خبر دوں گا۔ اس پر ایک فاسق و فاجر شخص اُٹھا اور کہا، یا علیؑ! مجھے بتلائیے کہ میرے سر اور داڑھی میں کتنے بال ہیں؟

جنابِ امیر علیہ السّلام نے فرمایا۔ تیرے اس سوال کے متعلق میرے چچا زاد بھائی جناب رسولؐ اللہ نے مجھے خبر دی ہے اور مجھے بتا دیا، جو کچھ تُو نے پوچھنا ہے۔ تیرے سر اور داڑھی کے ہر بال پر ایک شیطان موجود ہے، جو تجھے اغوا کرتا ہے اور تیرے بدن کے ہر بال پر ایک شیطان ہے، جو تجھ پر بھی لعنت کرتا ہے اور تیرے بیٹے پر بھی لعنت کرتا ہے۔ تیرا ایک ملعون بیٹا ہوگا، جو میرے بیٹے حسینؑ کو، جو رسولؐ اللہ کی بیٹی کا بیٹا ہے، قتل کرے گا۔ تُو اور تیرا بیٹا ایمان سے بے بہرہ اور

خالی ہیں۔ اگر تو نے جو بات مجھ سے پوچھی ہے، تجھے اس کی بُرہان پر عبور ہوتا، تو میں تجھے بتاتا، تیرے لئے جو میں نے تیری لعنت اور تیرے ملعون بیٹے کی خبر دی ہے، تیرے لئے کافی ہے۔ تیرا ملعون بیٹا وہی ہے، جو میرے بیٹے اور میرے خونِ دل حسینؑ کو قتل کرے گا اور کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس کا چھوٹا سا بیٹا تھا، جب وہ نشوونما پاکر بڑا ہوا اور جب امام حسین علیہ السلام کو وہ واقعہ پیش آیا، جو پیش آیا اور اس نے قتلِ حسین علیہ السلام میں حصہ لیا۔ کہتے ہیں کہ یہ بچّہ وہی تھا، جس کا نام خولی ابنِ یزید الاصبحی ہے۔ یہی وہ شخص ہے، جس نے امام حسین علیہ السلام پر نیزہ سے حملہ کیا۔ نیزہ پشتِ امام حسین علیہ السلام سے پار ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام مُنہ کے بل گر پڑے۔ اپنے خون میں غلطاں تھے اور اپنے رب سے شکایت کر رہے تھے، الا لعنۃُ اللہِ

علیٰ قاتلیہ۔

کتاب منتخب میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن خدمت رسالت مآبؐ میں حاضر تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دُنیا کی مذمت بیان کرنا شروع فرمایا۔

اَے سلمانؓ! اللہ تعالےٰ نے کہا ہے کہ میں نے کوئی چیز دُنیا سے زیادہ مجھ سے بُغض رکھنے والی پیدا نہیں کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ دنیا یا جو کچھ اس میں ہے، میرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن اگر رکھتی، تو کوئی کافر اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پیتا۔ پھر فرمایا سلمانؓ! کیا تُو نے دُنیا کو یا جو کچھ اس میں ہے، نہیں دیکھا، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینہ کے مزبلوں میں سے ایک مزبلہ (کوڑی) پر لے گئے۔ اس پر پھٹے ہوئے کپڑے، ہڈیاں اور غلاظتیں بتعداد کثیر پڑی ہوئی تھیں۔ فرمایا، یا سلمان! یہ دنیا ہے اور یہی

ہے، جو اس دُنیا میں ہے اور اِسی پر لوگ حرص و لالچ کرتے ہیں اور یہ فضلات وگوناگون کھانے ہیں، جو اُنہوں نے حرام یا حلال سے کمائے۔ پھر وہ ان کے پیٹوں میں گندگیاں اور نجاستیں ہو گئے اور یہ پھٹے ہوئے کپڑے ہیں، جو ان کی زینت اور ان کے لباس تھے۔ اب ہوائیں انہیں دائیں بائیں گردش دے رہی ہیں — اور یہ ہڈیاں ان کے چوپایوں، مویشیوں اور سواریوں کی ہیں، جن پر وہ جھگڑتے تھے اور یہ ان کے برتنوں کی ٹھیکریاں ہیں، جن میں وہ کھایا پیا کرتے تھے۔ یہ دُنیا ہے اور یہ اس کی انتہا ہے، جس نے اِس پر بھروسہ کیا نادم ہوُا اور جس نے اس سے پرہیز و اجتناب کیا غنیمت میں رہا۔

معدن الجواہر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے وصیّت فرمائی کہ میں چھ خصلتوں کو کسی حالت

میں بھی ترک نہ کروں۔ وصیت فرمائی کہ میں ہمیشہ اپنے
سے کم درجہ لوگوں پر نظر رکھوں اور اپنے سے بلند درجہ
لوگوں کی طرف نہ دیکھوں، یہ کہ میں فقراء سے محبت
کروں اور ان کے نزدیک رہوں، ہمیشہ سچ بولوں،
اگرچہ وہ کڑوا ہو اور میں صلہ رحم کو اختیار کئے رہوں،
اگرچہ حالت ادبار میں ہوں اور کسی شخص سے کسی
چیز کا سوال نہ کروں اور اکثر لا حول ولا قوۃ اِلّا
باللّٰہِ العلی العظیم کہتا رہوں

کتاب الزہد میں حماد بن عیسیٰ سے روایت ہے
کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً فرمایا کہ
اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے سجود اور ایسے لوگوں
کی ہم نشینی نہ ہوتی، جن کا کلام رطب و خرما کی طرح
شیریں ہے، تو میں موت کی تمنّا کرتا۔

کتاب البصائر میں سلمان فارسی سے روایت
ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام

www.khwajalateefansari.com

کو آیہ مُبارکہ اِنَّ فی ذَالکَ لآیاتٍ لِلمتوسّمین

کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلّی اللہ

علیہ و آلہٖ وسلّم مخلوقات کو ان کی پیشانیوں سے

پہچانتے تھے۔ ان کے بعد میں بھی متوسّم ہوں یعنی

لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچانتا ہوں اور میری

اولاد کے ائمہؑ بھی متوسّمین ہیں، یعنی مخلوقات کو

ان کی پیشانیوں سے قیامت کے دن تک پہچانتے

رہیں گے۔

حضرت سلمان علیہ الرضوان روایاتِ کثیرہ

نافعہ کے راوی ہیں، مگر ہم ان ہی چند روایات پر

جو نمونہ مُشتے از خروار ہیں، اکتفا کرتے ہیں۔

وَمَا توفیقنا اِلاّ بِاللہِ ھُوَ ولی التوفیق وبیدہٖ

ازمنۃ التحقیق۔ الحمدُ لِلّٰہ ربِّ العالمین والعاقبۃ

لِلمتّقین وَالصّلوٰۃ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطّاہِرین ۵

تمّت بالخیر

مطبوعات

پاکستان حسینی مشن، راولپنڈی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	قیمت
۱	اہلِ بیتؑ کا احسان	ادیبِ اعظم مولانا سیّد ظفر حسن صاحب امروہوی	۸/
۲	اہلِ بیتؑ اور اسلام	" " " " " "	۸/
۳	حکیمِ الٰہی علی ابنِ ابی طالبؑ	علّامہ سیّد مجتبیٰ حسن صاحب کاموں پوری	۱۲/
۴	مقتلِ ضحاک مشرقی	" " " " "	۵/
۵	شہزادۂ یثرب عالمِ ہجرت میں حصّہ اوّل	پروفیسر خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری	۱۲/
۶	" " " حصّہ دوم	" " " " " "	۱۲/
۷	" " " حصّہ سوم	" " " " " "	۲ روپے ۸/
۸	خطیبۂ آلِ محمدؐ	" " " " " "	دو روپے
۹	مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات	خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا مرحوم	ایک روپیہ

www.khwajalateefansari.com

۱۰۔ تحریکِ حسینؑ علیہ السّلام — خانصاحب آغا محمد سلطان مرزا مرحوم ۸؍

۱۱۔ قرآن اور جغرافیائی مسائل — سیّد رضا علی رضوی ایم اے بی ٹی اے جی ۸؍

۱۲۔ اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ — سیّدہ رضیہ جعفری صاحبہ ایم۔ اے
(سیاسیات) دو روپے

۱۳۔ تاریخ تدوینِ حدیث — مولانا سیّد مرتضیٰ حسین صاحب — مجلد تین روپے
بغیر جلد سوا دو روپے

۱۴۔ حضرت ربابؓ — علامہ سیّد مجتبیٰ حسن صاحب کاموںپوری
شہیدِ کربلا کی رفیقۂ حیات ۸؍

۱۵۔ حیاتِ حبیبؓ ابنِ مظاہر — سیّدہ رضیہ جعفری صاحبہ ایم۔ اے ۴؍

۱۶۔ حضرت علیؑ کا نظریۂ سیاست — پروفیسر ظفر احمد صدیقی صاحب ۶؍

۱۷۔ مولودِ کعبہ اور علومِ جدیدہ — پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری صاحب ۱۲؍

۱۸۔ حیاتِ سلمان علیہ الرضوان — " " " دو روپے ۸؍

ملنے کا پتہ

(۱) ناظمِ اعلیٰ پاکستان حسینی مشن ۱۱۴۰-سید پور روڈ۔ راولپنڈی

(۲) پاک کتب خانہ، اردو بازار، راولپنڈی

(۳) ادارہ معارفِ اسلام، ڈبی بازار، لاہور

www.khwajalateefansari.com

آپ حسینیؑ مشن کی مدد کیسے کر سکتے ہیں

▲ اپنے احباب کو حسینیؑ مشن کا ممبر بنائیے۔

▲ اپنے شہر میں حسینیؑ مشن کی شاخ قائم کیجئے

▲ حسینیؑ مشن کا لٹریچر خریدئیے۔

اور

▲ ممکن ہو تو حسینی مشن کا فنڈ بڑھانے میں اراکین مشن کا ہاتھ بٹائیے۔

www.khwajalateefansari.com